ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

نومبر 2022ء - ربیع الآخر 1444ھ (جلد 20 شمارہ 04)

جلد 20 شمارہ 04

نومبر 2022ء - ربیع الآخر 1444ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس   مفتی محمد ناصر   مولانا طارق محمود

فی شمارہ............ 50 روپے
سالانہ............ 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈوکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال................''آباء پرستی'' کا مہلک مرض.................مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط32)......امتِ محمد کا''خیرِ امت'' ہونا..............// // 6

درسِ حدیث....برزخ وقبر کی حیات،اور جسم وروح کا تعلق (قسط13)...// // 11

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

قدرت کے ریکارڈر(Recorder)...................................مولانا شعیب احمد 15

علم کے مینار:..........امت کے علماء وفقہاء(قسط21).......مفتی غلام بلال 18

تذکرۂ اولیاء:.......خلیفہ کے اخراجات اور تنخواہ (آخری حصہ)......مولانا محمد ریحان 21

پیارے بچو!..............................بھاگو!..............................// // 24

بزمِ خواتین ....امامت اور جماعت میں خواتین

کے اختیارات (آٹھواں حصہ)..مفتی طلحہ مدثر 25

آپ کے دینی مسائل کا حل....تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا جائزہ...ادارہ 32

کیا آپ جانتے ہیں؟.................. تکرارِ جنازہ وانتقالِ

میت کی تحقیق (قسط4)...مفتی محمد رضوان 146

عبرت کدہ....حضرت موسیٰ کی عجلت سے متعلق سوال کا جواب....مولانا طارق محمود 151

طب وصحت..........................پنیر..........................حکیم مفتی محمد ناصر 153

اخبارِ ادارہ..........ادارہ کے شب وروز..........................// // 155

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

''آباء پرستی'' کا مہلک مرض

سابقہ زمانوں میں جتنی بھی قومیں، ضلالت اور گمراہی میں مبتلاء ہوئیں، ان میں اکثر و بیشتر کی بنیاد، آباء واجداد پرستی تھی، جو کچھ انہیں اپنے آباء واجداد سے ملتا، اس کو آنکھ بند کر کے لینا، اس پر عمل پیرا ہونا، اور دوسری اطراف و جہات سے بالکلیہ اعراض کرنا اور منہ موڑنا، ان سب کا وطیرہ اور طریقہ تھا، اور اس آباء پرستی کے برحق ہونے کی کوئی معقول و مضبوط دلیل بھی ان کے پاس نہیں تھی، سوائے اس طبعی محبت کے جو ہر ایک کو اپنے آباء واجداد سے ہوا کرتی ہے، جس کا اپنی حدود میں ہونا ممنوع اور گناہ نہیں، لیکن اس طبعی محبت کو عقل و مذہب پر غالب کر دینا، اور عقلی و مذہبی معاملات کو اس طبعی محبت کے تابع بنا دینا درست نہیں، یہی ضلالت و گمراہی کی اصل جڑ ہے۔

اسی ضلالت و گمراہی کی جڑ ''آباء پرستی'' سے ایک خود ساختہ مستقل مذہب کو وجود ملتا ہے، اور رفتہ رفتہ اس جڑ سے اس مخترع مذہب کا پورا درخت تیار ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے، جس کے بعد تمام مذہبی معاملات، اس کے اردگرد گھومنے لگتے ہیں، اور اصل و صحیح مذہب کا تصور مسخ ہو کر رہ جاتا ہے۔

چنانچہ اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ماننے میں کفار و مشرکین بھی اسی ''آباء پرستی'' کو رکاوٹ سمجھتے تھے، اور اس کا برملا اظہار، بلکہ اس پر فخر و تفاخر کا ذکر بھی کیا کرتے تھے، اور اللہ نے جس گمراہ قوم کے پاس بھی کسی رسول، یا اس کے نائب کو بھیجا، اس نے پلٹ کر یہی ''آباء پرستی'' کا جاہلانہ اور نامعقول عذر پیش کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قَالُوْا إِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلٰى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰى آثَارِهِمْ مُهْتَدُوْنَ .وَكَذٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَذِيْرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلٰى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰى آثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (سورة الزخرف، رقم الآيات ۲۲،۲۳)

ترجمہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے پایا ہے، اپنے آباء واجداد کو ایک طریقے پر، اور ہم

ان ہی کے نقشِ قدم پر چل کر ہدایت پائے جارہے ہیں، اور اسی طریقہ سے ہم نے آپ سے پہلے جس بستی میں بھی کوئی ڈرانے والا بھیجا، تو اس کے عیش پرست لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایک طریقے پر پایا اور ہم ان کے نقشِ قدم کی پیروی کئے جارہے ہیں (سورہ زخرف)

آج بھی گمراہ قوموں اور لوگوں کی ضلالت کی دلدل میں پھنسے رہنے، اور درجہ بدرجہ حق سے منہ موڑنے کی بنیاد اور جڑ یہی مہلک مرض ہے، جس نے پہلی قوموں کو ہلاک اور تباہ وبرباد کیا۔

اسی ''آباء پرستی'' کا مرض، ترقی کرکے ''قوم پرستی وقبیلہ اور زبان پرستی'' تک جا پہنچتا ہے، اور قومی، لسانی، صوبائی عصبیت کو وجود ملتا ہے، اور بالآخر لڑائی جھگڑے، قتل وقتال پر پہنچ کر دَم لیتا ہے۔

اور مذہبی اعتبار سے اس ''آباء پرستی'' کا دائرہ کار صرف کفار ومشرکین تک محدود نہیں، اس میں اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج تمام ''اہلِ بدعت واہلِ اھواء'' کے بہتر (72) فرقے بھی داخل ہیں، جو محض اپنے آباء واجداد اور اکابر وبزرگ ہونے کی وجہ سے، ان کی اتباع وپیروی کرتے ہیں، اس کے حق وناحق ہونے پر نظر نہیں کرتے۔

اس سے بڑھ کر بعض ''اھلُ السنۃ والجماعۃ'' کے افراد واشخاص، یا طبقات میں بھی جزوی واختلافی نوعیت کے مسائل کی بنیاد پر یہ مہلک مرض پایا جاتا ہے۔

جن میں وہ اختلافی قول اور موقف تو فی حد ذاتہٖ گمراہانہ نہیں ہوتا، لیکن کسی بزرگ، یا جماعت، یا اس کے قول وموقف سے غیر معمولی محبت وعقیدت کی بنیاد پر، اس قول کو لے کر دوسرے قول وموقف والوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک وبرتاؤ کیا جاتا ہے، جس طرح کا سلوک وبرتاؤ ''اھلُ السنۃ والجماعۃ'' کے برخلاف لوگوں سے کیا جاتا ہے، یہ روِش خود اہلِ بدعت کی ہے، جس میں اگرچہ اس مسئلہ کی حد تک تو موقف غلط نہیں ہوتا، لیکن اس کو اختیار کرنے کا مذکورہ متعصّبانہ رویہ اور طریقہ اہلِ بدعت کا ہوتا ہے، اور اس متعصّبانہ رویہ وطریقہ کے نتیجہ میں خود ''اھلُ السنۃ والجماعۃ'' کے درمیان تفریق وتشویش اور گروہ بندی وفرقہ پرستی اور ٹولہ بازی کا پیدا کرنا لازم آتا ہے۔

اور اس طرح بنیادی اختلاف کے برحق اور ''اھلُ السنۃ والجماعۃ'' کے دائرہ میں ہونے کے

باوجوداس میں متعصّبانہ وتشددانہ رویہ اورطریقہ کی جوآمیزش ومداخلت ہوتی ہے، وہ اس اختلاف کو اہلِ بدعت اوراہلِ باطل کے مشابہ بنادیتی ہے، جس کی بناء پر یہ تعصب وتشددوالاطرزِعمل بھی ایک مستقل قول وموقف بن جاتا ہے، اور ''اھلُ السنة '' کے مابین مختلف قسم کے اختلافات وفسادات کوجنم دیتاہے۔

تعصب وتشدد کا یہ طریقہ ناجائز ''آباء واجداد پرستی'' میں داخل ہے، جو دوسری ان قسموں سے اگرچہ ہلکا ہے، جن میں بنیادی قول وموقف میں ہی اہلِ سنت سے اختلاف ہوا کرتا ہے، لیکن یہ تعصب کاطریقہ خود''اھلُ السنة والجماعة'' کے مابین انتشاروافتراق کوہَوادیتاہے، جس کی بناء پر''اھلُ السنة'' بھی''الجماعة''یعنی باہم مجتمع ہونے کا مصداق نہیں رہ پاتے، اوران کی صلاحیتیں ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہوتی ہیں، اور باطل کوتقویت ملتی ہے، اس اعتبار سے ''آباء پرستی'' کی یہ صورت اورقسم، سخت مُضِر اورنقصان دہ ہے، ''آباء پرستی'' کی یہ صورت''اھلُ السنة والجماعة'' سے منسلک افرادواشخاص اورطبقات میں پائی جاتی ہے، اور بڑے خفیہ طریقہ سے مخلص ودیندارلوگوں کے دلوں اورذہنوں میں گھستی چلی وراسخ ہوتی جاتی ہے۔

چنانچہ موجودہ زمانہ میں''اھلُ السنة والجماعة '' سے منسلک بعض افرادوطبقات اپنے مخصوص فقہی مذہب ومسلک کے لیے تعصب اختیارکرتے ہیں، بعض اس سے بھی نیچے تنزلی کرکے، ایک مذہب ومسلک سے منسلک اور وابستہ ہونے کے باوجود، اپنے اکابر ومشائخ کے درمیان چھوٹی چھوٹی باتوں کو پکڑ کر، ان میں تشددوتعصب پیداکرکے آپس میں تفریق پیداکرتے ہیں، جس کے بعدایک ایک مسلک میں کئی کئی دھڑے اور جتھے وٹولے برآمد ہوتے ہیں، اور پھر وہ باہم گتھم گتھا رہتے ہیں، اوراپنی صلاحیتوں کوایک دوسرے کے خلاف، محاذ بناکر استعمال کرتے ہیں، اوراس طرح اپنی دنیاوآخرت کانقصان کرتے ہیں۔

اس لیے''آباء پرستی'' کی درجہ بدرجہ تمام صورتوں اورشکلوں سے بچنا، اوراجتناب کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہرقسم کی آباء واجداد پرستی اوراکابرو بزرگ پرستی اورتعصب بازی کے مہلک مرض سے نجات عطاءفرمائے۔آمین۔

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط32، آیت نمبر110، 111) مفتی محمد رضوان

امتِ محمد کا ’’خیرِ امت‘‘ ہونا

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ.وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَ أَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ (110)لَن يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِن يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ (111)(سورة آل عمران)

ترجمہ: ہوتم بہترین امت، نکالا گیا ہے اس کو، لوگوں کے لیے، تم امر بالمعروف کرتے ہو، اور نہی عن المنکر کرتے ہو، اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔اور اگر ایمان لے آتے اہلِ کتاب، تو ہوتا بہتر ان کے لیے، ان میں سے مومن بھی ہیں، اور ان کے اکثر فاسق ہیں (110) ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکتے وہ تم کو، سوائے کچھ ایذاء کے، اور اگر قتال کریں گے وہ تم سے، تو پھیر لیں گے وہ تمہاری طرف پشتوں کو، پھر نہیں مدد کی جائے گی، ان کی (111)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں ’’امتِ محمدیہ‘‘ کی دوسری تمام امتوں پر فضیلت وشرافت اور بہتری وبرتری کو بیان کیا گیا ہے، ساتھ ہی اس بہتری کی صفت کو بیان کیا گیا ہے کہ دوسری امتوں اور قوموں کے مقابلہ میں اس امت کو پیدا کرنے کا مقصود، خود ایمان لانا، اور دوسروں کو ’’امر بالمعروف اور نہی عن المنکر‘‘ کرنا ہے۔

اور دوسری امتوں کو اس خیریت وفضیلت کے عمدہ مجموعہ کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔

اگر اہلِ کتاب، ایمان لے آتے، تو وہ بھی اس فضیلت کے حصہ دار بن جاتے، لیکن ان میں سے تھوڑے ہی ایمان لائے، اور اکثر نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کر کے کفر کو اختیار کیا۔

پھر اگلی آیت میں مومنوں کو خبردار کیا ہے کہ یہ اہلِ کتاب، جو ایمان سے محروم ہیں، وہ انہیں سوائے

تھوڑی بہت ایذاء رسانی کے، اور کوئی بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔

اور اگر یہ تمہارے سے قتال کریں گے، تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے، تمہارے سامنے ٹھہر نہیں سکیں گے، اور اس کے بعد ان کی کسی دوسری طرف سے نصرت و مدد بھی نہیں کی جائے گی۔

آج بھی اہلِ کتاب کا یہی طریقہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو مختلف طرح کی ایذاء رسانی کی صورت میں ضرر پہنچاتے ہیں، خود براہِ راست مسلمانوں سے قتال کی سکت نہیں رکھتے، مسلمانوں کے سامنے، مسلمانوں کے ہی کسی گروہ کو لاکر، پیچھے سے کارروائیوں میں مشغول رہتے ہیں، اور جب کبھی ان کو براہِ راست مومنوں سے مقابلہ کرنے کی مجبوری لاحق ہوتی ہے، تو وہ پیٹھ پھرا کر بھاگ جاتے ہیں، اور پھر ان کی کوئی مدد نہیں کی جاتی۔

اور اگر وہ کبھی براہِ راست مقابلہ کریں بھی، تو اس میں خود مومنوں کے ایمان کی کمزوری کا دخل ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ خود، اللہ کی مدد و نصرت کے مستحق نہیں رہتے۔

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ سَـمِـعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ’’كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْـرِجَـتْ لِلنَّاسِ‘‘ قَالَ: أَنْتُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۰۰۱)

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (سورہ آلِ عمران کی) اس آیت ’’**كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْـرِجَـتْ لِلنَّاسِ**‘‘ کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ ستر (70) امتوں کے عدد کو پورا کرنے والے ہو، اور ان سب میں تم اللہ کے نزدیک سب سے بہتر اور مکرم امت ہو (ترمذی)

محدثین نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ ستر کے عدد سے ’’کثرت‘‘ مراد ہو، کیونکہ عربی زبان میں ستر کا عدد کثرت کو بیان کرنے کے لئے بھی بولا جاتا ہے، اور امتوں کی تعداد، اس عدد سے بھی زیادہ ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس تعداد سے وہ امتیں مراد ہوں، جنہوں نے اپنے رسولوں کی اطاعت کی، اور جنہوں نے اطاعت نہیں کی، وہ اس سے خارج ہوں۔

بہرحال جو کچھ بھی مراد ہو، اس قسم کی احادیث سے تمام امتوں کے مقابلہ میں ''امتِ محمدیہ'' کے بہتر اور برتر ہونے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(ملاحظہ ہو: التَّنویرُ شَرْحُ الجَامِعِ الصَّغِیرِ، للصنعانی، ج۴،ص۱۵۸، تحت رقم الحدیث ۲۵۱۹، الھمزۃ مع اللام واللام مع الموحدۃ)

اس امت کے، دوسری امتوں کے مقابلہ میں بہتر و برتر ہونے کا کئی احادیث میں بھی ذکر آیا ہے۔

مذکورہ آیت میں امتِ محمدیہ کے بہترین امت ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ:

''اُخْرِجَتْ لِلنَّاس. تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ''

''نکالا گیا ہے اس کو، لوگوں کے لیے، تم امر بالمعروف کرتے ہو، اور نہی عن المنکر کرتے ہو، اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو''

مطلب یہ ہے کہ اس امت کا امتیازی، اور خصوصی وصف یہ ہے کہ اس کو لوگوں کو فائدہ ونفع پہنچانے کے لئے نکالا گیا ہے، اور فائدہ ونفع پہنچانے کی سب سے عمدہ شکل اس امت کی یہ ہے کہ ''وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی ہے، اور خود بھی اللہ پر ایمان رکھتی ہے''

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ہاتھ، زبان، اور دل سب سے اپنی اپنی ضرورت اور وسعت کے مطابق کرنا، داخل ہے، جس کی تفصیل پیچھے سورہ آلِ عمران کی اس آیت کے ذیل میں گذر چکی ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ 104)

ترجمہ: اور ہونی چاہئے تم میں سے ایک جماعت، جو دعوت دے خیر کی طرف، اور حکم کرے معروف کا، اور منع کرے منکر سے، اور یہ لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں (سورہ آلِ عمران)

اور شرعی طریقہ پر جہاد وقتال کرنا بھی ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' میں داخل ہے، خواہ اس طور پر ہو کہ اس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو برائی سے بچایا جائے، اور جن کافروں کو قیدی بنالیا جائے، پھر وہ اسلام کی حقانیت کو قریب سے دیکھ کر برضاء ورغبت اسلام قبول کرلیں، وہ بھی ان لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے اور ایک طرح سے ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کرنے میں داخل ہے، جس کا کئی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ:أَلا تَسْأَلُوْنِیْ مِمَّ ضَحِکْتُ ؟قَالُوْا:یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، مِمَّ ضَحِکْتَ؟ قَالَ:رَأَیْتُ نَاسًا یُسَاقُوْنَ إِلَی الْجَنَّۃِ فِی السَّلَاسِلِ ، قُلْنَا:یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، مَنْ ھُمْ؟ قَالَ: قَوْمٌ مِنَ الْعَجَمِ یَسْبِیُھُمُ الْمُھَاجِرُوْنَ فَیُدْخِلُوْنَھُمُ الْإِسْلَامَ(بزار، رقم الحدیث ۲۷۸۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،ایک دن مسکرائے ، پھر فرمایا کہ کیا تم مجھ سے مسکرانے کے بارے میں سوال نہیں کرو گے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کس چیز کی وجہ سے مسکرائے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ جنہیں جنت کی طرف بیڑیوں کے ساتھ لے جایا جارہا تھا،ہم نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عجمی لوگ ہیں،جن کو مہاجرین قید کررہے ہیں، پھر وہ ان کو اسلام میں داخل کررہے ہیں (بزار)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین ہیں،جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت آزمائش کے زمانہ میں ساتھ دیا، یہاں تک کہ دین واسلام کی خاطر اپنا گھر بار، مال ودولت سب کچھ قربان کردیا،اور فقر وفاقہ کی حالت میں ہجرت کی ،اس کے بعد جہاد وقتال میں بھی حصہ لیا،اوران کی محنتوں سے کتنے لوگوں کو اسلام نصیب ہوا،اس لئے ان کو اس امت کے بہترین افراد ہونے کا اولین شرف حاصل ہوا۔

اوراس سلسلہ میں امت کے سب سے بہترین وہ مومن ہی ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے تعلق رکھتے ہوں،یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ،جن میں انصار صحابۂ کرام بھی داخل ہیں، پھر اس کے بعد اگلے دور کے، پھر اس کے بعد اگلے دور کے،لوگوں کا درجہ ہے،اِن زمانوں کو احادیث میں ’’خیرالقرون‘‘ قرار دیا گیا ہے۔

اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کے فتنے رونما ہوں گے،جن میں حق وباطل کی تمیز مشکل ہوجائے گی ،ایسی صورت میں قرآن وسنت کے بعد ’’خیرالقرون‘‘ کے دور کے مومنوں،اور

بطورِخاص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل، اُن فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا۔

اور نبی آخرالزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا اختتام واکمال ہونے کے بعد، اگرچہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ، ہر فرد اور شخص پر اپنی اپنی حسبِ استطاعت وحسبِ ضرورت عائد ہوتا ہے، جس میں شخصی واجتماعی اور خطابی وعمومی نوعیت کی تمام تحریری وتقریری صورتیں داخل ہیں، بشرطیکہ اُن کے بارے میں شریعت کی حدود وقیود کو ملحوظ رکھا جائے۔

لیکن علمائے کرام پر یہ فریضہ بطورِخاص عائد ہوتا ہے، کیونکہ اُن کے پاس نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوڑی ہوئی، علم کی میراث کا وافر حصہ موجود ہوتا ہے، جس کا احادیث میں ذکر آیا ہے، اور علماء کو انبیاء کا وارث قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ ، لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا، وَإِنَّمَا وَرِثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَ بِهِ، أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢١٧١٥)

ترجمہ: بے شک علماء وارث ہوتے ہیں انبیاء کے، جو وراثت میں دینار ودرہم نہیں چھوڑتے، بلکہ وہ تو وراثت میں علم چھوڑ کر جاتے ہیں، سو جو اسے حاصل کرلیتا ہے، وہ بہت سا حصہ حاصل کرلیتا ہے (مسند احمد)

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط13)

امام مناوی کا حوالہ

امام زین الدین مناوی (المتوفیٰ:1031ھ) فرماتے ہیں:

(الأنبیاء أحیاء فی قبورهم یصلون) لأنهم کالشهداء بل أفضل والشهداء أحیاء عند ربهم .وفائدة التقیید بالعندیة الإشارة إلى أن حیاتهم لیست بظاهرة عندنا وهی کحیاة الملائکة وکذا الأنبیاء (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج۳،ص۱۸۴،فصل فی المحلیٰ بال من هذا الحرف،ای حرف الهمزة)

ترجمہ: انبیاء اپنی قبروں میں حیات ہیں،نماز پڑھتے ہیں، کیونکہ وہ شہداء کی طرح ہیں، بلکہ ان سے افضل ہیں،اورشہداء اپنے رب کے پاس (یعنی برزخ میں) حیات ہیں،اور''عـنـدیة'' کی قید کا فائدہ اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ ان کی حیات ہمارے سامنے ظاہر نہیں،اور وہ حیات فرشتوں کی حیات کی طرح ہے،اوراسی طرح انبیاء کی حیات بھی (ہمارے سامنے ظاہر نہیں، پس وہ بھی اپنے رب کے پاس،یعنی برزخ میں زندہ ہیں)(فیض القدیر)

مذکورہ عبارت کا مطلب واضح ہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی شامی کا حوالہ

اورامام محمد بن یوسف صالحی شامی (المتوفیٰ:942ہجری) فرماتے ہیں:

وقد صح عن النبی صلى الله علیه وسلم قوله إن الله تعالى حرم الجنة

علـى الانبياء حتى يدخلها هو، فهو أول من يستفتح باب الجنة، وأول مـن تـنشـق عنه الارض على الاطلاق، ولم تنشق عن أحد قبله، ومعلوم بالضرورة أن جسده صلى الله عليه وسلم فى الارض طرى.

وقـد سـأله أصحابه :كيف تـعـرض عليك صلاتنا وقد بليت ؟ فقال : (إن الله حرم على الارض أن تأكل أجساد الانبياء) ولو لم يكن جسده في ضريحه طريا لما أجاب بهذا الجواب.

وقـد صـح عـنـه صـلى الله عليه وسلم أن الله تعالى وكل بقبره ملائكة يبلغونه عن أمته السلام.

وصـح عـنـه صـلـى الـله عليه وسلم لما خرج بين أبى بكر وعمر قال : (هكذا نبعث)

هذا مع القطع بأن روحه الكريمة فى الرفيق الاعلى فى أعلى عليين مع أرواح الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم.

وقـد صح أنه رأى موسى عليه السلام قائما يصلى فى قبره ليلة الاسراء ورآه فـى السـمـاء السادسة أو السـابـعة، فـالروح كانت هناك ولها اتـصـال بـالبدن في القبر وإشراق عليه وتعلق به بحيث تصلى فى قبره وترد سلام من سلم عليه وهو فى الرفيق الاعلى.

ولا تـنـافى بين الامرين فإن شأن الارواح غير شأن الابدان، فأنت تجد الـروحيـن الـمتلائمتين المتناسبتين فى غاية التجاور والقرب وإن كان بيـن بـدنيهـما غاية البعد، وتجد الروحين المتنافرتين المتباغضتين فى غاية البعد وإن كان جسداهما متجاورين متلاصقين.

ولـيـس نزول الروح وصعودها، وقربها وبعدها من جنس ما للبدن فهى تصعد إلى فوق سبع سموات ثم تهبط إلى الارض ما بين قبضها ووضع

الـميـت فـى قبـره، وهـو زمـن يسيـر لا يـصـعد البدن وينزل فى مثلـه، وكـذلك صـعـودهـا وعـودهـا إلى البدن فى النوم واليقظة(سبل الهدى والرشاد، فى سيرة خير العباد، ج٣،ص ١٣٤،الباب التاسع فى تنبيهات على بعض فوائد تتعلق بقصة المعراج)

ترجمہ:اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کواس وقت تک انبیاء پر حرام کردیا ہے، جب تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم،اس میں داخل نہ ہوں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوایا جائے گا،اور سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زمین شَق ہوگی،اس میں کسی کا استثناء نہیں،اور آپ سے پہلے کسی کی زمین شَق نہیں ہوگی،اور یہ بات بھی واضح طور پر معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ مبارک،زمین میں تروتازہ ہے۔

اور آپ کے صحابۂ کرام نے آپ سے سوال کیا کہ آپ پر ہمارا درود کس طرح پیش کیا جائے گا،جبکہ آپ مٹی ہوچکے ہوں گے؟تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ بلاشبہ اللہ نے زمین پر اس بات کو حرام قرار دے دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے،اور اگر آپ کا جسد مبارک،آپ کی قبر میں تروتازہ نہ ہوتا،تو آپ یہ جواب ارشاد نہ فرماتے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر پر فرشتوں کو مقرر فرمادیا ہے،جو آپ کی امت کی طرف سے سلام،آپ تک پہنچاتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ جب آپ ابوبکر وعمر کے درمیان نکلے،تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں اسی طرح اٹھایا جائے گا۔

اسی کے ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک ”اعلیٰ علیین“میں انبیاء صلی اللہ علیہم وسلم کے ساتھ رفیقِ اعلیٰ میں ہے۔

www.idaraghufran.org

اور یہ حدیث بھی صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے **لیلۃُ الاسراء** میں موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اور اُن کو چھٹے، یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا، پس موسیٰ علیہ السلام کی روح تو وہاں آسمان پر تھی، لیکن اس روح کو قبر میں بدن کے ساتھ اتصال حاصل تھا، اور روح، قبر کے ساتھ اس طرح منسلک ومتعلق تھی کہ وہ روح اپنی قبر میں (بدن کے ساتھ) نماز پڑھ رہی تھی، اور جو آپ پر سلام پڑھے، اس کا آپ کی روح، جواب دیتی ہے، جبکہ آپ رفیقِ اعلیٰ میں ہیں۔

اور دنوں باتوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ ارواح کی حالت، ابدان کی حالت سے مختلف ہوا کرتی ہے، چنانچہ آپ دو باہم مناسبت ومتناجست والی روحوں کو ایک دوسرے کے انتہائی قریب اور نزدیک پاتے ہیں، اگرچہ ان دونوں روحوں کے بدن، انتہائی دور ہوں، اور آپ دو باہم نفرت اور بغض رکھنے والی روحوں کو ایک دوسرے سے انتہائی دور پاتے ہیں، اگرچہ ان دونوں کے جسم، ایک دوسرے کے قریب اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔

اور روح کا اترنا اور چڑھنا، اور اس کا قرب اور بُعد، بدن کی جنس سے تعلق نہیں رکھتا، پس روح، ساتوں آسمانوں سے اوپر چڑھ جاتی ہے، پھر زمین کی طرف اتر جاتی ہے، اتنے وقت میں کہ اس روح کو قبض کیا جائے، اور میت کو اس کی قبر میں رکھا جائے، حالانکہ یہ تھوڑا سا زمانہ ہے، اتنے وقت میں بدن ایسے مقام تک چڑھ اور اتر نہیں سکتا، اور یہی صورتِ حال نیند میں اور بیداری میں روح کے چڑھنے اور بدن کی طرف لوٹ کر آنے کی بھی ہے (سبل الھدی والرشاد)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ارواح کی حالت کو ابدان واجسام کی حالت پر قیاس کرنا درست نہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے کرام کی ارواح ''**اعلیٰ علیین**'' میں ہیں، لیکن ان کا ان کی قبروں سے بھی گہرا تعلق ہے، چنانچہ انبیائے کرام کے اجسام کو مٹی متغیر نہیں کرتی، اور آپ پر اللہ کی طرف سے سلام پہنچانے کے لیے فرشتے مامور ہیں، اور آپ سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ (جاری ہے......)

مقالات ومضامین مولانا شعیب احمد

قدرت کے ریکارڈر(Recorder)

فطری طور پر تقریباً ہر انسان ہی یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کی کسی برائی اور گناہ سے واقف نہ ہوں۔اسی لیے انسان برائی عموماً چھپ کر تنہائی میں کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ اس طرح میں کسی کی نظروں میں آنے سے محفوظ رہوں گا۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان تنہائی میں بھی کبھی تنہا نہیں ہوتا۔یعنی انسان کی تنہائی بھی گناہ اور برائی کرنے کے لیے غیر محفوظ ہے۔انسان جب بھی کہیں اکیلا ہوتو دوسرا اس کے ساتھ خدا ہوتا ہے،اور خدا کی ہستی ایسی''علیم خبیر ''ذات ہے کہ وہ انسانوں کے صرف اعمال سے ہی نہیں بلکہ اس کے خیالات وجذبات سے بھی بخوبی واقف اورآگاہ ہے۔انسانی دماغ کے اندر خیالات کا جو دریا رواں ہے اور دل میں جذبات کا جو طوفان بپا ہے خدا اسے بھی جانتا ہے۔ انسانی دماغ کے منصوبے اور انسانی دل کی ادلتی بدلتی کیفیات سب اس کے علم میں ہیں۔اگرچہ ان خیالات، جذبات، افکار، نظریات اور منصوبوں کا اظہار ابھی تک زبان پر نہ آیا ہولیکن بہرحال اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے ضرور واقف ہیں۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کائنات میں جابجا اپنے مخبر اور نگران بھی مقرر کر رکھے ہیں۔جن میں سب سے بڑے نگران اور مخبر فرشتے ہیں جو سبھی انسانوں کے ساتھ ہر وقت اور ہر لمحہ موجود رہتے ہیں۔قرآنی تفصیلات کے مطابق کراماً کاتبین نامی دو فرشتے انسان کے ہر کام کو نوٹ کرتے رہتے ہیں۔اسی سے ہمارا نامۂ اعمال وجود میں آرہا ہے جو کل قیامت کے دن ہمارے ہاتھوں میں تھما دیا جائے گا جس میں ہمارے کیے ہوئے چھوٹے بڑے، اچھے برے تمام کاموں کی تفصیلات موجود ہوں گی۔ذرا سوچیے کہ جب انسان کو اپنے ایک ایک کام کی تفصیل کھلی کتاب کی صورت نظر آئے گی تو کیا عالَم ہوگا؟ ہم تو کتنے ہی کاموں کو سرانجام دے کر بھول بھی چکے ہوتے ہیں لیکن وہ اعمال نامہ یاد کرائے گا کرۂ ارضی پر فلاں سال، فلاں مہینہ، فلاں دن، فلاں جگہ، فلاں گھڑی تم نے یہ کام کیا تھا۔گویا انسان کی زندگی ایک چلتی فلم کی صورت اس کے سامنے رکھ دی جائے گی۔

www.idaraghufran.org

پھر اسی پر بس نہیں بلکہ دنیا میں قدرت کے ایسے ریکارڈر بھی موجود ہیں جو انسان کی حرکات وسکنات کو نوٹ کر کے محفوظ کر لیتے ہیں اور کل بروزِ قیامت انسان کے خلاف خداہ کے سامنے گواہی دیں گے۔ چنانچہ انسان کے اپنے اعضاء وجوارح بھی خدا کے مقرر کردہ نگران اور مخبر ہیں جو کل آدمی کے خلاف گواہی دیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

”يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ “

(سورة النور ، رقم الآية : ۲۴)

”جس روز ان کے خلاف گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں، اُن کاموں کی جو وہ کیا کرتے تھے“ (نور)

قرآن میں ایک دوسری جگہ یوں بھی آتا ہے کہ اُس دن انسان کی سماعت، بصارت حتیٰ کہ کھال بھی اس کے خلاف گواہی دینے لگے گی۔ کچھ لوگ حیران ہوتے ہیں کہ یہ گوشت کے لوتھڑے کیسے بول سکیں گے اور خدا کے دربار میں کیونکر انسان کے خلاف گواہ بنیں گے؟ حالانکہ یہ زبان جس سے ہم گویائی کا کام لیتے ہیں کیا اس کی حیثیت بھی گوشت کے ایک لوتھڑے کی ہی نہیں؟ جب دنیا میں اس گوشت کے ٹکڑے کو اللہ تبارک وتعالیٰ بولنے کی صلاحیت عطا فرما سکتے ہیں تو گوشت کے کسی دوسرے ٹکڑے کو گویائی عطا کرنا خدا کے لیے کیا مشکل ہے؟

پھر اس کے علاوہ یہ زمین جس پر ہم چلتے پھرتے، رہتے بستے، اٹھتے بیٹھتے ہیں یہ بھی خدا کا ایک ریکارڈر (Recorder) ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ:

”يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا . بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا“ (سورة الزلزال ، رقم الآية : ۴ و ۵)

”اس روز وہ (زمین) اپنی خبریں بیان کردے گی۔ اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے یہی حکم دیا ہوگا“ (زلزال)

یہاں پھر حیرت دامن گیر ہوتی ہے کہ یہ بے جان وبے آواز، اندھی اور بہری زمین کیسے خبریں دے سکے گی؟ لیکن آپ ذرا بتایئے کہ آج سائنس کی دنیا میں میموری کارڈ، U-S-B، کیمرے، ٹیپ ریکارڈر اور ڈیٹا محفوظ رکھنے والی مختلف دیگر ڈیوائسز کیا بے جان اشیاء نہیں سمجھی جاتیں؟ لیکن ان کے

اندر کسی انسان کی پوری ہسٹری تحریری، تصویری، آڈیو یا ویڈیو کی شکل میں محفوظ کرنا کوئی مشکل کام نہیں رہا۔ حالانکہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے یہ سب بے جان اشیاء ہی تو ہیں۔ لیکن ان بے جان اشیاء میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ انسانی حرکات وسکنات اور اقوال وافعال کو ریکارڈ اور محفوظ کرسکتی ہیں۔ جب انسانی دماغ ایسی محیرالعقول ایجادات کرسکتا ہے کہ جو بے جان ہونے کے باوجود اپنے اندر خبروں اور رازوں کو سمو لیتی ہیں تو اللہ جو قادرِ مطلق ہے اس کے لیے زمین کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرنا کیا مشکل ہے کہ وہ انسان کے افعال واعمال اور اقوال کو ریکارڈ کرتی رہے اور کل قیامت کے دن خدا کی عدالت میں سب بیان کرڈالے۔

پس لازم ہے کہ اِس زندگی میں انسان کو ہمیشہ اُس وقت کا خیال رہے کہ جب وہ تنِ تنہا خدا کی عدالت میں سر جھکائے کھڑا ہوگا اور یہ تمام خدائی ریکارڈر اور سلطانی گواہ یعنی فرشتے، انسانی اعضاء اور زمین پوری تفصیل کے ساتھ آدمی کی کارستانیوں کی داستان سنا رہے ہوں گے۔ اس وقت پھر انسان کے سامنے اعترافِ جرم کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا، تو کیا یہ بہتر نہیں انسان آج ہی ایسی زندگی بسر کرے کہ کل اس کو کسی قسم کی پشیمانی نہ ہو۔

علم کے مینار   مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء (قسط21)

امام مالک رحمہ اللہ کا فقہی ذوق اور فتویٰ دینے میں احتیاط

امام مالک رحمہ اللہ فتویٰ دینے میں بہت احتیاط فرمایا کرتے تھے، اور اس سلسلہ میں خطاء اور لغزش ہوجانے سے بہت ڈرتے تھے، ایسا نہیں تھا کہ آپ سے کسی چیز کے متعلق کوئی سوال یا فتویٰ طلب کیا جاتا، تو فوراً اس کا جواب دے دیتے، بلکہ اکثر ’’لا أدری‘‘ (کہ میں نہیں جانتا) فرمادیا کرتے تھے، جس کا مقصد اس سوال یا فتوے میں غور وفکر اور انتہائی درجہ کی احتیاط ہوا کرتی تھی، جس کے بعد اس کا جواب آپ کی طرف سے کسی اور وقت، یا پھر کسی اور مجلس میں، یا پھر آپ کے اصحاب کی طرف سے دے دیا جاتا تھا۔

اور یہ طریقہ دراصل صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام کا بھی رہا ہے، چنانچہ کتابوں میں حضرت عبداللہ بن عمر، قاسم بن محمد اور امام شعبی وغیرہ کے متعلق منقول ہے کہ یہ حضرات بھی اکثر مسائل کے متعلق یہی فرمایا کرتے تھے کہ ’’لا أدری‘‘ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٢، ص ٢۴، مادة ’’فتویٰ‘‘)

اور اس سلسلہ میں آپ کا اپنا قول بھی ہے کہ:

’’میرے لئے یہ کام سخت مشکل ہے کہ مجھ سے حلال اور حرام کے بارے میں پوچھا جائے‘‘۔

یعنی آپ حلال وحرام کے بارے میں فتویٰ دینے میں انتہائی احتیاط برتتے تھے، اور اس کو سخت مشکل کام سمجھتے تھے، اور اپنی اس بات کو تقویت دیتے ہوئے خیر القرون کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرماتے:

میں نے اپنے شہر مدینہ میں ایسے علماء وفقہاء کو بھی دیکھا کہ جن کے نزدیک موت ’’فتویٰ‘‘ دینے سے بہتر تھی، اور اب میں اپنے زمانہ کے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ فقہ اور فتویٰ

دینے کے بارے میں اپنی خواہش کا (از خود) اظہار کرتے ہیں، اگر ان کو یقین ہوجائے کہ کل اس کا انجام کیا ہوگا، تو اس سے باز آجائیں‘‘۔

(ترتیب المدارک وتقریب المسالک، للقاضی عیاض، ج۱، ص ۱۷۹، الفصل الثانی)

یعنی آپ کے زمانہ طالب علمی میں مدینہ کے علماء وفقہاء فتویٰ دینے میں اتنے جری نہیں تھے، جتنا کہ بعد والے ہوگئے، اور وہ لوگ فتویٰ دینے میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے، ان کے نزدیک موت کی تکالیف قابلِ برداشت تھی، چہ جائیکہ قرآن وحدیث سے کسی کو غلط فتویٰ دے دیا جائے، اور اس کے نتیجہ میں آخرت میں عذاب بھگتنا پڑے، یہ لوگ اگرچہ مدینہ کے مشہور علماء وفقہاء تھے، اور ان سے غلط فتویٰ کا جاری ہونا بعید از قیاس تھا، لیکن یہ لوگ پھر بھی فتویٰ دینے میں اتنی جری نہیں تھے، جتنا کہ آجکل کے زمانہ کے لوگ ہیں، اور اس کو فخر سمجھتے ہیں، اور اسی وجہ سے ان کو علم ان کی ذات کے مطابق ہی ملا کرتا ہے، جب کہ حقیقی علم سے یہ لوگ بکثرت عاری ہوتے ہیں۔

احادیثِ نبوی اور آثارِ صحابہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح قرآن وحدیث کے مطابق اور صحیح صحیح فتویٰ دینا اگرچہ بہت سی فضیلتوں اور آخرت کی کامیابی کا باعث ہے، لیکن ٹھیک اسی طرح یہ عہدہ ومنصب بہت سی ذمہ داریوں اور تقاضوں کا بھی حامل ہے، جن کے بارے میں ہر وہ شخص بروزِ قیامت مسئول ہوگا، جو کہ اس عہدہ ومنصب پر فائز ہوگا، اور اگر غلط مسئلہ بتایا گیا یا غلط فتویٰ دیا گیا ہو، تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور آزمائش کا اندازہ بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَن أُفتیَ بغیرِ عِلمٍ کان إثمُهُ علی مَن أفتاهُ (سنن ابی داود، رقم الحدیث ۳۶۵۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا، تو اس کا گناہ اس پر ہوگا کہ جس نے اس شخص کو فتویٰ دیا ہوگا (ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو کوئی مسئلہ بتایا جائے، یا کوئی فتویٰ دیا جائے، تو اگر یہ مسئلہ یا فتویٰ غلط ہوگا، تو جب تک اس پر عمل کیا جاتا رہے گا، اس کا گناہ اس بتانے والے کو بھی ہوتا رہے گا، اور یہی غلط مسئلہ یا فتویٰ بعض دفعہ اسلام میں بدعات ورسومات کے جاری ہونے کا سبب بھی بن سکتا ہے، جس کے بارے میں احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

اور تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ یہ طریقہ ہمارے اسلاف وعلماء وفقہاء اور بزرگانِ دین کا نہیں تھا، اور نہ ہی یہ لوگ ہر بات کو دین واسلام کی طرف منسوب کر کے اس پر حلال وحرام ہونے کا فتویٰ لگایا کرتے تھے، اور نہ ہی کسی بات کے بارے میں فوراً یہ فرمادیا کرتے تھے کہ ’’یہ حلال ہے، اور یہ حرام ہے‘‘ کیونکہ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ حلال وحرام چیزیں تو وہ ہیں کہ جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حلال وحرام بتایا ہے، اور ان کو خوب کھول کھول کر بیان کردیا ہے، اور ان کے علاوہ اپنی طرف سے حلال وحرام کی نسبت کرنا، حدودُ اللہ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے اور حد سے آگے بڑھنے کے مترادف ہے۔

www.idaraghufran.org

اورحضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما مشہور خلفائے راشدین اور خیار صحابہ میں سے ہیں، چنانچہ ان کے متعلق منقول ہے کہ جب ان کے سامنے مسائل آتے، تو صحابہ کو جمع کر کے اور ان سے مشورہ کر کے ہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(ترتیب المدارک وتقریب المسالک، للقاضی عیاض، ج ۱، ص ۱۷۹، الفصل الثانی)

چنانچہ ایک مرتبہ امام مالک نے کسی مسئلہ سے متعلق اپنے اصحاب و تلامذہ سے فرمایا:

مجھے اس مسئلہ میں غور وفکر کرتے ہوئے آج بیس سال ہو چکے ہیں (ترتیب المدارک، ج ۱ ص ۱۸۰، الفصل الاول) [1]

ان سب اقوال سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ آپ کو ان مسائل کا علم نہیں تھا، بلکہ جن مسائل پر آپ کو شرح صدر ہوتا تھا، آپ اس کا جواب اسی وقت دے دیا کرتے تھے، اور جن مسائل کے متعلق آپ کو ذرا بھی شبہ ہوا کرتا تھا، ان کے متعلق آپ ''لا أدری'' یا پھر ''لا أحسن'' فرمادیا کرتے تھے، مقصد اس سب کا مسئلہ بتانے اور فتویٰ دینے میں خطاء اور لغزش سے بچنا اور اس کام کے انجام دینے میں پوری پوری ذمہ داری برتنا تھا۔

(جاری ہے......)

---

[1] ایک مشہور عالم عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ:

ہم لوگ امام صاحب کی مجلس میں موجود تھے، اس دوران ایک شخص نے آ کر کہا کہ اے ابوعبداللہ! میں چھ ماہ کی مسافت طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، میرے شہر کے لوگوں نے چند مسائل دریافت کرنے کے لئے مجھے بطورِ خاص آپ کے پاس بھیجا ہے، اس کے بعد اس نے چند مسائل دریافت کئے، امام صاحب نے سن کر کہا کہ ''لا احسن'' (یعنی ان کے بارے میں مجھے تحقیق نہیں، ممکن ہے کہ یہ مسائل جدید نوعیت کے ہوں، اور آپ کی ان میں ابھی تحقیق نہ ہو، اس لئے ایسا فرمایا) یہ جملہ سن کر وہ شخص سخت حیران ہوا، اور کہا کہ میں اپنے شہر والوں کو جا کر کیا جواب دوں گا، امام صاحب نے کہا کہ تم ان سے کہنا کہ مالک نے کہا کہ وہ ان کے متعلق تحقیق نہیں رکھتے ہیں (ترتیب المدارک، ج ۱ ص ۱۸۰، الفصل الاول)

اگرچہ امام مالک اسی وقت اجتہاد کر کے ان کا جواب دے سکتے تھے، مگر آپ فتویٰ دینے میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے، اس لئے فوراً ان کا جواب نہیں دیا، بلکہ صاف فرمادیا کہ ''مجھے ان کے متعلق تحقیق نہیں ہے''۔

اور آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں انسان ہوں، خطا بھی کرتا ہوں، اور درستگی بھی، لہٰذا میری رائے میں غور کرلیا کرو، اور جو کچھ کتابُ اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق پاؤ، اسے لے لیا کرو، اور جو کتابُ اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نہ پاؤ، اسے چھوڑ دیا کرو (ترتیب المدارک، ج ۱ ص ۱۸۳، الفصل الاول)

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ(قسط72) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

خلیفہ کے اخراجات اور تنخواہ(آخری حصہ)

پہلے یہ بات گزر چکی کہ فقہائے کرام کے نزدیک جو شخص دوسروں کی منفعت کی خاطر اپنے آپ کو دوسروں کی خدمت میں پابند کردے تو دوسروں پر ہی اس کا نان نفقہ اور خرچ لازم ہوا کرتا ہے۔جیسے بیوی کا شوہر پر،قاضی وجج اور مسلمانوں کے حاکم وغیرہ کا عوام پر،جو کہ پہلے زمانہ میں بیت المال سے دیا جاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔

چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ تک رکے رہے،اور بیت المال سے کچھ نہ لیا۔آپ رضی اللہ عنہ چونکہ رعایا کے کاموں کے مشغول تھے،اپنی تجارت کو وقت نہ دے پاتے تھے،اور جو کچھ تجارت میں مال لگا ہوا تھا،اس کا منافع اتنا نہ تھا کہ جس سے آپ اپنی اور اہل وعیال کی کفالت کرسکیں۔اور کچھ عرصہ بعد آپ رضی اللہ عنہ کو تجارت کا نفع کافی نہ ہونے لگا۔پھر آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی طرف اس بارے میں مشورہ کے لیے پیغام بھیجا۔اوران سے اس بارے میں مشورہ کیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں عوام کے اس کام میں مشغول ہوگیا ہوں،تو میرے لیے کتنا خرچ مناسب ہے؟

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ(اتنا لیجیے جس سے اپنے آپ کو) کھایئے اور گھر والوں کو کھلایئے۔حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بھی یہی بات فرمائی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کا اس بارے میں کیا مشورہ ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دوپہر اور رات کا کھانا۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کو اختیار فرمایا،اور بیت المال سے اسی قدر اپنا حصہ مقرر فرمالیا،اور فرمایا کہ میں نے اللہ کے مال کی حفاظت میں خود کو یتیم کی نگرانی کرنے والے کے قائم مقام بنالیا ہے۔اگر مجھے اس کی حاجت نہ

رہی تو لینا چھوڑ دوں گا، اور اگر اس کا ضرورت مند ہوا تو اس میں سے معروف طریقے کے مطابق لوں گا۔ [1]

ایک اور روایت میں اس طرح کا مضمون آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کی ایک جماعت کے پاس آئے، اور ان سے فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ اللہ کے مال میں سے میرے لیے کتنا خرچ حلال ہے؟ تو صحابہ کرام نے فرمایا کہ امیر المومنین ہمارے مقابلے میں اس بات کو زیادہ اچھا جانتے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تم کو بتادوں کہ اس میں سے کتنا (خرچ) حلال سمجھتا ہوں؟ جتنے میں سواری خرید سکوں تاکہ اس پر سوار ہو کر حج وعمرکر سکوں اور سردی کے موسم میں سردی کا ایک جوڑا، اور گرمی کے موسم میں گرمی کا ایک جوڑا اور میرے اہل وعیال کے لیے پیٹ بھر کھانا، اور میرا حصہ مسلمانوں میں، کیونکہ میں مسلمانوں میں سے ہی ایک فرد ہوں۔ [2]

اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رعایا کہ ادائیگی امانت کی بہت سے مثالیں چھوڑی ہیں۔

چنانچہ حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مالِ فئے کا ذکر کیا اور کہا کہ اس مال کا میں تم سے زیادہ مستحق وحقدار نہیں ہوں، بلکہ اس مال کا کوئی بھی کسی سے زیادہ مستحق وحقدار نہیں ہے، مگر ہم سارے اللہ کی کتاب (یعنی قرآن) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کے مطابق اپنی اپنی جگہ ہیں۔ لہذا کسی بھی آدمی کو اس کے سبقتِ اسلام کی بنیاد پر حصہ ملے گا، اور کسی بھی آدمی کو اس کی مجاہدانہ کوششوں کے مطابق حصہ ملے گا، اور کسی بھی آدمی کو اس کے اہل

---

[1] ولما ولی عمر بن الخطاب أمر المسلمین بعد أبی بکر مکث زماناً، لا یأکل من بیت المال شیئاً حتی دخلت علیه فی ذلک خصاصة، لم یعد یکفیه ما یربحه من تجارته، لأنه اشتغل عنها بأمور الرعیة، فأرسل إلی أصحاب رسول الله فاستشارهم فی ذلک فقال: قد شغلت نفسی فی هذا الأمر فما یصلح لی فیه؟ فقال عثمان بن عفان: کل وأطعم، وقال ذلک سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، وقال عمر لعلی: ما تقول أنت فی ذلک؟ قال: غداء وعشاء، فأخذ عمر بذلک، وقد بین عمر حظه من بیت المال فقال: إنی أنزلت نفسی من مال الله بمنزلة قیم الیتیم، إن استغنیت عنه ترکت، وإن افتقرت إلیه أکلت بالمعروف(فصل الخطاب فی سیرة ابن الخطاب ص ١٧٦ الفصل الثالث المبحث الاول)

[2] وجاء فی روایة أن عمر خرج علی جماعة من الصحابة فسألهم ما ترونه یحل لی من مال الله؟ أو قال: من هذا المال؟ فقالوا: أمیر المؤمنین أعلم بذلک منا، قال إن شئتم أخبرتکم ما أستحل منه، ما أحج وأعتمر علیه من الظهر، وحلتی فی الشتاء وحلتی فی الصیف، وقوت عیالی شبعهم، وسهمی فی المسلمین، فإنما أنا رجل من المسلمین، قال معمر: وإنما کان الذی یحج علیه ویعتمر بعیراً واحداً(فصل الخطاب فی سیرة ابن الخطاب ص ١٧٦ الفصل الثالث المبحث الاول)

www.idaraghufran.org

وعیال کی کثرت کی بنیاد پر حصہ ملے گا،اور کسی بھی آدمی کواس کی ضرورت کے مطابق حصہ ملے گا۔ ۱؎

ایک روایت حضرت ربیع بن زیاد سے مروی ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے،اور آپ رضی اللہ عنہ کی حالتِ زاراور تنگی دیکھ کر تعجب میں پڑ گئے،اور کہنے لگے کہ اے امیرالمؤمنین آپ اچھے کھانے،اچھی سواری اورنرم اورآرام دہ کپڑوں کے زیادہ حق دار ہیں۔اس وقت آپ رضی اللہ عنہ سخت خوراک کھا رہے تھے۔جب آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھی ہوئی ایک چھڑی اٹھائی اور ربیع بن زیاد کے سر پر اسے (ہلکا سا تنبیہ کے لیے) دے مارا۔پھرآپ رضی اللہ عنہ یہ بات فرمائی کہ تم نے اللہ کی رضامندی کے لیے یہ بات نہیں کہی،بلکہ میرے قریب ہونے کے لیے یہ بات کہی ہے۔اگر چہ میرا خیال یہی ہے تم میں بھلائی ہے،تمہارا برا ہو،کیا تمہیں میری اوررعایا کی مثال معلوم ہے؟انہوں نے فرمایا کہ کیا مثال ہے؟آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس قوم کی مثال ہے کہ جس نے سفر کا آغاز کیا اوراپنا سفر کا کھانا اپنے میں سے کسی ایک آدمی کے پاس امانت کے طور پر رکھوادیا،اور کہہ دیا کہ ہمارے اوپر ضرورت کے مطابق خرچ کرو۔ایسی صورت میں کیا اس کے لیے حلال ہے کہ اس میں سے کسی چیز کے بارے میں خودکودوسروں پرفوقیت دے؟انہوں نے فرمایا کہ نہیں اے امیرالمؤمنین!آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس میرے اوران لوگوں کی یہی مثال کچھ ایسی ہی ہے۔ ۲؎

۱؎ وقد ضرب الخليفة الراشد الفاروق للحكام أروع الأمثلة فى أداء الأمانة فيما تحت أيديهم، فقد روى أبو داود عن مالک بن أوس بن الحدثان قال: ذكر عمر بن الخطاب يوماً الفیء فقال: ما أنا بأحق بهذا الفیء منكم، وما أحد منا بأحق به من أحد، إلا أنا على منازلنا من كتاب الله عز وجل وقسم رسول الله – صلى الله عليه وسلم – فالرجل وقدمه، والرجل وبلاؤه، والرجل وعياله، والرجل وحاجته(فصل الخطاب فى سيرة ابن الخطاب ص ۱۷۶ الفصل الثالث المبحث الاول)

۲؎ وعن الربيع بن زياد الحارثى أنه وفد إلى عمر بن الخطاب رضى الله عنه فأعجبته هيئته ونحوه، فقال: يا أمير المؤمنين إن أحق الناس بطعام لين، ومركب لين، وملبس لين لأنت –وكان أكل طعاماً غليظاً– فرفع عمر جريدة كانت معه فضرب بها رأسه، ثم قال: أما والله ما أراک أردت بها الله، ما أردت بها إلا مقاربتى، وإن كنت لعلّها: لأحسب أن فيک خيراً، ويحک هل تدرى مثلى ومثل هؤلاء؟ قال: وما مثلک ومثلهم، قال مثل قوم سافروا فدفعوا نفقاتهم إلى رجل منهم، فقالوا: أنفق علينا، فهل يحل له أن يستأثر منها بشىء؟ قال: لا يا أمير المؤمنين، قال فذلک مثلى ومثلهم(فصل الخطاب فى سيرة ابن الخطاب ص ۱۷۶ الفصل الثالث المبحث الاول)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

بھاگو!

پیارے بچو! عثمان ایک بڑا بچہ تھا۔اس کی عمر تقریباً دس سال تھی۔ایک دن اس کے ابو کے پاس اس کے رشتہ میں ایک دور کے انکل کا فون آیا۔فون پر انہوں نے کہا کہ اس ہفتہ کے دن آپ کی ہمارے گھر دعوت ہے۔انہوں نے ایک بڑی سے کالونی میں نیا نیا گھر بنایا تھا،اس لیے اس کی خوشی میں سارے رشتہ داروں کو دعوت پر بلا رہے تھے۔

خیر عثمان بڑا خوش تھا کہ وہ ہفتہ کے دن باہر نکلے گا اور گھومے پھرے گا،مزے مزے کی چیزیں کھائے گا۔اس کے ساتھ ہی وہ اس لیے بھی خوش تھا کہ وہاں جا کر دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلے گا۔یہی باتیں سوچ سوچ کر وہ بہت خوش ہو رہا تھا۔

آخر وہ دن آ گیا کہ جس دن اس نے دعوت پر جانا تھا۔سب لوگ تیار ہو گئے،اور گھر سے شام کو وقت پر نکل گئے۔کافی دور چلتے گئے،اور بالآخر وٹس ایپ پر گوگل میپ کی مدد سے وہ گھر تک پہنچ ہی گئے۔جب ان کے گھر پہنچے تو بڑا سا گھر تھا،اور گھر کے باہر دریاں بچھی ہوئی تھیں۔دریوں کے اوپر کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔عثمان کے ساتھ اس کے دو چھوٹے چھوٹے کزن بھی گئے تھے۔جن کی عمریں لگ بھگ دو دو سال ہوں گی۔

باہر جہاں کرسیاں لگی ہوئی تھیں،وہ ایک لمبی اور کھلی سڑک کی طرح گلی تھی،اور آمنے سامنے کرسیوں پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔عثمان ادھر سے ادھر بھاگتا دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ عثمان کا ایک چھوٹا تین سال کا کزن دکھائی نہ دیا۔عثمان سے اس کی امی نے اس کا پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ نیچے گلی کی طرف بھاگتا ہوا گیا تھا۔اس کی امی نے کہا: کیا؟اس کو کسی نے روکا نہیں؟ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ چھوٹا سا بچہ بھاگتا ہوا اتنا دور چلا گیا اور کسی نے اسے دیکھا تک نہیں اور نہ ہی اسے کسی نے روکا۔بس اس کے بعد اس کی امی نے ساروں کو بلایا اور عثمان کے چھوٹے کزن کی ڈھونڈ پڑ گئی۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط60) مفتی طلحہ مدثر

امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (آٹھواں حصہ)

معزز خواتین! خواتین کی امامت کی پہلی قسم سے متعلق تفصیل بیان کردی گئی ہے، جہاں تک خواتین کی امامت کی دوسری قسم کا تعلق ہے، جس میں ایک خاتون کی اقتداء میں صرف خواتین ہی جماعت میں شریک ہوتی ہیں، اس کے متعلق کچھ تفصیل ہے، پہلے اس مسئلہ سے متعلق کچھ احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آثار وروایات

خواتین کی جماعت (یعنی جس میں مقتدی بھی خواتین ہوں اور امام بھی کوئی خاتون ہو) کئی جلیل القدر امہات المؤمنین اور صحابیات سے ثابت ہے چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَؤُمُّ النِّسَاءَ فِيْ رَمَضَانَ تَطَوُّعًا، وَتَقُوْمُ فِيْ وَسَطِ الصَّفِّ (كتاب الآثار لابي يوسف، رقم الحديث ٢١٢، كتاب الآثار لمحمد بن الحسن، رقم الحديث ٢١٥)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی رمضان میں تراویح میں امامت کرتی تھیں، اور صف کے درمیان میں کھڑی ہوتی تھیں (کتاب الآثار)

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان میں نفل نماز میں امامت فرماتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد اور ایک دوسرے جلیل القدر تابعی حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ ؛ أَنَّهَا كَانَتْ تَؤُمُّ النِّسَاءَ، تَقُوْمُ مَعَهُنَّ فِي الصَّفِّ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۴۹۹۱، کتاب الصلاة،باب المرأة تؤم النساء)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں، اور عورتوں کے ساتھ صف میں کھڑی ہوا کرتی تھیں (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عطاء کی ایک روایت میں اس کی تصریح ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عصر کی نماز میں امامت فرمائی تھی، چنانچہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عن عائشة، وكان، عندها نسوة من أهل العراق فحضرت الصلاة فأمتهن وسط الصف، وذلك في العصر (الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف،ل "أبي بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر" (المتوفى: 319 هـ)،ذكر إمامة المرأة النساء في الصلوات المكتوبة،رقم الحديث۲۰۷۷)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ ان کے یہاں اہلِ عراق کی کچھ خواتین موجود تھیں، اور نماز کا وقت آ گیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صف کے درمیان میں کھڑے ہوکر ان کی امامت کرائی ، اور یہ واقعہ عصر کی نماز میں پیش آیا۔ (الاوسط فی السنن والاجماع)

مذکورہ روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عصر کی نماز میں خواتین کی امامت فرمانا مذکور ہے۔

اور حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَؤُمُّ النِّسَاءَ فِي التَّطَوُّعِ، تَقُوْمُ مَعَهُنَّ فِي الصَّفِّ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۵۰۸۷، كتاب الصلاة، باب المرأة تؤم النساء)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صف میں خواتین کے درمیان کھڑی ہوکر ان کی نوافل میں امامت کرتی تھیں (عبدالرزاق)

اسی طرح ثقہ تابعیہ حضرت ریطہ حنفیہ رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ:

أَمَّتْنَا عَائِشَةُ فِي الصَّلَاةِ فَقَامَتْ وَسْطَنَا (الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ج۸،

www.idaraghufran.org

ص ۳۵۲، تحت رقم الترجمة ۴۶۷۴، الناشر :دار الكتب العلمية -بيروت) لے

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے درمیان میں کھڑے ہوکر نماز میں ہماری امامت فرمائی (ابنِ سعد)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

أَنَّ عَـائِشَةَ أَمَّتْهُنَّ وَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِيْ صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ (مـصنف عبد الرزاق، رقم الـحـديث ۵۰۸۶، كتاب الصلاة، باب المرأة تؤم النساء؛ السنن الكبرى، للبيهقى، رقم الحديث ۵۳۵۵، باب المرأة تؤم النساء فتقوم وسطهن)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُن کی فرض نماز میں امامت کرائی، اور اُن (عورتوں) کے درمیان میں کھڑی ہوئیں (عبدالرزاق)

مذکورہ روایت میں نفل کے بجائے وضاحت کے ساتھ فرض نماز کا ذکر موجود ہے۔ (جاری ہے......)

نمازِ چاشت کی خاص فضیلت واہمیت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى (مسلم، رقم الحديث 720 "84")

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صبح تم میں سے (ہر ایک کے ذمے جسم کے) ہر جوڑ کے بدلے میں صدقہ واجب ہے، اور ہر تسبیح (یعنی سبحان اللّٰہ کہنا) صدقہ ہے، اور ہر تحمید (یعنی الحمد للّٰہ کہنا) صدقہ ہے، اور ہر تہلیل (یعنی لاالٰہ الااللّٰہ کہنا) صدقہ ہے، اور ہر تکبیر (یعنی اللّٰہ اکبر کہنا) صدقہ ہے، اور امر بالمعروف (یعنی نیکی کا حکم) صدقہ ہے، اور نہی عن المنکر (یعنی برائی سے روکنا) صدقہ ہے، اور اس (ہر جوڑ کے واجب صدقہ) کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کفایت کر دیتی ہیں (مسلم)

تو معلوم ہوا کہ مذکورہ تمام اذکار انسان کی طرف سے صدقہ کا درجہ رکھتے ہیں، اور بطورِ خاص چاشت کی دو رکعتیں اس میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، جس کا اور بھی کئی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

ابتلاء وآزمائش سے گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا يُصِيبُ المُسْلِمَ، مِنْ نَصَبٍ وَلاَ وَصَبٍ، وَلاَ هَمٍّ وَلاَ حُزْنٍ وَلاَ أَذًى وَلاَ غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ (بخاری ، رقم الحديث 5641)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو جو بھی کوئی پریشانی، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم پہنچتا ہے، یہاں تک کہ جو کانٹا بھی اس کو چبھتا ہے، تو اس کے ذریعے سے اللہ اس کی خطاؤں کو معاف فرمادیتا ہے۔

اور حضرت شدادؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: إِنِّي إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنًا، فَحَمِدَنِي عَلَيَّ مَا ابْتَلَيْتُهُ، فَإِنَّهُ يَقُومُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مِنَ الْخَطَايَا (مسند احمد ، رقم الحديث 17118)

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں جب اپنے مومن بندوں میں سے کسی کو بلاء وآزمائش میں مبتلا کرتا ہوں، پھر وہ اس بلاء وآزمائش پر میری حمد وثناء بیان کرتا ہے، تو وہ اپنے بستر سے اس طرح خطاؤں سے پاک ہو کر کھڑا ہوتا ہے، جیسا کہ اپنی ماں سے پیدا ہونے کے دن تھا۔

www.idaraghufran.org

بے جارنج وغم سے بچنے کا حکم

جب کوئی رنج وغم پہنچے، تو اسلام میں اس پر صبر کرنے کا حکم ہے، اور بے جا غم کرنے اور اس کو بڑھانے سے بچنے کی تاکید، اور جو رنج وغم کا واقعہ پیش آئے، اس میں اپنے لیے حکمت سمجھنے اور اس واقعہ کے نتیجے کو اللہ کے حوالے کرنے کا حکم ہے۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غارِ ثور میں دشمنوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غم ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ:

”لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا“

ترجمہ: آپ نہ غم کیجئے، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے

(سورہ توبہ، آیت40)

جنگِ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہوئے، اور ستر صحابہ کرام راہِ الٰہی میں شہید ہوئے، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا حضرت حمزہ بھی تھے اور ان شہداء کا مسلمانوں کے دلوں میں طبعی طور پر صدمہ تھا اور افسردگی بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے حزن وملال کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ:

”وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ“

ترجمہ: اور نہ تم کمزور رہو اور نہ غم کھاؤ، اور تم ہی غالب رہوگے، اگر تم ایمان رکھتے ہو

(سورۃ آلِ عمران، آیت139)

www.idaraghufran.org

صبر وشکر سے متعلق دو جامع دعائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأٰى مَا يُحِبُّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ.

وَإِذَا رَأٰى مَا يَكْرَهُ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث 3803)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی پسندیدہ چیز دیکھتے تو یہ پڑھا کرتے تھے:

"**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ**"

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ جس کی نعمت کے ذریعہ سے صالح چیزیں مکمل ہوتی ہیں''۔

اور جب ناپسندیدہ چیز دیکھتے تو یہ پڑھتے:

"**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ**"

''سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ہر حال میں''۔

مذکورہ حدیث میں ہر حال میں صبر وشکر کے متعلق ایک جامع دعا بتلائی گئی ہے، جس کا اہتمام خود پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے تھے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا جائزہ

شریعت کی نظر میں مسئلۂ تکفیر کے انتہائی درجہ کے اقدام، اور انتہائی پُرخطر ہونے کی بناء پر فقہائے محققین ومجتہدین اور سلفِ صالحین کی طرف سے ہمیشہ سخت احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا، اور اگر کسی صاحبِ علم سے کسی جزئیہ میں اس کی بابت تھوڑی سے بھی بے احتیاطی صادر ہوئی، تو اس پر علمی وفقہی اعتبار سے تنبیہ کی گئی، اگرچہ وہ بے احتیاطی کسی بڑے عالم وفقیہ سے کیوں نہ سرزد ہوئی ہو، جس کے متعلق کئی قسم کی تصریحات مذکور ہیں، اسی بناء پر مذکورہ محققین نے ''اھلُ السنة والجماعة'' کے علاوہ، دیگر جملہ ''اھلُ الاھواء واھلُ البدعة'' فرقوں پر علی الاطلاق تکفیر کا حکم نہیں لگایا، اور تسلسل کے ساتھ موجودہ دور تک، دنیا بھر کے جمہور محقق علماء کا یہی موقف ہے، دیگر ممالک کے علاوہ ہندوستان وپاکستان کے بیشتر اصحابِ افتاء اور اہلِ فتاویٰ کا بھی یہی موقف ہے، اور اس مذکورہ اصولی موقف میں اہلِ تشیع بھی داخل ہیں، سوائے اس کے کہ کسی کی علی العین ناقابلِ تاویل تکفیر ثابت ہوجائے، باقی کسی کے متعلق احتمالِ کفر، یا قوی احتمالِ کفر کی بناء پر اس سے نکاح کا رشتہ قائم کرنے وغیرہ جیسی چیزوں سے بربنائے احتیاط اجتناب کا حکم، مسئلۂ تکفیر سے بالکل جدا چیز ہے، اس لئے کسی کی تکفیر میں احتیاط کے حکم سے مذکورہ امور میں احتیاط کا مسئلہ اپنی جگہ قائم رہتا ہے، اور وہ متاثر نہیں ہوتا۔

اس کے برعکس بعض محدثین اور ان کے متبعین کے ایک طبقہ کا موقف، کئی ''اھلُ الاھواء واھلُ البدعة'' فرقوں کی تکفیر کا ہے، اور اس تکفیر میں بعض نے بطورِ خاص شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر کا قول کیا ہے، جس میں اُن کی طرف سے اخلاص ونیک نیتی کے ساتھ مستدلات واستنباطات کی روشنی میں، اس موقف کو ترجیح دی گئی ہے، اور اس موقف کا متعدد کتب میں ذکر ہے۔

اور اسی موقف کو موجودہ زمانے کے علماء کا ایک طبقہ ترجیح دیتا ہے۔

لیکن دیگر اکابر وعلماء، اس سلسلہ میں سابق جمہور محققین کی طرف سے بیان کردہ موقف پر بدستور

قائم ہیں، اوراُن کو دیگر حضرات کی طرف سے علی الاطلاق تکفیر سے متعلق اختیار و بیان کردہ، مذکورہ موقف اوراس کے مستدلات واستنباطات سے اتفاق نہیں۔

ماضی قریب میں یہ اختلاف اکابر ومشائخِ دیوبند کے مابین بھی رونما ہوا۔

تاہم یہ بات واضح ہے کہ اکابر علماء کا ایک دوسرے کے ساتھ یہ اختلاف، ایک دوسرے کے مقابلہ میں ایک موقف کی ترجیح، یا ''اجتہادی صواب وخطاء'' کا ہے، اور یہ اختلاف اس نوعیت کا نہیں کہ اس کی بنیاد پر ایک دوسرے کی تضلیل وتفسیق کی جائے، یا اس کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تحاسد وتباغض اور تشدد وتعصب کو اختیار کیا جائے، اور ان میں سے ایک موقف کو لے کر دوسرے کے خلاف تحزب، جتھہ بندی، اور محاذ آرائی وغیرہ کی فضاء پیدا کی جائے۔

اسی وجہ سے مذکورہ طرفین کے اکابر کی جانب سے، اس فرق واختلاف کی بنیاد پر باہم ایک دوسرے کے متعلق تضلیل وتفسیق، تحاسد تباغض، تشدد وتعصب، یا تحزب وجتھہ بندی کی فضاء ومحاذ قائم نہیں کیا گیا، اوراس اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ باہمی الفت ومحبت، اور ایک دوسرے کی عقیدت وعظمت، اور وضع داری ورواداری کو اختیار کیا جاتا رہا۔

اس سلسلہ میں بندہ کا موقف بھی جمہور محققین کے احتیاط پر مبنی موقف کے مطابق ہے، اور آج سے نہیں، زمانۂ طالب علمی سے یہی موقف ہے، لیکن کبھی اس موقف کو دوسرے موقف کے حامل اکابر وعلماء کے خلاف تعصب وتحزب، اور محاذ آرائی، اور ان کی ذات پر ہدفِ تنقید کا ذریعہ نہیں بنایا، نہ ہی اس اختلاف کی وجہ سے، دوسرے موقف کے حامل اکابر وعلماء کی تحقیر وتضلیل کا موقف اپنایا، البتہ کسی موقف کی دلائل سے ترجیح اپنی جگہ ایک الگ معاملہ ہے۔

اس طرح کے اختلافی مسائل میں ''اھلُ السنة والجماعة'' کا یہی طریقہ ''معتدل وبرحق'' شمار کیا جاتا رہا ہے، اور آئندہ بھی'' اھلُ السنة والجماعة'' سے وابستہ ومنسلک جملہ اشخاص وافراد کو اسی ''معتدل طرز وروِش'' پر چلنا، اوراس کو اختیار کرنا چاہیے۔

موجودہ دور میں اکابر علماء کے ''علی الاطلاق تکفیر'' کے مذکورہ موقف کی اتباع کرنے والے ایسے افراد واشخاص کی بھی کمی نہیں، جو اِس سلسلہ میں مذکورہ معتدل روِش وطرز پر قائم ہیں۔

لیکن ماضی قریب میں جن اکابر علماء نے علی الاطلاق، تکفیر کا قول کیا تھا، اُن کے بعد، ان کی طرف نسبت کرنے والے ''علماء'' اور ان کے واسطہ سے'' عوام'' کا ایک ایسا طبقہ سامنے آیا کہ جو علی الاطلاق تکفیرِ شیعہ کے قول کو اختیار کر کے، مذکورہ اکابر وعلماء کی معتدل روِش وطرز پر قائم نہ رہ سکا، اور اس نے اس سلسلہ میں تشدد وتعصب کو اختیار کرنا، اور اپنے موقف پر اس طرح سے اصرار وجمود اختیار کرنا، کرانا شروع کر دیا کہ جیسا کہ جمہور محققین اور ان کے متبعین کے موقف کی کوئی حیثیت ہی باقی نہ رہی ہو، یا گویا کہ وہ نسیاً منسیاً ہو چکا ہو، یا اس کے برخلاف گویا کہ ''اجماعِ شرعی'' منعقد ہو گیا ہو، جو کہ سراسر خلافِ واقعہ ہے، کیونکہ ''اجماعِ ملزِم'' کے لیے اُس دور کے مختلف علاقوں میں موجود، تمام ''مجتہدین'' کا اتفاق ضروری ہے، اگر ایک مجتہد کا بھی دوسرے تمام مجتہدین سے اختلاف ہو جائے، تو اس کے اختلاف کی وجہ سے ''اجماعِ شرعی'' منعقد نہیں ہوتا، اور اگر ''مجتہدین'' کے بالمقابل ''غیر مجتہدین'' کا کسی مسئلہ پر اتفاق ہو، تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا، اور اس پر ''اجماعِ شرعی'' کی تعریف صادق نہیں آتی، جس کی تفصیل ہم نے باحوالہ دوسری تالیفات ومضامین میں ذکر کر دی ہے۔

اور اب ایک متشدد ومتعصب اور کم ظرف طبقہ اس حد تک جا پہنچا ہے کہ جو کوئی اس سلسلہ میں جمہور محققین کے موقف کو اختیار ونقل کرے، اس طبقہ کو اس کا اختیار ونقل کرنا تک بھی گوارا نہیں، اور اس کے خیال میں مذکورہ موقف کو اختیار کرنے والے شخص کا نہ تو مذکورہ اکابر سے کوئی تعلق ہے، اور نہ ہی جمہور محققین سے کوئی تعلق ہے، گویا کہ یہ موقف گمراہانہ وضلالانہ ہے۔

اس طبقہ نے اسی غیر معتدل روش پر مبنی موقف اور طرز کی اپنے حلقہ کے عوام میں دن ورات نشر واشاعت اور تبلیغ وتشہیر کی، جس میں جلسہ جلوسوں اور سٹیج پر ہونے والے دینی اجتماعات کے مقررین کا ایک طبقہ بھی شامل ہے، جیسا کہ بعض مقررین کی عادت ہوتی ہے، جس کا اثر عوام میں اشتعال وہیجان پیدا ہونے، اور تکفیر، ولعن طعن وغیرہ کی نعرہ بازی اور پھر مختلف فتن کے رونما ہونے کی صورت میں ظاہر ہوا۔

بعض اوقات اکابر کی مذکورہ معتدل روِش سے خروج کا ایک سبب، مختلف اہلِ تشیع کے مواد کا مطالعہ بھی ہوتا ہے، جس کا ذہن پر اثرِ خاص کا ہونا فطری امر ہے، دیگر ''اھلُ الاھواء واھلُ البدعۃ ''

کے مواد کے مطالعہ سے بھی اسی نوعیت کا اثر ہوا کرتا ہے، تا آنکہ تکفیر پر وعیدوں کی نصوص، اس میں سیرتِ نبوی اور فقہائے مجتہدین و محققین کی طرف سے انتہائی احتیاط و اعتدال پر مبنی بیان کردہ اصولِ تکفیر وغیرہ کا گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ نہ کیا جائے، ایسی صورت میں ہی اس احتیاط واعتدال کو ملحوظ رکھنا ممکن ہوا کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض اصحابِ علم موجودہ اہلِ بدعت کی کتب کا بکثرت مطالعہ کر کے ان پر تکفیر کا حکم لگانے، اور پھر اس میں تشدید کو اختیار کرنے کی طرف مائل ہو گئے، اور مجتہدین محققین کے علاوہ بعض اہلِ ظاہر، اور بعض اصحابِ حدیث بھی متعدد ''اھلُ الاھواء و اھل البدعة'' کے فرقوں کے گمراہ کن عقائد کو قرآن وسنت کے منافی سمجھتے ہوئے، ان کی تکفیر کی طرف مائل ہوئے، جیسا کہ گزرا، اور آج بھی اگر کوئی صاحبِ علم ایک ایک کر کے ''اھلُ الاھواء و اھل البدعة'' کے فاسد و باطل عقائد وافکار کو ملاحظہ کرے، تو وہ بھی اخلاص و نیک نیتی کے ساتھ ان سب پر اسی تکفیر کا حکم لگانے کی طرف مائل ہوگا، لیکن جمہور فقہائے محققین نے دیگر نصوص کی روشنی میں اس سلسلہ میں نہایت احتیاط و اعتدال پر مبنی اصول قائم کئے ہیں، جن کے پیشِ نظر انہوں نے بعض اقوال پر کفر کا قول کرنے کے باوجود، اس طرح کے کسی فرقہ، یا فرد پر تکفیر کے باب میں مذکورہ اہلِ ظاہر، اور اصحابِ حدیث کے طرزِ عمل کو اختیار نہیں فرمایا۔

اور قرآن وسنت، اسلافِ اہلِ سنت، اور فقہائے امت کی تعلیمات و تحقیقات میں ہر فردِ بشر کی رشد و ہدایت، اور تردید و تکفیر وغیرہ کا پورا پورا سامان موجود ہے، ایسی صورت میں اس کے بجائے، کسی کی اصلاح و تردید اور تکفیر وغیرہ کے لئے ''اھلُ الاھواء و اھل البدعة'' کی کتب میں غیر معمولی اشتغال وانہماک سے، فقہائے امت کے بیان فرمودہ، اعتدال و احتیاط پر مبنی، اور فتنہ وانتشار سے مامون و محفوظ نتائج و ثمرات کا حصول اس وقت تک مشکل ہو جاتا ہے، جب تک اس کے بالمقابل، مذکورہ احتیاط و اعتدال پر مبنی امور کا عقلی غلبہ نہ ہو۔ [1]

---

[1] من لم يتمكن ويصر من الراسخين فى الإيمان فلا يجوز له النظر فى شىء من ذلك بخلاف الراسخ فيجوز له ولا سيما عند الاحتياج إلى الرد على المخالف (فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۳ ص۵۲۵، قوله باب قول الله تعالى بل هو قرآن مجيد فى لوح محفوظ)

www.idaraghufran.org

بعض اوقات فقہائے محققین، اور سلفِ صالحین، اور ان کے متبعین سے اختلافِ شدید کے پیچھے، یہ تاثر اور گمان بھی کارفرما ہوتا ہے کہ علی الاطلاق تکفیر کا قول نہ کرنے والے فقہائے سلف سے اہلِ تشیع کے تقیہ کی بناء پر ان کے اصل عقائد وافکار مخفی رہے، اور جن حضرات کے علم میں مطالعہ وتحقیق کے بعد ان کے اصل عقائد وافکار سامنے آئے، تو انہوں نے فقہائے سلف کے موقف کی پیروی نہیں کی، اور اب حقیقت سے پردہ اٹھنے کے بعد کسی کو فقہائے سلف کی پیروی کرنا جائز نہیں، چونکہ اب سابق فقہاء کی مذکورہ خطاء واضح اور طے ہوچکی ہے۔

بندہ کے ذہن پر بھی کچھ دنوں تک اس اشکال کا اثر رہا، لیکن خود سابق فقہائے محققین کی تحقیقات وتعلیمات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ اشکال زائل ہوگیا، اور بندہ کو سابق فقہائے محققین کی طرف سے ہی ان امور کا شافی جواب دستیاب ہوگیا، جن کو آج اہلِ تشیع کے علی الاطلاق کفر کا سبب قرار دیا جاتا، اور پھر اس پر اصرار وجمود اختیار کیا جاتا ہے۔

اور معلوم ہوگیا کہ سابق فقہائے محققین سے یہ امور مخفی ہرگز نہ تھے، جس طرح دوسرے ''**اھلُ الاھواء واھل البدعة**'' کے عقائد وافکار بھی ان سے مخفی نہ تھے، ورنہ تو وہ ان باطل وفاسد عقائد وافکار کے بطلان کے دلائل کا بھی ذکر نہ فرماتے، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ان باطل وفاسد عقائد وافکار کی مدلل ومفصل تردید کی، ان کے ایمان کے لئے خطرناک ہونے کی موقع بموقع تنبیہ کی، اور اسی کے ساتھ ان عقائد کے حاملین کی علی الاطلاق تکفیر سے بھی اجتناب کیا۔

بندہ کو بعض مرتبہ اہلِ تشیع کی علی الاطلاق تکفیر پر بعض اصحابِ علم کا تحریر فرمودہ تفصیلی مواد مطالعہ وملاحظہ کرنے کی نوبت وضرورت پیش آئی، جس میں متعدد اہلِ تشیع کی عبارات بھی مذکور تھیں، اور اس کے مطالعہ سے وقتی وعارضی طور پر طبیعت کا شدید میلان، بلکہ ہیجان مطلق تکفیر کی طرف ہوا، اور طبعی طور پر تشویش واضطراب پیدا ہوا، لیکن فقہائے محققین کی طرف سے ملاحظہ شدہ معتدل واحوط تعلیمات کی برکت سے وہ طبعی اثر بہت جلد خود بخود زائل ہوگیا، اور نقل وعقل کی رو سے ہر قابلِ تشویش واضطراب امر کا شافی جواب مستحضر ہوکر احتیاط واعتدال قائم ہوگیا، بلکہ اس قسم کا طبعی وقتی میلان وہیجان اس کے عقلاً وشرعاً محلِ خطر وقابلِ تامل ہونے پر دال ہے، جیسا کہ شرعی وعقلی اور طبعی

ونفسیاتی امور کا اپنا اپنا خاصہ اور تاثیر ہے۔

بہر کیف مذکورہ بالا سختی وتشدد والے طرزِ عمل کا عدمِ اعتدال پر مبنی ہونا اور اس کا طرفین کے موقف حامل اکابر سے تعلق نہ ہونا، اور اس کا اکابر علماء کے متبعین کے مابین انتشار وافتراق کا ذریعہ ہونا واضح ہے، اور اس کے دلائل وبراہین اتنے زیادہ ہیں کہ جن سے ایک مستقل کتاب کا تالیف ہونا ممکن ہے، اس لئے اس غیر معتدل طرز وروش کی توضیح ہم فریضہ سمجھتے ہیں، اور ہم نے ''اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب'' کے عنوان سے طبع شدہ تالیف میں اس موضوع پر کافی وافی مواد جمع بھی کر دیا ہے۔

اور ہم برملا واضح کرتے ہیں کہ جو حضرات، اہلِ تشیع کی جن کتب کو ملاحظہ فرما کر ان کی مطلق تکفیر بازی، اور اس کے لئے دوسروں پر تشدد وتعصب سازی کا مذکورہ رویہ اختیار کرتے ہیں، وہ اپنے اس اجتہاد اور رویہ کا فقہائے محققین اور سلفِ صالحین کی تحقیق اور ان کے مبارک طرزِ عمل سے موازنہ فرما کر، طرزِ عمل وردِ عمل اختیار کریں، اسی میں عافیت وسلامتی، اور اعتدال وکمال مضمر ہے، بصورتِ دیگر انہیں اپنے متبوع اکابر کے مطابق، وسعتِ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام اور سلفِ صالحین اور ان کے متبعین کے موقف اور ان کے دلائل کا، مؤدبانہ سامنا، اور ان کے احترام واکرام کا کھلے دل کے ساتھ ہمت وحوصلہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔

بندہ نے تکفیرِ شیعہ سے متعلق، ایک استفتاء کا جواب، اپنے زیرِ ادارت ماہنامہ ''التبلیغ'' راولپنڈی کے شمارہ اکتوبر 2020ء-صفر المظفر 1442ھ میں شائع کیا تھا، جس میں باحوالہ نہایت محتاط طریقہ پر جمہور محققین اور سلفِ صالحین کے موقف کو ترجیح دی گئی تھی۔

بندہ کو اس سلسلہ میں دوسرے موقف اور اس کے مستدلات، اور اس سلسلہ میں بعض متشددین کے طرز وطریقہ کا بھی علم ہے، لیکن اختلاف کے باوجود الحمد للہ تعالیٰ ان کی طرف سے دل میں حسد وعناد اور بغض وعداوت پیدا نہ ہوئی، البتہ اعتدال قائم ہونے، اور بے اعتدالی سے اجتناب کی فکر ضرور لاحق رہی، جس کا ''مبنیٰ'' بحمد اللہ تعالیٰ، صرف رضائے الٰہی، اور جذبۂ خیر خواہی ہے، کسی کے

موقف سے مرعوب و مغلوب ہونا نہیں، اور کسی کا ایسا سمجھنا، خود اس کی اپنی حماقت وسفاہت ہے۔

بندہ کو مذکورہ بالا فتویٰ شائع کرنے سے قبل بعض متشددین و متعصبین کی طرف سے ردِ عمل کا پہلے سے احساس تھا، جو بندہ کے لئے کسی حیرت واستعجاب، اور وحشت ودہشت کا باعث نہیں تھا، الحمد للہ تعالیٰ بندہ کا مقصود رضائے خالق ہے، نہ کہ رضائے مخلوق، اور اللہ عزوجل کو اپنے ہر بندہ کے قلب ودل کی حالت کا ہر اس شخص کے مقابلہ میں سب سے زیادہ ''کامل واتم'' علم ہے، جو بھی وہ شخص اپنے نزدیک گمان کرے، اس سے امرِ حقیقی وغیبی تبدیل نہیں ہوجاتا۔

بہرحال بندہ کے مذکورہ فتوے کی اشاعت کے بعد، ایک جارح مزاج فاضل جناب حافظ عبدالجبار سلفی صاحب (ایل بلاک، سبزہ زار سکیم، ملتان روڈ، لاہور) نے بندہ کے اس فتوے پر جارحانہ ومتشددانہ نوعیت کے تحریری اعتراضات بندہ کو ارسال کیے، جس کے بعد معلوم ہوا کہ موصوف اسی تشدد وتعصب کے طرزِ عمل کے حامل ہیں، جس کا ذکر گذرا۔

اس کے علاوہ ''حافظ عبدالجبار سلفی صاحب'' سے تعلق رکھنے والے ایک اور ''صاحبِ علم'' جو کہ در اصل مقرر ہیں، اور مطالعہ وتحقیق کا کچھ ذوق بھی رکھتے ہیں، وہ پہلے بندہ سے خاص محبانہ وبرادرانہ تعلق رکھتے تھے، اور مسائلِ مختلفہ میں روابط بھی رکھتے تھے، اور کئی مسائل میں جملہ اکابرِ دیوبند سے اختلافِ رائے کو بھی وسعتِ ظرفی کے ساتھ خود ہی اختیار فرماتے، اور اس اختلاف کا برملا اظہار بھی فرماتے تھے، اسی کے ساتھ وہ اہلِ تشیع کی کتب کا غیر معمولی ذخیرہ جمع کرکے، بکثرت مطالعہ کا شوق رکھتے، اور اُن کو اپنے ساتھ بھی رکھتے تھے، اور وہ خاص اہلِ تشیع کے خلاف تقریر، تحریر اور تکفیر کا اہتمام بھی فرماتے تھے، جس کا طبیعت پر مخصوص اثر ہونا، فطری امر ہے، جیسا کہ گزرا۔

بندہ کا جب تکفیرِ شیعہ سے متعلق مذکوہ فتویٰ ماہنامہ ''التبلیغ'' میں شائع ہوا، تو اس کے بعد ایک مرتبہ انہوں نے بذریعہ فون، اس مسئلہ پر سرسری ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا، اور جب انہوں نے بندہ کی طرف سے اس مسئلہ میں عدمِ لچک کو محسوس کیا، تو اس کے بعد انہوں نے بندہ سے وہ بے تکلفانہ تعلقِ خاص باقی نہیں رکھا، اور ان کی طبیعت سے وہ مخصوص تاثر زائل نہ ہوا، جس سے بندہ کو اس مسئلہ میں ان کے بھی غیر معتدل موقف ومزاج کا اندازہ ہوا۔

اور بعض ذرائع سے یہ خبر ملی کہ مذکورہ صاحبِ علم بندہ کے مبحوث فیہ، جیسے علمی مسائل میں نکتہ چینی کے لئے تحریری مواد بھی مختلف ذرائع سے بندہ کے پاس ارسال کرواتے رہتے ہیں۔

خیر بندہ کو اس چیز سے فرق واثر نہیں پڑتا، جس کی نظر قول پر ہو، نہ کہ قائل پر، اور بندہ کے دل میں نہ ان صاحب کی طرف سے بحمداللہ تحاسد وتباغض اور تعصب وعناد ہے، نہ ہی بندہ کو کسی سے بلا مقصد، غیر ضروری میل جول، اور ربط وضبط کی طلب وخواہش ہوتی، اور نہ ہی کوئی جاہ ومال کی غرض وابستہ ہوتی، نیز بندہ کو بلاوجہ کسی سے الجھنے کی نہ عادت ہے، نہ اس کا بندہ کے پاس وقت ہے، بطورِ خاص، جبکہ کسی شخص کے مزاج میں تعصب وتحزب بھی محسوس ہو، تو پھر بندہ، ایسے شخص سے بلا ضرورت ربط وضبط اور مجالست ومصاحبت کے بجائے قرآن وسنت اور سلف کی مبارک تعلیمات میں مشغولی وہم جولی کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، اور دین وشریعت کے باب میں مذکورہ مشغولی کے بعد اس شعر کا مصداق ہونا پسند کرتا ہے:

ملے خشک روٹی، جو آزادرہ کر ہے وہ خوف وذلت کے حلوے سے بہتر

بندہ محمد رضوان کے تحریر کردہ فتوے پر جارح کرم فرما''جناب حافظ عبدالجبار سلفی صاحب'' نے جو مختلف جارحانہ اعتراضات لکھ کر ہمیں ارسال کیے تھے، ان کے جوابات، نام کی تعیین واظہار کے بغیر ہم نے''علمی وتحقیقی رسائل'' کی جلد نمبر18 میں شائع کردیئے تھے۔

جس کے بعد حافظ عبدالجبار سلفی صاحب موصوف نے، اس کی تردید میں مجلّہ''حق چار یار'' لاہور، ربیع الاول ۱۴۴۴ھ، اکتوبر2022ء کے شمارہ میں (ص۲۳ تا ۲۹''اظہارِ خیال'' کے تحت) اپنا ایک مضمون شائع کیا ہے۔

بندہ علمی امور میں'' لَا تَنْظُرْ إِلٰى مَنْ قَالَ وَانْظُرْ إِلٰى مَا قَالَ '' کے پیشِ نظر ذاتی طور پر کسی شخصی وغیر شخصی نام کی تعیین وتشہیر کے ساتھ نقد وجرح کو پسند نہیں کرتا، جیسا کہ جارح کرم فرما'' حافظ عبدالجبار سلفی صاحب'' پسند فرماتے ہیں، اور ان کا ایک عرصہ سے معمول ومشغلہ ہے، اسی بناء پر جب حافظ عبدالجبار سلفی صاحب نے مجلّہ''حق چار یار'' میں اشاعت سے قبل اپنا یہ مضمون بندہ کے ایک رفیق کو بذریعہ واٹس ایپ ارسال کیا، تو اس کو ملاحظہ کرنے کے فوراً بعد بندہ نے''خدام اہلِ

سنت،اور حق چار یار‘‘ سے منسلک بعض دیرینہ متعارف ومعزز احباب’’مثلاً جناب حافظ عبدالوحید حنفی،اور مولانا عبدالرحیم چار یاری صاحبان زید مجد ہما‘‘ سے فون پر بنفسِ نفیس رابطہ کیا،اوران کو اپنا شائع شدہ مضمون بھی اس مقصد کے لئے ارسال کیا کہ موصوف اس مسئلہ کو ذاتی انا کا مسئلہ نہ بنائیں،اور طعن وتشنیع کے انداز،اور مجلّہ وغیرہ کی نام کی تعیین وتشہیر کے بغیر،ہمارے فتوے اور تحریر پر،جس طرح چاہیں،علمی نوعیت کی سنجیدہ گفتگو فرمائیں،جیسا کہ ہم نے بھی اپنے مذکورہ بالا فتوے میں سنجیدہ ومحتاط طریقہ پر موقف کو نقل کیا،اور پھر موصوف کے اعتراضات کے جوابات تحریر کرتے وقت بھی کسی ادارہ،مجلّہ،یا شخصی نام کا اظہار نہیں کیا،جس کے بعد ہم الحمد للہ تعالیٰ پوری طرح غور وفکر،اور علمی تبادلۂ فکر کے لئے ہمہ وقت تیار ہیں،ورنہ بلا وجہ کی،الزام تراشی،اور ٹسل بازی وغیرہ کے لازم آنے کا خدشہ ہے،جس کے نتیجہ میں بات مقصد سے دوسری طرف دور نکل جائے گی،اور ایک ہی مسلک سے وابستہ افراد میں خواہ مخواہ تشویش وتفریق کی لہر پھیلے گی۔

لیکن افسوس کہ ان سب کوششوں کے باوجود موصوف کی طرف سے اپنی اس روش میں تبدیلی پیدا کرنے کے بجائے،اس کی اشاعت کی مزید طلب وجرأت اور حرص وطمع ابھری،اور دوسرے کی طرف سے اخلاقیات کے دائرہ میں رہ کر علمی تبادلۂ فکر کی خواہش کو اس کی کمزوری اور بزدلی تصور فرمایا گیا،اوراس مضمون کی بعینہٖ’’علی الاطلاق مسئلۂ تکفیر‘‘ کی طرح اشاعت پر اصرار قائم رہا،جس کی اشاعت کے بعد شنید ہے کہ بعض دیگر کرم فرما حضرات کو اس بات پر فرحت ومسرت ہے کہ موصوف کی طرف سے بندہ محمد رضوان کی خوب اچھی طرح خبر لی گئی اور خبر دی گئی ہے،گویا کہ مخبر کسی خبر کے دینے،لینے کے سلسلہ میں معتبر’’اینکر پرسن‘‘ ہوں۔

خیر اس خیر خبر کے اچھا،یا برا وغیرہ ہونے کا نمبر تو ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں آئے گا،جس کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا کہ اس شرعی مسئلہ میں کوئی خبر شرعی دلائل سے لی دی گئی ہے،یا غیر شرعی دلائل سے؟ پھر اس شرعی مسئلہ کی خبر لی گئی ہے،یا بندہ،اور بندہ کے متعلقین کی خبر لی گئی ہے؟ اور’’مخبر،یا اینکر‘‘ صاحب کی خبر میں کتنا تناسب حق وسچ پر مشتمل ہے،اور کتنا اس کے برخلاف پر؟ اور اس قسم کی خبر سے مخبر،اوران کے قارئین وسامعین کے نامۂ اعمال میں کس قدر نیکیوں کا ذخیرہ جمع ہوا؟ اور اُن کی

قیمتی معلومات میں کتنا اضافہ ہوا؟وغیرہ وغیرہ۔

لیکن فی الحال ہماری طرف سے اس خبر کو سن لینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ''موصوف مذکور'' کی مخصوص چرب لسانی اور زبان درازی وسوقیانہ زبان کی وجہ سے،ان کے متعارف مخصوص علمی حلقہ کے اذہان میں کس نوعیت کی امتیازی ونرالی،وحشت ناک''شہرت وتصویر'' قائم ہے؟اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب موصوف کا مندرجہ بالا مضمون مجلّہ حق چار یار میں شائع ہوا،تو ایک صاحبِ علم نے''جو کہ خود بھی''مطلق عدمِ تکفیر'' کے موقف کے قائل وحامل،اور بندہ کے دیرینہ رفیق ہیں''ایک دوسرے صاحبِ علم سے کہا کہ''مفتی رضوان سادہ مزاج آدمی ہے،اس نے کیوں''عبدالجبار سلفی'' سے پنگا لے لیا،یہ''سلفی'' اتنا خطرناک آدمی ہے کہ''مفتی رضوان'' کو ادھیڑ کر رکھ دے گا''۔

یہ سن کر میں نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ پنگا میں نے نہیں''سلفی'' صاحب نے لیا،انہوں نے ہی دوسرے کے کام میں بلاوجہ اپنی ٹانگ اڑائی،جس میں نہ وہ مستفتی تھے،نہ ہی مجیب تھے،دوسری بات یہ ہے کہ یہ کوئی نعوذ باللہ تعالیٰ،درندوں اور کتے،بندروغیرہ کی لڑائی تھوڑا ہی ہے کہ جو''سلفی'' صاحب مجھے ادھیڑ کر رکھ دیں گے،یہ معاملہ دین وشریعت کا ہے،جس میں سلف کا طریقہ ہمارے جیسے سادہ لوگوں کے سامنے ہے،اور شریعت نے ہر موقع کے مطابق،خواہ کوئی مخالف ہو،یا موافق ہو،اور خواہ کم فہم ہو،یا بدفہم ہو،اور خواہ چرب لسان ہو،یا بدزبان،ہر ایک کے لئے عمدہ تعلیمات وہدایات،ارشادفرمادی ہیں،اگرچہ ہمیں ان میں سے بعض تعلیمات وہدایات کے مواقع زیادہ،اور بعض کے کم پیش آئیں،اور بعض تعلیمات وہدایات عام اور اکثری احوال سے متعلق،اور بعض عارضی وعبوری احوال سے متعلق ہوں۔

عمومی اور اکثری احوال اور ان کے استعمال کی وجہ سے یہ خیال کر لینا درست نہیں کہ شریعت میں عارضی وعبوری احوال کے احکام موجود نہیں،ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس موقع پر موصوف کے ساتھ شرعی احکامات،اور طریقۂ سلف کے مطابق ردِعمل اختیار کریں گے،اور اپنی طرف سے اس مسئلہ کو حتی الوسع ذاتی انا،اور ذاتی اونچ نیچ کا درجہ نہیں دیں گے،اور نہ ہی ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی ذات

سے دل میں حسد وعناد کو پناہ دیں گے، اور نہ ہی موصوف کی بدکلامی، بدزبانی اور زبان درازی اور دھونس اور زور زبردستی سے متاثر ہوں گے، وہ اپنی دھونس اور زور زبردستی کی روِش کو اپنے پاس سنبھال کر ہی حفاظت سے رکھیں، تو بہتر ہے۔

اور موصوف بدکلامی، بدزبانی، زبان درازی اور طعن وتشنیع کو کتنا ہی طول دے لیں، ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی اس طرح سے کی گئی ''ہرزہ سرائی'' کا شرعی تناظر میں ہی ''تریاقی'' نسخہ وجواب پیش کریں گے، اور غلط طریقہ پر کی گئی ''سلائی'' کے ''بخیے'' بھی ادھیڑیں گے، اور دوبارہ درست سلائی کا سبق بھی سکھائیں گے۔

بندہ نے جب موصوف کے اس مضمون کا جواب لکھنا شروع کیا، تو توقع سے غیر معمولی مفصل ہوگیا، جس کو ماہنامہ ''التبلیغ'' کے صفحات محدود ہونے کی وجہ سے مفصل شائع کرنا، مشکل ہوگیا، اس لیے سرِ دست مناسب سمجھا گیا کہ قدرے حذف کے بعد ماہنامہ ''التبلیغ'' میں اس کی اشاعت کردی جائے، پھر مضمون کی تکمیل کے بعد ضرورت محسوس ہونے پر ان شاء اللہ تبییض وتسوید کر کے باقاعدہ اشاعتِ عام کی شکل میں اس مضمون کو طبع بھی کردیا جائے گا۔

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا جائزہ

اب ہم حافظ عبدالجبار سلفی صاحب کی طرف سے، ہمارے فتوے پر کیے گئے تجزیہ کے مغالطات کا جائزہ لیتے ہیں۔

موصوف کے اندازِ تحریر کی حقیقت

بندہ محمد رضوان کی طرف سے ''تکفیرِ شیعہ کا حکم'' کے عنوان سے، ماہنامہ ''التبلیغ'' راولپنڈی کے شمارہ اکتوبر 2020ء -صفر المظفر 1442ھ میں شائع شدہ ایک استفتاء اور اس کے مختصر جواب کی تردید میں، حافظ عبدالجبار سلفی صاحب نے مجلّہ ''حق چار یار'' لاہور، ربیع الاول ۱۴۴۴ھ، اکتوبر2022ء کے شمارہ میں (ص۲۳ تا ۲۹ ''اظہارِ خیال'' کے تحت) اپنا جو مضمون شائع کیا ہے، اس میں موصوف نے اپنے قلم سے قرآن وسنت، اور سلف کی پاکیزہ ومبارک تعلیمات کے

علاوہ، ہر وہ بات لکھ ماری ہے، جس کی خواہش اُن کے نفس نے کی، خواہ وہ بدگمانی وکذب بیانی کے قبیل سے ہو، یا الزام وبہتان تراشی کے قبیل سے ہو، یا ''تمسخر، لمز، تنابز بالالقاب'' اور ''تحقیر وتضلیل'' کے قبیل سے ہو، جن کی ممانعت ومذمت کا قرآن مجید کی سورہ حجرات میں اس طرح ذکر آیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى أَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِسَاءٍ عَسٰى أَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ، وَلَا تَلْمِزُوْا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ. يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَحِيْمٌ .يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (سورة الحجرات،رقم الآيات ۹ الى ۱۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمسخر نہ کرے کوئی قوم کسی قوم سے، ممکن ہے کہ وہ (جن سے کہ تمسخر کیا جارہا ہے) بہتر ہوں ان (تمسخر کرنے والوں) سے اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ (عورتیں کہ جن کا تمسخر کیا جارہا ہے) بہتر ہوں، ان سے (جو کہ تمسخر کرنے والی ہیں) اور نہ عیب لگاؤ اپنے (مومن بھائی) کو، اور نہ پکارو ایک دوسرے کو بُرے القاب سے، بہت برا ہے، گناہ کا نام رکھنا، ایمان کے بعد اور جو توبہ نہیں کرے گا، تو یہی لوگ ظالم ہوں گے۔اے ایمان والو! بچو تم بہت سے گمان قائم کرنے سے، بے شک بعض گمان گناہ ہیں، اور تجسس نہ کرو تم، اور غیبت نہ کریں تم میں سے بعض بعض کی، کیا پسند کرتا ہے تم میں سے کوئی اس بات کو کہ وہ کھائے گوشت کو اپنے مُردہ بھائی کے، پس ناپسند کرتے ہو تم اس کو، اور ڈرو تم اللہ سے، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، رحیم ہے۔اے لوگو! پیدا کیا ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے اور بنایا ہم نے تم کو مختلف خاندان اور قبیلے، تاکہ پہچان ہو تمہیں آپس میں، بے

شک تم میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو تم میں زیادہ تقویٰ والا ہو، بے شک اللہ ”علیم“ ہے ”خبیر“ ہے(سورہ حجرات)

اوراگر یہ معاملہ کسی کی محض ذات کا ہوتا،توان شاءاللہ تعالیٰ،ہماری طرف سے اس کوآگے بڑھانے کی زیادہ ضرورت نہ تھی، کیونکہ ذاتی معاملات میں اگرچہ برائی کابدلہ اس کے مثل سے جائز ہے،لیکن اس کودرگزرکردینے کی بڑی فضیلت ہے۔

لیکن یہ معاملہ، چونکہ دین کاہے،اورموصوف کے قلم سے،جس طرح اس دین کے اہم باب پر بے دردی کے ساتھ نشتر چلانے ،اورکذب وغلط بیانی کا صدور ہوا ہے،اورجس طرح کی بے باکی وجرأت،اور بازاری وسوقیانہ زبان کے استعمال کا مظاہرہ سامنے آیاہے،اورجس طرح جمہورفقہاء ومجتہدین اورسلفِ صالحین کے بیان کردہ محتاط موقف کونظرانداز و پامال کرکے،اس پر بری طرح اثر انداز وبراجمان ہونے کی کوشش کی گئی ہے، اس قسم کے جارحانہ وملزمانہ،اور مذموم ومسموم اقدامات کا دفاع کرنا،شریعت کی رُو سے جائز، بلکہ واجب ہے،کیونکہ موصوف کی طرف سے دوسروں کے خلاف یہ تمام اقدامات محض ایک دینی مسئلہ پراس موقف کواختیارکرنے کی وجہ سے ہورہے ہیں،جومختلف فرقوں کے لاکھوں افرادکی تکفیرسے متعلق فقہائے محققین ومجتہدین اورسلفِ صالحین کےموقف،اوراحتیاط پرمبنی ہے۔

ہمارے ساتھ کسی ذاتی ، جھگڑے ،اورلین دین کے قضیہ کی وجہ سے یہ مذکورہ سنگین ترین اقدامات نہیں کیےجارہے۔[1]

---

[1] فمن عفا أی عمن ظلمه وأصلح أی بالعفو بينه وبين الظالم فأجره على الله(تفسير الخازن، ج۴،ص ۱۰۲،سورة الشورى)

وقوله تعالى :فمن عفا أى عن المسیء إليه وأصلح ما بينه وبين من يعاد به بالعفو والإغضاء عما صدر منه فأجره على الله فيجزيه جل وعلا أعظم الجزاء(روح المعانی، ج۱۳،ص۴۷،سورة الشورى)

الإمام متى رأى بعد التأمل والتجرد عن حظوظ النفس ترک التعزير للعفو سببا للفساد والتجاسر على التعدى وتجاوز الحدود عزر بما تقتضيه المصلحة العامة وليبذل وسعه فيما فيه إصلاح الدين وانتظام أمور المسلمين(روح المعانی، ج۱۳،ص۵۰،سورة الشورى)

جميع الآيات دالة على أن العفو أحسن قال تعالى :وأن تعفوا أقرب للتقوى (البقرة) وقال :وإذا مروا باللغو مروا كراما (الفرقان) وقال :خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلين (الأعراف) وقال وإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين (النحل) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ان شدید ترین اقدامات کی نسبت اس قول کے حاملین ومتبعین، اوران کے واسطہ سے اس قول سے متعلق، قرآن وسنت میں مذکوردلائلِ شرعیہ وفقہیہ کی طرف بھی لازم آتی ہے۔

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ. وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (سورة البقرة، رقم الآية،١٩٤)

ترجمہ: پھر جو تم پر زیادتی کرے، تو تم بھی اس پر زیادتی کرو، اسی کے مِثل کہ جو اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فهذه الآيات تناقض مدلول هذه الآية والجواب :أن العفو على قسمين أحدهما :أن يكون العفو سببا لتسكين الفتنة وجناية الجانى ورجوعه عن جنايته والثانى :أن يصير العفو سببا لمزيد جراء ة الجانى ولقوة غيظه وغضبه، والآيات فى العفو محمولة على القسم الأول، وهذه الآية محمولة على القسم الثانى، وحينئذ يزول التناقض والله أعلم، ألا ترى أن العفو عن المصر يكون كالإغراء له ولغيره، فلو أن رجلا وجد عبده فجر بجاريته وهو مصر فلو عفا عنه كان مذموما، وروى أن زينب أقبلت على عائشة فشتمتها فنهاها النبى صلى الله عليه وسلم عنها فلم تنته فقال النبى صلى الله عليه وسلم :دونك فانتصرى .وأيضا إنه تعالى لم يرغب فى الانتصار بل بين أنه مشروع فقط، ثم بين بعده أن شرعه مشروط برعاية المماثلة، ثم بين أن العفو أولى بقوله فمن عفا وأصلح فأجره على الله فزال السؤال والله أعلم(التفسير الكبير،للرازى، ج٢٧، ص، ٦٠٤،سورة الشورى)

وله قبول الشفاعة فيه والعفو عنه إذا رأى ذلک كما له العفو عنه ابتداء ، وهذا فيمن كانت منه الذلة والفلتة، وفى أهل الستر والعفاف، ومن طمع بوقوعه عند السلطان والعفو عنه من العقوبة أن يكون له توبة، وأما المصرون على فسادهم، المستهزئون فى باطلهم، فلا تجوز الشفاعة لأمثالهم، ولا ترک السلطان عقوبتهم، ليزدجروا عن ذلک، وليرتدع غيرهم بما يفعل بهم وقد جاء الوعيد فى الشفاعة فى الحدود(كَمَالُ الْمُعْلِمِ بفَوَائِدِ مُسْلِم،للقاضى عياض ، ج٨،ص١٠٧ ،باب استحباب الشفاعة فيما ليس بحرام)

فجعل العفو مقروناً بالإصلاح .فالعفو قد يمكن أن يكون غير إصلاح، فقد يكون هذا الذى جنى عليک واجترأ عليک رجلاً شريراً معروفاً بالشر والفساد، فلو عفوت عنه لتمادى فى شره وفساده فالأفضل فى هذا المقام أن تأخذ هذا الرجل بجريرته، لأن فى ذلک إصلاحاً .قال شيخ الإسلام ابن تيميه :الإصلاح واجب، والعفو مندوب، فإذا كان فى العفو فوات الإصلاح فمعنى ذلک أننا قدمنا مندوباً على واجب، وهذا لا تأتى به الشريعة(مكارم الأخلاق،لمحمد بن صالح بن محمد العثيمين ،ص٢٧ ،مجالات حسن الخلق)

قوله: " فاسكت "أراد فيما إذا كان ذلک الباطل متعلقا بشخصيته مثلا، كأن يسبه، ويعيبه، فيتجاوز عنه، ولا يرد عليه بالمثل، وإن كان له الحق فى ذلک، كما قال سبحانه وتعالى:"ولمن انتصر بعد ظلمه فأولئک ما عليهم من سبيل" بل صفح، وعفا إيثارا لما هو الأفضل كما قال عز وجل:"ولمن صبر وغفر إن ذلک لمن عزم الأمور" وقال عز وجل:"وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما" لا أنه يسكت على ما يسمعه من الباطل مطلقا، يدل على ذلک قوله: " ولم يكن متعلقا بأمور الدين "(مشارق الأنوار الوهاجة ومطالع الأسرار البهاجة فى شرح سنن الإمام ابن ماجه،لمحمد بن على بن آدم بن موسى، ج٢ ص ١٢٩ ، ابواب السنة، باب اجتناب البدع والجدل)

نے تم پر زیادتی کی ہے، اور تم اللہ سے ڈرو، اور جان لو تم کہ بے شک اللہ متقیوں کے ساتھ ہے (سورہ بقرہ)

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (سورۃ النحل، رقم الآیۃ، ۱۲۶، الیٰ ۱۲۸)

ترجمہ: اور اگر تم تکلیف دو، تو اتنی ہی تکلیف دو، جتنی تم کو تکلیف دی گئی ہے (سورہ نحل)

اور سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ. وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ. اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورۃ الشوری، رقم الآیۃ، ۴۰، الیٰ ۴۳)

ترجمہ: اور برائی کا بدلہ اسی طرح کی برائی سے ہے، پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرلے، تو اس کا اجر اللہ پر ہے، بے شک اللہ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا۔ اور بلاشبہ جو بدلہ لے اپنے ظلم کے بعد، تو یہی (وہ لوگ ہیں کہ) نہیں ہے، ان پر کوئی (الزام کا) راستہ۔ بس راستہ (والزام) تو اُن پر ہے، جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر، اور سرکشی کرتے ہیں زمین میں ناحق، یہی لوگ ہیں کہ جن کے لیے عذابِ الیم ہے، اور بلاشبہ جو صبر کرے اور معاف کرے، بے شک یہ یقیناً بڑی ہمت والے کاموں سے ہے (سورہ شوریٰ)

اس لئے ہم ایک دینی اہم مسئلہ کے اس موقف پر کی گئی ہرزہ سرائی، زبان درازی وطعنہ زنی اور اس بارے میں صادر شدہ مغالطات کا جائزہ لینے پر مجبور ہیں، جو موقف کہ جمہور فقہائے محققین ومجتہدین اور بیشتر سلفِ صالحین کا ہے۔

موجودہ دور کا ایک ''المیہ'' اور ''بڑا المیہ''

آج کل ایک المیہ یہ ہے کہ کسی دینی مسئلہ میں ایک طبقہ اپنے تئیں کسی موقف کو اختیار کرتا ہے، جس

میں وہ بعض مخصوص علماء ومشائخ کی اتباع کرتا ہے،اوراس کی رات دن،اپنے حلقہ میں تبلیغ وتشہیر کرتا ہے،اورمزید براں اس پراپنے حلقہ سے حسنِ داد بھی وصول کرتا ہے،اوراس کے نتیجہ میں یہ تصورقائم کرلیتا،اورکرادیتا ہے کہ یہی موقف صدفیصداورقطعی طورپردرست ہے،اوراس کے برعکس موقف صدفیصداورقطعی طورپرغلط ہے۔

پھرجب کسی دوسرے طبقہ کی طرف سے،کسی اورموقف کی ترجیح بیان کی جاتی ہے،اوراس دوسرے موقف کی ترجیح کے دلائل بھی معقول ہوتے ہیں،اورفقہاء ومجتہدین اورعلماء ومشائخ کے،ایک بڑے طبقہ کا بھی وہی موقف ہوتا ہے،تو پہلے طبقہ کواس سے شدیداختلاف ہوتا ہے،اوراسے کسی صورت اس موقف کی ترجیح برداشت نہیں ہوتی،اوراس کی وجہ سے اس کواپنے حلقہ کے عوام میں شدت کے ساتھ بیان ونشرکردہ موقف کی وجہ سے تشویش واضطراب اورپریشانی وپشیمانی،اورخفت وملامت لاحق ہوتی ہے۔

اوراس سے بھی بڑاالمیہ یہ ہے کہ جن مسائل پرجمہورفقہائے محققین ومجتہدین اورسلفِ صالحین کے اجتہادکی روشنی میں قیمتی،وسنہری اورواضح آراءموجود ہیں،اوران کی آراءپرہزاروں سالوں سے فقہی کتابوں میں حکم بیان کیا جا تارہا ہے،اوران کے مطابق اربابِ افتاءواصحابِ فتاویٰ کا تعامل بھی تسلسل کے ساتھ موجودہ دورتک موجود ہے،ان کے مقابلہ میں بعض متاخرین کے موقف کواس طرح یکطرفہ حتمی انداز میں ترجیح دی جاتی اوراس کی قطعی انداز میں تصویب کی جاتی ہے کہ جس کی وجہ سے مذکورہ فقہائے محققین ومجتہدین اورسلفِ صالحین کے اصل موقف سے معارضہ لازم آتا ہے،پھراس معارضہ کودورکرنے کے لئے ان کے اصل موقف میں ایسی تاویلات کواختیارکیا جاتا ہے،جوان کے اصل موقف کی اتباع کرنے والے اکابرومشائخ کی نظرمیں موثرنہیں ہوتیں، اورجب وہ ان تاویلات کوترجیح نہیں دیتے،تو ان کواکابرومشائخ کا مخالف ومعاند،اوران کی محنتوں پرپانی پھیرنے والا،یہاں تک کہ دشمنانِ صحابہ کادفاع وحمایت کنندہ،اورنہ جانے کیا کچھ کہا جاتا ہے،اوراس کوطرح طرح کے الزامات واتہامات سے نوازاجاتا ہے۔

حالانکہ اگراس طرح کے الزامات واتہامات کا حقیقت سے کوئی تعلق مان لیا جائے،تو پھرسابق

فقہائے محققین ومجتہدین،اورسلفِ صالحین کے اصل موقف کے متبعین کو بھی یہ حق حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ دوسرے موقف کے حامل اکابرومشائخ،اوران کے متبعین کو مذکورہ سلف کا معاند قرار دیں۔

پھرطرفین سے اس افراط وتفریط کے معاشرہ میں جو''نتائجِ بد''برآمد ہوں گے،اورافراط وتفریط کے مرتکبین ومکتسبین کی عاقبت وآخرت کا جونقصان وخسران ہوگا،اس کا تخمینہ وانداز ہ لگایاجانا بھی مشکل ہے۔

پس اس طبقہ کا مذکورہ طرزِ عمل تشدد وتعصب اور **تجاوز عن الحدود** کی بدترین انواع میں سے ہے،جس میں خودکوتو اپنے چنداکابرسمیت ہرطرح سے،صائب،اورراست وپاک بازاور قیدوبند سے آزاد تصور کرلیا جائے، اوراپنے علاوہ،تمام دوسرے حضرات، یہاں تک فقہائے محققین ومجتہدین اور سلفِ صالحین،اوران کے متبعین کو مبتلائے ضلالت تصور کرکے،ان پر ہرطرح کی پابندی عائد کرنے،اوران کواپنے پسندیدہ مخصوص موقف کے ماننے پرلاچارومجبوراوران پرملامت وشناعت اورطعن وتشنیع کی سعی جائے،جبکہ اس موقف کے حامل ان کے مذہب کے اصل امام''ابو حنیفہ''اوردیگراصل مجتہدینِ عظام اورسلفِ صالحین،اوران کے متبعین ہی کیوں نہ ہوں۔

اس تشدد وتعصب کی مجتہدینِ عظام،فقہائے کرام اورسلفِ صالحین سے تائید نہیں ہوتی۔

بلکہ اگرکسی مسئلہ میں چندمتاخرین کے بجائے،ائمۂ مجتہدین سابقین کا بھی باہم اختلاف ہو،تب بھی اس طرح کا طرزِ عمل اختیار کرنا جائز نہیں ہوا کرتا، بلکہ وہ حدودُ اللہ سے تجاوز،اورخوداپنے اوپر ظلم،اورسخت بدعت ومعصیت،اورتعصب ومخالفتِ سلف میں داخل ہوا کرتا ہے۔

اوریہ''تعصب'' مختلف لوگوں کو''تحزب''یعنی گروہ وجتھہ بندی کی دلدل کی طرف کھینچتا،اوراس میں دھنساتا ہے،اور بالآخر عقل میں اس درجہ کا فتور وخلل پیدا کردیتا ہے کہ جس کی وجہ سے حق وباطل کی تمیز رخصت اور ختم ہوجاتی ہے،اوراس کے نتیجہ میں انسان کوایک طرح سے اندھا،بہرابنا کرچھوڑرکھتا ہے۔

حکیمُ الامت مولانااشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنے رسالہ''**احکامُ الایتلاف فی احکام الاختلاف**''میں فرماتے ہیں کہ:

جواختلاف،ایسے امرِ دینی میں ہو،جوفروع میں سے ہے،اوردلیل سے ہو،خواہ دلیل

www.idaraghufran.org

نص ہو، یا اپنا اجتہاد ہو، یا اپنے کسی متبوع صالح للمتبوعیة (یعنی ایسے مجتہد ومحقق، یا مفتی) کا اجتہاد، یا فتویٰ ہو (جو اتباع وتقلید کی صلاحیت واہلیت رکھتا ہو) (''رسالہ: احکامُ الایتلاف فی احکام الاختلاف''مشمولہ: بوادرالنوادر،ص۶۷۱،مطبوعہ:ادارہ اسلامیات، لاہور پاکستان۔سنِ اشاعت:۱۹۸۵ء)

پھر آگے چل کر اس اختلاف کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اس اختلاف کا حکم یہ ہے کہ باتفاق واجماعِ علمائے امت محمود ومقبول ہے......اوراس اختلاف کا ایک یہ بھی حکم ہے کہ جب یہ محمود ومقبول ہے،تو اس میں ایک کا دوسرے سے عداوت کرنا اور کسی کی تضلیل وتفسیق کرنا، جیسا آج کل غُلاۃ (یعنی غالی لوگوں) میں تحریراً وتقریراً معمول ہے،سخت بدعت ومعصیت وتعصب ومخالفتِ سلف ہے(''رسالہ: احکامُ الایتلاف فی احکام الاختلاف''مشمولہ: بوادرالنوادر،ص۶۷۳،۶۷۴،مطبوعہ:ادارہ اسلامیات،لاہور پاکستان۔سنِ اشاعت:۱۹۸۵ء)

حکیمُ الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ،ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

مسائلِ اجتہادیہ میں کسی ایک شق کو صواب سمجھنا، اور دوسری شق کے اختیار کرنے پر ملامت کرنا مصداق ہے''ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ'' کا(تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۷۹، الباب الثالث :احکام واقسامِ احکام کا بیان، ترتیب: مولانا مفتی محمد زید صاحب، بحوالہ''افاداتِ اشرفیہ''مطبوعہ:ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان،سنِ طباعت:۱۴۱۵ھ)

اور ایک مقام پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مسائلِ مختلف فیہا میں ایک جانب کو یقینی حق سمجھنا،اور دوسری جانب کو یقیناً باطل نہ سمجھنا چاہیے(تحفۃ العلماء،جلد۲،صفحہ۴۴۲''اجتہاد وتقلید کا آخری فیصلہ''،باب۸:مذاہب کے بیان میں،مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان،سنِ طباعت:۱۴۱۵ھ)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میرے نزدیک اس جنگ وجدل کا ایک بہت بڑا سبب فروعی اور اجتہادی مسائل میں

تحزب وتعصب اور اپنی اختیار کردہ راہِ عمل کے خلاف کو عملاً باطل اور گناہ قرار دینا اور اس پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا ہے، جو اہلِ باطل اور گمراہوں کے ساتھ کرنا چاہیے تھا (جواہر الفقہ ، جلد اول، ص۴۱۱، مضمون ''وحدتِ امت'' مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

نیز حضرت مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں:

صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور کی وہ تاریخ بھی سامنے رکھنا ضروری ہے کہ تعبیرِ کتاب وسنت کے ماتحت، جو اِن میں اختلافِ رائے پیش آیا ہے، اس پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ اس نے جنگ وجدال کی صورت اختیار کی ہو، باہمی اختلافِ مسائل کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا اور تمام برادرانہ تعلقات قائم رہنا، اس پوری تاریخ کا اعلیٰ شاہکار ہے (جواہر الفقہ ، جلد اول، ص۴۴۲، مضمون ''اختلافِ امت پر ایک نظر'' مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

اور علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

وإن كانوا قد زادوا فى ذلك ونقصوا مثل التعصب لمن دخل فى حزبهم بالحق والباطل والإعراض عمن لم يدخل فى حزبهم سواء كان على الحق والباطل فهذا من التفرق الذى ذمه الله تعالى ورسوله فإن الله ورسوله أمرا بالجماعة والائتلاف ونهيا عن التفرقة والاختلاف وأمرا بالتعاون على البر والتقوى ونهيا عن التعاون على الإثم والعدوان (مجموع الفتاوى، ج ۱۱، ص ۹۲)

ترجمہ: اور اگر وہ لوگ اس (اللہ اور اس کے رسول کے حکم میں) کوئی چیز زیادہ، اور کم کردیں، جیسا کہ جو شخص ان کے گروہ میں داخل ہوجائے، اس سے ''تعصب'' کریں، خواہ حق پر ہو، یا باطل پر، اور جو شخص ان کے گروہ میں داخل نہ ہو، اس سے اعراض کریں، خواہ حق پر ہو، یا باطل پر، تو یہ وہ ''تفرقہ بازی'' ہے، جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے مذمت بیان فرمائی ہے، پس اللہ اور اس کے رسول دونوں نے ''باہم

www.idaraghufran.org

اجتماعیت، اور باہمی الفت'' کا حکم فرمایا ہے، اور'' باہمی تفرقہ واختلاف'' سے منع فرمایا ہے، اور بر وتقویٰ پر ایک دوسرے کا تعاون کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور گناہ اور ظلم وزیادتی پر تعاون کرنے سے منع فرمایا ہے (مجموع الفتاویٰ)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

مثل من يوالي شيخا أو إماما وينفر عن نظيره وهما متقاربان أو متساويان في الرتبة فهذا من جنس أهل الكتاب الذين آمنوا ببعض الرسل وكفروا ببعض وحال الرافضة الذين يوالون بعض الصحابة ويعادون بعضهم،وحال أهل العصبية من المنتسبين إلى فقه وزهد : الذين يوالون بعض الشيوخ والأئمة دون البعض .وإنما المؤمن من يوالي جميع أهل الإيمان .قال الله تعالى (إنما المؤمنون إخوة) . وقال النبي صلى الله عليه وسلم "(المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا وشبک بين أصابعه) - وقال (:مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم كمثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالحمى والسهر) . وقال عليه السلام (لا تقاطعوا ولا تدابروا وكونوا عباد الله إخوانا)(مجموع الفتاوی، ج ۱۱،ص ۵۲۵)

ترجمہ: جیسا کہ وہ شخص جو کسی شیخ ،یا امام سے محبت رکھے، اور اس کے مثل دوسرے شیخ ،یا امام سے نفرت کرے، حالانکہ وہ دونوں رتبہ اور درجہ میں ایک دوسرے کے قریب، یا برابر ہوں، تو یہ طرزِ عمل، اہلِ کتاب کی جنس سے تعلق رکھتا ہے، جو بعض رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور بعض کا انکار کرتے ہیں، اور روافض کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بعض صحابہ سے محبت اور بعض سے عداوت رکھتے ہیں، اور'' کسی فقہ، یا زہد وتصوف'' کے سلسلہ سے تعصب رکھنے والوں کا حال بھی یہی ہے، جو بعض مشائخ، اور بعض ائمہ سے محبت رکھتے ہیں، بعض سے نہیں رکھتے، حالانکہ جملہ مومنین کو تمام اہلِ ایمان سے محبت رکھنے کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ'' انما المؤ منون اخوۃ'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ'' ایک مومن، دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے، جو ایک

دوسرے کو مضبوط کرتا ہے" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باہم انگلیاں ڈال کر یہ بات سمجھائی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" تمام مومنوں کی حیثیت باہمی محبت ومودت کے سلسلہ میں ایسی ہے، جیسا کہ ایک جسم ہو، جب اس کا کوئی عضو، بخار، یا درد وغیرہ کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتا ہے، تو اس کا پورا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم باہم قطع تعلقی نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے کی کاٹ کرو، اور تم سب اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں:

ومثله التعصب للمذاهب، والطرائق، والمشايخ، وتفضيل بعضها على بعض بالهوى والعصبية، وكونه منتسبا إليه، فيدعو إلى ذلك ويوالى عليه، ويعادى عليه، ويزن الناس به، كل هذا من دعوى الجاهلية (زاد المعاد في هدى خير العباد، ج ٢، ص ٤٣١، فصل في ألفاظ كان صلى الله عليه وسلم يكره أن تقال)

ترجمہ: اور اسی کے مثل مذہب کے لئے، اور (تصوف وغیرہ کے) طریقوں اور مشائخ کے لئے تعصب اختیار کرنا، اور بعض کو بعض پر ہویٰ اور عصبیت کی وجہ سے فضیلت دینا ہے، اور اپنے آپ کے اس کی طرف منتسب ہونے کی وجہ سے، اس کی طرف دعوت دینا، اور اس کی بنیاد پر مودت اور عداوت کا قائم کرنا، اور لوگوں کی اس معیار پر ناپ تول کرنا ہے، یہ سب چیزیں "دعوتِ جاہلیت" سے تعلق رکھتی ہیں (زادالمعاد)

اور حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"**تحزب، و تعصب للتحزب**" مدارس کی طرح، جماعات کا بھی پسندیدہ نہیں۔

"**بغضک للشئ یعمی و یصم و کذلک حبک للشئ یعمی ویصم**"

(مکاتیبِ سید سلیمان ندوی، صفحہ 185، مکتوب نمبر: 108، مطبوعہ: مکتبہ چراغِ راہ، لاہور، اشاعتِ اول مئی 1954 عیسوی)

اس طرح کی اور بھی بہت سی غیر محصور وغیر محدود تصریحات وعبارات موجود ہیں، جن کو ہم نے اپنی بعض دوسری تالیفات وتصنیفات میں نقل ودرج کر دیا ہے۔

اور اس موضوع پر ہماری ایک مستقل تالیف ''اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب'' کے نام سے طبع شدہ بھی ہے، جس میں اس موضوع پر متفرق، مفید مواد موجود ہے۔

موصوف کے قائم کردہ عنوان کا تجزیہ

اس کے بعد عرض ہے کہ مذکورہ مجلّہ میں حافظ عبدالجبار سلفی صاحب نے جو اپنا مضمون شائع کیا، موصوف کی طرف سے اس کا عنوان درجِ ذیل طریقہ پر قائم کیا گیا ہے:

''غفرانی ادارہ کے ایک غیر شعوری فتویٰ کا مُنصفانہ تجزیہ''۔

موصوف کی طرف سے نہایت عجلت وسرعت میں دوسرے کے فتوے کے غیر شعوری اور اپنے تجزیہ کے منصفانہ ہونے کا فیصلہ فرما دیا گیا، اور یہ نہ سوچا گیا کہ ابھی تک تو موصوف کی طرف سے اپنے قارئین کے سامنے بندہ کا وہ مکمل فتویٰ بھی پیش نہیں فرمایا گیا، جس کے غیر شعوری ہونے، اور اس پر اپنے تجزیہ کے منصفانہ ہونے کا عنوان قائم کرکے پہلے ہی فیصلہ صادر فرمایا جارہا ہے۔

اور نہ ہی اس بات کا لحاظ فرمایا گیا کہ موصوف اس قضیہ میں نہ تو مستفتی ہیں، اور نہ ہی مجیب، اور نہ وہ ''حکَم، فیصل، یا قاضی'' ہیں کہ جس چیز پر وہ اپنے تئیں ''غیر شعوری، یا منصفانہ'' ہونے کا حکم لگادیں، وہ صرف ان کی طرف سے حکم فرمانے سے ''غیر شعوری، یا منصفانہ'' حیثیت اختیار کرلے گی، نہ تو موصوف کو مستفتی ومجیب اور خصم کی طرف سے یہ مقام فراہم کیا گیا، اور نہ ہی تمام قارئین کی طرف سے ان کو یہ اختیار حاصل ہے، البتہ وہ خود اپنی غیر شعوری دنیا میں اس کا تصور قائم فرمالیں، تو علیٰحدہ بات ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس صورت میں ان کو اپنی مذکورہ دنیا کی حد تک ہی کسی دوسرے کے فتوے کے غیر شعوری، اور اپنی تحریر کے منصفانہ ہونے کا فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہوسکے گا۔

جہاں تک قارئین حضرات کا تعلق ہے، تو ضروری نہیں کہ وہ سب شعور سے محروم ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو فطری طور پر، اور بطورِ خاص مومنوں کو ایمان کی برکت سے شعور کی نعمت سے نوازا گیا ہے، پھر اس کے بعد وہ خود اپنی شامتِ اعمال کی وجہ سے، اپنے آپ کو اس شعور کی نعمت ودولت سے محروم ومسلوب کرلیں، اور اس کے باوجود اپنے باشعور ہونے کے دھوکہ وخداع میں مبتلاء بھی رہیں، تو اس میں کسی دوسرے کا کیا قصور ہے؟

ہمارے زیرِ بحث فتوے میں مذکور حوالہ جات وعبارات کو شعور وانصاف کی نظر سے ملاحظہ کرنے والا ،ہر باشعور ومنصف قاری بآسانی یہ نتیجہ اخذ کرسکتا ہے کہ اس فتوے میں مذکور اسلاف نے جو حکم لگایا، انہوں نے فقہائے کرام اورسلفِ صالحین کی اتباع میں دلائلِ شرعیہ وفقہیہ کا شعور حاصل کرکے،اور منصف ہوکر ہی یہ حکم لگایا،نعوذ باللہ تعالیٰ ان سے ناواقف ونابلد،اور ظالم وغیر منصف ہوکر یہ حکم نہیں لگایا۔

اوراسی وجہ سے موصوف نے ادارہ غفران کے زیرِ بحث فتوے کو تو اپنے قارئین کے سامنے ظاہر نہ کیا، بلکہ اسے مخفی رکھ لیا، تاکہ اس فتوے میں مذکور عبارات وحوالہ جات اوران کے قائلین ،اور پھر اس سے اخذ شدہ موقف سے، ان کے قارئین لاشعور رہیں،اور مقدمہ، عدالت میں دائر کیے بغیر محض اپنی خیالی دنیا میں گھر بیٹھے ہی اس فتوے کے غیر شعوری ہونے، اوراس پر اپنے تجزیہ کے منصفانہ ہونے کا فیصلہ فرمادیں۔

کسی پردہ کی آڑ میں چھپ کراس موقف کے حاملین اوران کے واسطہ سے جمہور فقہائے محققین و مجتہدین وسلفِ صالحین کی طرف غیر شعوری ،اور غیر منصف ہونے کی نسبت کرنا،خود غیر شعوری ،اور غیر منصف ہونے،اوراپنے آپ کو ''خـــــداع'' میں مبتلاء کرنے، بلکہ ''مفسِد'' ہونے کی علامت ہے، کیونکہ یہ مذموم صفات تو منافقین ومفسدین کی بیان کی گئی ہیں، فقہائے کرام اور مجتہدینِ عظام اورسلفِ صالحین،اوران کے متبعین کی طرف ان مذموم ومردود صفات وسیئات کی نسبت کیونکر درست ہوسکتی ہے؟

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا يَخۡدَعُوۡنَ إِلَّا أَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ (سورة البقرة، رقم الآية ٩)

ترجمہ:اورنہیں ''خداع'' کرتے وہ،مگر اپنے ساتھ،اور وہ شعور نہیں رکھتے (سورہ بقرہ)

اورسورہ بقرہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَلَا إِنَّهُمۡ هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَلٰكِنۡ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ (سورة البقرة، رقم الآية ١٢)

ترجمہ:یادرکھو کہ بے شک وہی مفسِد ہیں،لیکن وہ شعور نہیں رکھتے (سورہ بقرہ)

اورسورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ٦٩)

ترجمہ: اورنہیں گمراہ کرتے وہ، مگر اپنے آپ کو، اور وہ شعورنہیں رکھتے (سورہ آلِ عمران)

اورسورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ يُّهْلِكُوْنَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (سورة الانعام، رقم الآية ٢٦)

ترجمہ: اورنہیں ہلاک کرتے وہ، مگر اپنے آپ کو، اور وہ شعورنہیں رکھتے (سورہ انعام)

اورسورہ انعام میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا يَمْكُرُوْنَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (سورة الانعام، رقم الآية ١٢٣)

ترجمہ: اورنہیں مکر کرتے وہ، مگر اپنے ساتھ، اور وہ شعورنہیں رکھتے (سورہ انعام)

صاحبُ السّر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُؤْثِرُوْا مَا تَرَوْنَ عَلٰى مَا تَعْلَمُونَ ، وَأَنْ تَضِلُّوْا وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ٣٨٧٢٥، كتاب الفتن، باب ما ذكر فی فتنة الدجال)

ترجمہ: جس چیز کا مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف ہے، وہ یہ ہے کہ تم اپنے علم پر، اس چیز کو ترجیح دو گے، جو کچھ تم دیکھتے ہو، اور (اس کے نتیجہ میں) تم گمراہ ہو جاؤ گے، لیکن تم کو شعور بھی حاصل نہ ہوگا (ابنِ ابی شیبہ)

اور ہر باشعور اور منصف صاحبِ علم کو یہ بھی معلوم ہے کہ ''مطلق تکفیر، اور غیر مطلق تکفیر'' کا یہ مسئلہ ان مسائل میں سے نہیں، جن میں طرفین کے علمائے مسلمین میں سے کسی ایک فریق کو گمراہ، اور دوسرے کو غیر گمراہ تصور کیا جائے، بلکہ علماء کے مابین یہ اختلاف، ترجیح کے قبیل وسبیل سے ہے۔

ہم نے جمہور فقہائے محققین کے قول کے دلائل مضبوط محسوس ہونے کی وجہ سے اس موقف کو ترجیح دی، اور اس موقف کی وجوہاتِ ترجیح کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا، جس طرح موصوف دوسرے موقف کو ترجیح دیتے، اور اس کے دلائل اپنے مضامین، اور اپنی مجالس میں بیان کرتے ہیں۔

اسی جہت سے مسلمین میں سے جس کو، جس موقف کے قائل وحامل پر اعتماد ہوتا ہے، وہ اس سے

استفتاء واستفادہ کیا کرتا ہے،اور مستفتیین وقارئین میں سے جن کوطرفین کے موقف کا شعوری اور منصفانہ طریقہ پر جائزہ لینے کا موقع حاصل ہوتا ہے،وہ اپنی حد تک جس موقف کو راجح سمجھتے ہیں، ان کو اسے اختیار کرنے کا حق حاصل ہوا کرتا ہے، کیونکہ ان کی حیثیت بھی اس مذکورہ درجہ سے زیادہ نہیں ہوتی،اور کسی کو ان سے بغض وعداوت کرنے کا استحقاق بھی حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس طرح کے مسائل میں طرفین کے علمائے مسلمین،اوران کے واسطہ سے ان کے متبعین کے مابین اختلاف ترجیح،یا''اجتہادی صواب وخطاء'' کے قبیل سے ہوا کرتا ہے،جس کی کسی ایک جانب کو قطعیت کا درجہ حاصل نہیں ہوا کرتا،اور ہم نے بھی اس کی ایک جانب کو بدرجہ ظن راجح قرار دیا ہے،اوراس کے راجح ہونے کی تفصیلی وجوہات کا ذکر کیا ہے،جیسا کہ اس طرح کے دیگر بہت سے مسائل میں علماء کا دینی مسائل کی تحقیق کے دوران عام معمول اسی کے مطابق ہے۔

اوراگر دلائل سے کسی کو علمائے مسلمین میں سے کسی کے قول کا راجح،یا اس کا''اجتہادی صواب'' ہونا، معلوم ہوجائے،تب بھی طرفین کے علمائے مسلمین میں سے کسی کی نہ تکفیر کرنا جائز ہے،اور نہ ہی تفسیق،اور نہ ہی ان پر طعن وتشنیع کرنے کی اجازت ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ''مجموعُ الفتاویٰ''میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وقد اتفق أهل السنة والجماعة على أن علماء المسلمين لا يجوز تكفيرهم بمجرد الخطأ المحض؛ بل كل أحد يؤخذ من قوله ويترك إلا رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس كل من يترك بعض كلامه لخطأ أخطأه يكفر ولا يفسق؛ بل ولا يأثم (مجموع الفتاوى،لابن تيمية،ج۳۵،ص ۱۰۰،كتاب قتال أهل البغي،باب حكم المرتد)

ترجمہ:اور''اهلُ السنة والجماعة''اس بات پر متفق ہیں کہ علمائے مسلمین میں سے کسی کی مجرد خطائے محض کی وجہ سے تکفیر کرنا جائز نہیں، بلکہ ہر ایک کے قول سے لیا جائے گا،اور چھوڑا جائے گا،سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے(کہ آپ کا ہر حکم قابلِ اتباع ہے)اور ہر وہ شخص کہ جس کے بعض کلام کو اس کی خطاء کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے،تو اس کی تکفیر بھی نہیں کی جائے گی،اور تفسیق بھی نہیں کی جائے گی، بلکہ اس کو

www.idaraghufran.org

گناہ گار بھی قرار نہیں دیا جائے گا(مجموع الفتاویٰ)

ہم الحمد للہ تعالیٰ شروع سے ایک موقف کو راجح قرار دینے کے باوجود، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے اس متفق علیہ اصولی موقف پر قائم ہیں، اوران شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اسی پر قائم رہیں گے، موصوف کی ناواقفی پر مبنی باتوں کی وجہ سے اس اصول سے منحرف نہ ہوں گے، خواہ موصوف کتنا زور کیوں نہ لگالیں، اور کتنا ہی ورغلانے کی کوشش کیوں نہ کرلیں، بلکہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ قارئین کو بھی اس اصول کی یاد دِہانی کرائیں گے، تاکہ موصوف کی ناواقفی پر مبنی باتوں سے متاثر ہو کر وہ ''نعوذ باللہ تعالیٰ'' طرفین کے علمائے مسلمین میں سے کسی کی طرف ''تکفیر، یا تفسیق وتضلیل'' وغیرہ کی نسبت کرکے، اپنی عاقبت کا خسران ونقصان نہ کربیٹھیں۔

اس طرح کے دینی مسائل پر موصوف، یا کسی دوسرے کو اپنا قبضہ اور تسلط جمانے اور تمام اہلِ افتاء کو اپنی پسندیدہ رائے کا پابند کرنے کی کوشش کرنے کا کوئی استحقاق وجواز نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم نے جو موقف اختیار کیا، وہ موقف ہزاروں سال سے تا حال دنیا بھر کے جلیلُ القدر اہلِ افتاء، وارباب فتاویٰ کا ہے، جس کے مطابق اب بھی وہاں سے معمول کے مطابق فتاویٰ جاری ہوتے ہیں، اوراسی بنیاد پر مقاصدِ مشترکہ میں طرفین سے اشتراک بھی ہوتا ہے، ان میں سے کوئی بھی اپنے فتوے وتعامل میں نہ تو موصوف ذی شعور کی اجازت وتصدیق کا پابند ہے، اور نہ ہی موصوف کو رئیسُ المفتی، یانائب رئیسُ المفتی وغیرہ کے عہدہ پر مامور، اوراس نازک منصب پر فائز تصور کرتا۔

موصوف ذی شعور خود سے ہی دوسروں کے فتوے اور کام میں ''ٹانگ اَڑاتے'' اور ''اڑنگی لگاتے'' پھریں، تو اس سے دوسروں کی شان وکام میں کیا فرق پڑتا ہے۔

اور موصوف اگر اپنی مجالس ومحافل میں زبانی کلامی کوئی دوسرا حکم، یا فتویٰ جاری کرتے ہوں، یا اپنے کسی مضمون میں یہ بات تحریر کرتے ہوں، اوراس کے جتنے، اور جس قسم کے بھی دلائل فراہم کرتے ہوں، تو وہ معاملہ اُن کی حد تک ہے، جس کی دوسروں کو پابندی واجب ولازم نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مذکورہ فتوے کی اشاعت کے بعد موصوف کے علاوہ، دوسرے سنجیدہ ومحقق اصحابِ افتاء کی طرف سے اس پر اس نوعیت کا کوئی بھی اعتراض سامنے نہیں آیا، جو اعتراضات

موصوف کی طرف سے پیش کیے گئے۔

وفاق المدارس العربیہ، پاکستان کے موجودہ صدر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

''چودہ سو سال میں علمائے اہلِ سنت کی اکثریت، شیعوں کو علی الاطلاق کافر کہنے کے بجائے، یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کافرانہ عقائد رکھے، کافر ہے۔

اور یہی طریقہ بیشتر علمائے دیوبند کا بھی رہا ہے۔

اور چونکہ جمہور علماء کے اس طریقے میں کوئی تبدیلی لانے کے لیے کافی دلائل محقق نہیں ہوئے، اس لیے دارالعلوم کراچی، مفتیِ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے وقت سے اکابر کے اسی طریقے کے مطابق فتویٰ دیتا آیا ہے کہ جو شیعہ اِن کافرانہ عقائد کا قائل ہو، وہ کافر ہے، مگر علی الاطلاق ہر شیعہ کو خواہ اس کے عقائد کیسے بھی ہوں، کافر قرار دینے سے جمہور علمائے امت کے مسلک کے مطابق احتیاط کی ہے (فتاویٰ عثمانی، ج۱ص۹۷، کتاب الایمان والعقائد، فصل فی الفرق والاحزاب الاسلامیۃ والباطلۃ والأشخاص المتعلقین بھا، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2006ء)

اور ایک مقام پر صدرِ محترم فرماتے ہیں کہ:

زیادہ تر اسلافِ امت کا طریقہ یہ رہا ہے کہ ''من حیث المجموع'' تمام شیعوں پر کوئی حکم نہیں لگاتے، بلکہ ان کے عقائد پر حکم لگاتے ہیں کہ جو یہ عقیدہ رکھے گا، وہ کافر ہے۔......

ہر دور میں علمائے امت کا یہ طریقہ کار رہا ہے کہ بجائے بحیثیتِ مجموعی، پورے فرقہ پر فتویٰ لگانے کے، عقائد پر فتویٰ لگایا جائے کہ ان میں سے جو یہ عقیدہ رکھے گا، وہ کافر ہوگا، لیکن یہ نہیں کہا کہ سارے شیعہ کافر ہیں (انعام الباری، ج۱ص۳۳۱، کتاب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء، کراچی)

ہم بھی اس سلسلہ میں ''وفاق المدارس العربیہ'' کے محترم صدرِ مذکور کے مطابق واضح کرتے ہیں کہ چودہ سو سال میں علمائے اہلِ سنت کی اکثریت، اور ہر دور کے علمائے امت، اور زیادہ تر اسلافِ امت، اور مفتیِ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کی اتباع کرتے ہوئے ''من حیث المجموع''

www.idaraghufran.org

تمام شیعوں پر یکساں حکم نہیں لگاتے، اور علی الاطلاق ہر شیعہ کوخواہ اس کے عقائد کیسے بھی ہوں، کافر قرار دینے سے جمہور علمائے امت کے مسلک کے مطابق احتیاط کو اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سارے شیعہ کافر نہیں، بلکہ وہی شیعہ کافر ہے، جو جمہور فقہاء کے مسلمہ اصول کے مطابق نا قابلِ تاویل کافرانہ عقائد کا حامل ہو، اور ہمارے نزدیک جمہور کے اس طریقے میں کوئی تبدیلی لانے کے لیے کافی وافی دلائل محقق نہیں ہوئے، اور جو آج کل بعض علماء کی طرف سے علی الاطلاق تکفیر کی توجیہات بیان کی جاتی ہیں، فقہائے محققین کی طرف سے بیان کردہ انتہائی احتیاط پر مبنی ''اصولِ تکفیر'' اور ان کے انطباق کی روشنی میں ان کا تمام اہلِ تشیع میں مؤثر ہونا محقق نہ ہوا۔

اور ہم مذکورہ حضرات کے مقابلہ میں دوسرے موقف کو راجح نہیں سمجھتے، اور نہ ہی دوسرے موقف کے قائلین کی تکفیر، تضلیل، تفسیق وغیرہ کرتے، اور نہ ہی کسی کو اس کی اجازت دیتے۔

ہماری اس سلسلہ میں پوری تفصیل کا ماحصل، خلاصہ اور لبِ لباب یہی ہے، اور ہماری جملہ بحث اسی اصول کے گرد دائر ہے۔

اب موصوف صاف صاف بتلائیں کہ کیا سب پر اسی قول کی اتباع واجب ہے، جس کو وہ راجح سمجھتے ہیں؟ یہ منصب اور مقام تو ائمہ مجتہدین ومتبوعین میں سے کسی ایک امام کو بھی حاصل نہیں کہ دنیا بھر کے علماء وارباب افتاء اور اہلِ استفتاء، خاص اس امام کے بیان واختیار کردہ موقف کے پابند ومکلّف ہوں، پھر موصوف کو یہ حق کیسے حاصل ہوسکتا ہے، جو ائمہ مجتہدین متبوعین کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے۔

جملہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مخلوقات میں یہ مقام ومنصب تو صرف اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيَدَعُ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(العجم الكبير للطبراني،رقم الحديث ١١٩٤١) [1]

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، ورجاله موثقون(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ٨٤٠،باب الاجتهاد)

ترجمہ: کوئی شخص بھی ایسا نہیں کہ جس کا قول لیا، اور چھوڑا نہ جاتا ہو، سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (طبرانی)

ہمارے فتوے پر موصوف کی ایک غلط بیانی کا تجزیہ

مغالطہ: ......اس کے بعد موصوف نے اپنے منصفانہ تجزیہ کے آغاز میں لکھا:

''ادارہ غفران سے جاری شدہ ماہنامہ ''التبلیغ'' راولپنڈی کے کار پردازان پر بھی آج کل امامیہ فرقہ کو ''اسلام'' کی سند مہیا کرنے کا خبط سوار ہوا ہے، اور یہ سودا گاہے، ماہے، وطنِ عزیز کی بعض شخصیات کے سر پر سَما تا رہتا ہے''۔

جوابِ مغالطہ: ...... موصوف کے بارے میں پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ محض لفاظی و چرب لسانی، بلکہ بد گوئی و بدزبانی، اور الغرض بازاری وسوقیانہ لسان کے عادی اور ماہر ہیں، اور اب ان کے طرزِ عمل سے یہ بھی اندازہ ہو رہا ہے کہ ان کی مذکورہ عادت ومہارت نے ان کو کافی حد تک ''تفقه فی الدین، اور اکابر ومشائخ کے اخلاقیات، اور علمی دیانت داری'' جیسی عظیم اور اہم نعمتوں سے بھی محروم کرنا شروع کر دیا ہے، جس کے مناظر آ گے آتے ہیں۔

کیونکہ یہ ''عادتِ بد'' فہم وعقل کو بھی بری طرح متاثر کرتی ہے، اور ''کم فہم'' کو ''بدفہم'' بناتی ہے، اور اسی کے ساتھ دوسری کئی بدترین خصلتوں، مثلاً کذب وخیانت وغیرہ کا بھی سبب وذریعہ بنتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : لاَ يَجْتَمِعُ الْإِيْمَانُ وَالْكُفْرُ فِيْ قَلْبِ امْرَءٍ، وَلاَ يَجْتَمِعُ الصِّدْقُ وَالْكَذِبُ جَمِيْعًا، وَلاَ تَجْتَمِعُ الْخِيَانَةُ وَالْأَمَانَةُ جَمِيْعًا (مسند احمد، رقم الحديث ۸۵۹۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان اور کفر ایک آدمی کے دل میں جمع نہیں ہوسکتا، اور سچ اور جھوٹ دونوں بھی جمع نہیں ہوسکتے، اور خیانت اور امانت یہ دونوں بھی جمع نہیں ہوسکتے (مسند احمد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ مومن، ہر خصلت پر پیدا کردیا جاتا ہے، سوائے خیانت اور کذب یعنی جھوٹ کے۔ [1]

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

جو لوگ ’’بک بک‘‘ بہت کرتے ہیں، ان کا فہم، اور ان کی عقل برباد ہوجاتی ہے (’’استاد وشاگرد کے حقوق اور تعلیم وتربیت کے طریقے‘‘ ص ۱۶۹، مشمولہ: تحفۃ العلماء، ج۱، بحوالہ ’’حسن العزیز‘‘ ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت: ۱۴۱۵ھ)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

---

[1] عن مصعب بن سعد، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " كل خلة يطبع – أو قال: يطوى – عليها المؤمن – "شک علی بن هاشم – إلا الخيانة والكذب (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحديث ۷۱۱)

قال حسين سليم أسد الداراني: رجاله رجال الصحيح (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

عن مصعب بن سعد، عن أبيه، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المؤمن يطبع على كل خلة غير الخيانة والكذب وهذا الحديث يروى عن سعد، من غير وجه موقوفا ولا نعلم أحدا أسنده إلا علي بن هاشم، عن الأعمش عن أبي إسحاق بهذا الإسناد (مسند البزار، رقم الحديث ۱۱۳۹)

قال نبيل بن منصور البصارة الكويتي:

"يطبع المؤمن على كل شيء إلا الخيانة والكذب"

قال الحافظ: وأخرج البزار من حديث سعد بن أبي وقاص رفعه قال: فذكره، وسنده قوي، وذكر الدارقطني في "العلل "أن الأشبه أنه موقوف، وشاهد المرفوع من مرسل صفوان بن سليم في "الموطأ "ضعيف مرفوعا صحيح موقوفا (انيس الساری تخريج احاديث فتح الباری، ج۹ ص ۶۷۲۱، تحت رقم الحديث ۴۷۳۳، حرف الياء)

وقال الدكتور سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثري:

إسناد الحديث حسن، قال الهيثمي، رجاله رجال الصحيح، وقال ابن حجر في الفتح (10/ 508) وسنده قوی (حاشية المطالب العالية، ج۱۲ ص ۳۸۸، تحت رقم الحديث ۲۹۱۸، باب علامات الإيمان)

(كل خلة يطبع عليها المؤمن) أي يمكن أن يطبع عليها (إلا الخيانة والكذب) فلا يطبع عليهما وإنما يحصل له ذلك بالتطبع ولهذا صح سلب الإيمان عنه في قوله "لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن "ولا معارضة بين استثناء الخصلتين هنا وخبر من كن فيه كان منافقا خالصا ومن كان فيه خصلة منهن كان فيه خصلة من النفاق من إذا أؤتمن خان وإذا وعد أخلف وإذا حدث كذب لأن خلف الوعد داخل في الكذب والفجور من لوازم الخيانة (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۲۳۰۰)

www.idaraghufran.org

کسی کی حکایت، کسی کی شکایت، بعض مرتبہ ''غیبت'' تک نوبت آ جاتی ہے، اس سے اجتناب کی ضرورت ہے (''استاد وشاگرد کے حقوق اور تعلیم وتربیت کے طریقے'' ص۱۷۴، مشمولہ: تحفۃ العلماء، ج۱، بحوالہ ''الافادات الیومیہ'' ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت: ۱۴۱۵ھ)

اور اگر موصوف کی اس مذکورہ عادت وخصلت کا معاملہ ان کی ذات تک محدود رہتا، اور دین کے اہم باب کی طرف متعدی ومفضی اور متجاوز نہ ہوتا، تو ہم ان کے ساتھ وہی برتاؤ، اور سلوک اختیار کرتے، جس کا اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں ذکر فرمایا ہے۔

سورہ مؤمنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (سورة المؤمنون، رقم الآية

ترجمہ: اور وہ لوگ جو کہ ''لغو'' سے اعراض کرنے والے ہیں (سورہ مومنون)

اور سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِيْنَ (سورة القصص، رقم الآية ۵۵)

ترجمہ: اور جب سنتے ہیں وہ ''لغو'' کو، تو اعراض کرتے ہیں وہ اس سے، اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے، ہمارے اعمال ہیں، اور تمہارے لیے، تمہارے اعمال ہیں، سلام ہو تم پر، نہیں پیچھا کرتے ہم جاہلوں کا (سورہ قصص)

اور سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا (سورة الفرقان، رقم الآية ۶۳)

ترجمہ: اور جب مخاطب ہوتے ہیں ان سے جاہل لوگ، تو کہتے ہیں وہ، سلام (سورہ فرقان)

ماہنامہ ''التبلیغ'' کے زیرِ بحث شمارہ میں جس استفتاء کا جواب شائع کیا گیا تھا، وہ واضح طور پر ''تکفیرِ شیعہ کا حکم'' کے عنوان سے طبع ہوا تھا، اور ''شیعہ اثناعشری'' کی تکفیر کا حکم مذکورہ سوال اور اس کے جواب میں ضمنی طور پر آیا تھا۔

چنانچہ مذکورہ استفتاء کے الفاظ درجِ ذیل تھے:

www.idaraghufran.org

سوال:

کیا تمام اہلِ تشیع کافر ہیں، یا نہیں؟

اور ''شیعہ اثنا عشری'' کی تکفیر کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ سنا ہے کہ یہ لوگ قرآن مجید کی تحریف کے قائل ہیں۔ باحوالہ جواب درکار ہے۔

(ملاحظہ ہو: ماہنامہ: التبلیغ راولپنڈی، جلد18 شمارہ02، اکتوبر2020ء - صفرالمظفر 1442ھ)

مذکورہ بالا استفتاء کا جواب بھی، سوال کے مطابق تحریر کیا گیا تھا۔

جس کے ضمن میں اکابرِ دیوبند و جماعتِ دیوبند کے ایک فتوے کو بھی نقل کیا گیا تھا، جس میں سوال اثنا عشری شیعوں کے بارے میں کیا گیا تھا، اور اس کا جواب علی الاطلاق تکفیر کا نہیں دیا گیا تھا، جس کا دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے رجسٹر سے ریکارڈ کا بھی ذکر ہے۔

پھر اس کے بعد موصوف نے جو اس فتوے پر اپنی ''معترضانہ و معاندانہ تحریر'' ارسال کی تھی، اس میں موصوف کی طرف سے جو امور زیرِ بحث لائے گئے تھے، ان پر کلام اس معترضانہ و معاندانہ تحریر کی جہت و نوعیت کے لحاظ سے کیا گیا تھا، جس میں اہلِ تشیع کے مختلف فرقوں پر کلام کیا گیا تھا، جن میں ''زیدیہ فرقہ'' کا بھی ذکر تھا، اور موصوف کی طرف سے ذکر کئے گئے اعتراضات اور ان کے انداز پر بھی کلام کیا گیا تھا، ساتھ ہی ہمارے بیان کردہ موقف کی چند وجوہاتِ ترجیح کا ذکر کیا گیا تھا۔

موصوف کی مذکورہ بالا تحریر کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ موصوف نے ہمارے فتوے کی طرف ''امامیہ'' کے حکم کی نسبت کی ہے، جس کا ''علمی خیانت'' کے زمرہ میں داخل ہونا، بدیہی ہے، چہ جائیکہ اس کو ''علمی دیانت داری'' کے زمرہ میں مانا جائے، جیسا کہ ہمارے فتوے میں مذکور سوال، و جواب اور اس کے عنوان سے ظاہر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ''اھلُ السنة والجماعة'' کے علاوہ، جن بیسیوں باطل فرقوں، بشمول خوارج و روافض کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف نسبت کی وجہ سے خود اسلام، اور جمہور محققین نے ''اسلام'' کی وہ ظاہری سند عطاء کی ہے، جس کے بندے دنیا میں مکلّف ہیں، جب تک متعین طریقہ پر کسی کی طرف سے ''التزامِ کفر'' کا ثبوت نہ ہو جائے، باقی سینہ میں چھپی ہوئی رازداریوں کا حساب آخرت میں ''اللہ'' نے لینا ہے۔

www.idaraghufran.org

اور مذکورہ فتوے میں اسلام اور جمہور محققین کی اسی ظاہری سند کا ذکر کیا گیا ہے۔
جس کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ ان افراد نے اسی مذکورہ ظاہری سند کا حوالہ دیا ہے، اور اسی سند کو نقل کیا ہے۔

لیکن موصوف نے اس کی نسبت مذکورہ فتوی نگار افراد کی طرف فرمانے میں عافیت محسوس کی۔
اور اپنی لفاظی و چرب لسانی میں ''کار پردازان''، اور ''سند مہیاء کرنے'' اور ''خبط سوار ہونے'' اور ''اس سودے کے گاہے، ماہے، وطنِ عزیز کی بعض شخصیات کے سر پر سَماتے رہنے'' کی تمام جعلی و ناکارہ سندیں ہی مہیاء کردیں، جیسا کہ ان کے پاس اس طرح کی اسناد، تیار و مہیاء کرنے کے سب اختیارات حاصل ہیں، اور وہ جس بڑے اور چھوٹے کو چاہیں، یہ سند فی الفور سوچے سمجھے بغیر عطاء فرما سکتے ہیں، لیکن موصوف کی اس نوع کی سند حاصل کرنے، اور اس کی خواہش رکھنے، اور اس کو اہمیت دینے والے افراد کی تعداد فقہائے محققین و مجتہدین، اور ان کے متبعین کی سند کے مقابلہ میں کسی بھی حیثیت کی حامل نہیں۔

جس شخص کے نزدیک فقہائے محققین، و مجتہدین، اور سلفِ صالحین، بشمول امام ابوحنیفہ، اور اس کے اپنے ہی مسلک کے متعدد اکابر سب ہی ''مطلق عدمِ تکفیر'' کے قول کی وجہ سے خبط کی زد میں ہوں، تو اس شخص کے اپنے خبط میں مبتلاء ہونے میں تو کوئی شک نہیں، پھر ایسے خبطی کی سند کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے۔

اس سلسلہ میں شخصِ مذکور کو سورہ بقرہ کی اُس آیت کو ملاحظہ کرکے ہی اپنے خبط کا علاج ممکن ہے، جس میں سود خوروں، اور سود کو بیع کے مثل کہنے والوں کو اس ''خبطِ شیطانی'' میں مبتلاء ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، ساتھ ہی ان کے ابدی جہنم کے مستحق ہونے کا حکم بھی لگایا گیا ہے۔ [1]

لیکن ہم وفاق المدارس کے محترم صدرِ مذکور، اور ان شخصیات اور ان کے متبوعین، جن کا ذکر آگے آتا ہے، اُن پر ''خبط سوار ہونے، اور کسی قسم کے سودے'' کے الزام کی نسبت کو واقعہ کے مطابق نہیں سمجھتے،

---

[1] الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ(سورة البقرة،رقم الأية ٢٧٥)

وہ ان تمام بری خصلتوں سے بریٔ ہیں، البتہ اگر موصوف کی طرف سے کسی سے تکفیر بازی کی مہم کے لیے سودے بازی کی گئی ہو، جس کی وجہ سے ان کے دماغ پر ہر وقت تکفیر بازی کا خبط سوار رہتا ہو، تو اپنے آپ کو پردہ کی آڑ میں رکھ کر اس طرح کی بری، اور فاجرانہ و کافرانہ خصلتوں کی نسبت، ایسی شخصیات کی طرف کرنے کا کوئی حق نہیں، جن کے متعلق آگے خود انہوں نے ظاہری دعویٰ ''تقویٰ و ورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز'' ہونے کا کیا ہے ''**کما سیجیئ**''

ایسی صورت میں ''خبطی سلفی'' صاحب کو فقہاء و مجتہدین، اور ان کے متبعین کے زمرہ سے نکل کر کسی ایسی'' نرالی سلفیت'' کو ہی تلاش کرنا پڑے گا، جہاں سب کے سب لوگ ''خبطی سلفی'' نوعیت و کیفیت کے جمع و مجتمع ہوں، اور وہ اپنے'' خبط'' کی وجہ سے مجتہدین و سلفِ صالحین، اور ان کے متبعین میں سے کسی کو بھی اپنے قریب و نزدیک نہ پھٹکنے، اور بھٹکنے دیتے ہوں۔

ادب کے عنوان سے کی گئی کارروائی کی حقیقت

مغالطہ: ......پھر موصوف نے اپنے مضمون میں آگے لکھا:

''وطنِ عزیز کی ان شخصیات میں گنتی کے دو تین افراد تو ایسے ہیں کہ ان کے فتویٰ و رائے سے اختلاف ہونے کے باوجود، ان کے متعلق اپنا اختلافی نقطۂ نظر پیش کرنے کو اس لیے طبیعت آمادہ نہیں ہوتی کہ وہ اپنے تقویٰ و ورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز ہیں، اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سے اختلافی آراء متبادل کرنے والے بھی انہیں کے ہم وزن اور علمی حیثیت سے ان کے مماثل ہوں، تا کہ ان کے مقام و مرتبہ کے خلاف بالفرض بے دھیانی سے بھی کوئی بات درج ہو جائے، تو کم از کم ہم ایسے طلبہ پر بے ادبی یا کسرِ شان کا داغ نہ لگنے پائے''۔

جوابِ مغالطہ: ......''موصوف پاک صاف طبیعت'' کو اس بات کا شعور ہونا چاہیے کہ یہاں نہ تو کسی بے ادبی والے قضیہ و قصہ، اور واقعہ و تنازعہ کا باب کھلا ہوا ہے، اور نہ ہی کسی بڑے سے اس طرح کے مسائل کی ترجیح میں اختلاف کا ہو جانا، بے ادبی کو مستلزم ہے۔

اور اگر موصوف کو کسی دینی مسئلہ میں وطنِ عزیز کی شخصیات میں گنتی کے دو تین افراد کے فتوے،

ورائے سے اختلاف ہونے کے باوجود ان کے متعلق اپنا اختلافی نقطۂ نظر پیش کرنے پر اس لیے طبیعتِ پاکیزہ آمادہ نہیں ہوتی کہ وہ شخصیات اپنے تقویٰ وورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز ہیں۔

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو موصوف انتہائی پاکیزہ نازک طبیعت کے مالک ہونے کی وجہ سے اختلاف کو احترام کے منافی سمجھتے ہیں، یا پھر ایسے انداز کو اختیار کرنے کی ''عادتِ رذیلہ وخصلتِ سیئہ'' سے مجبور ومغلوب ہیں کہ جو بے ادبی وکسرِ شان کو مستلزم ہو۔

حالانکہ ایسی شخصیات کے موقف پر کلام ''بے ادبی وکسرِ شان کا اہتمام ودھیان رکھتے ہوئے'' بھی ممکن ہے۔

کیا ان قابلِ احترام شخصیات کے بیان واختیار کردہ موقف سے اختلاف کا اظہار کرتے وقت اس طرح کی بے دھیانی کا ارتکاب کرنا ضروری ہے؟

اور کیا موصوف کو حق گوئی کے لئے اپنی شانِ عالی پر مذکورہ الزام کا داغ ودھبہ لگنے کا خوف حاوی وطاری ہے؟

اور وہ اس طرح تمام الزامات ہم جیسے چھوٹوں کے سر تھونپ، تھانپ کران بڑوں کو بھی اس کی زد میں لانا چاہتے ہیں، تاکہ موصوف سب کچھ کہنے لکھنے کے باوجود، بڑوں کے سامنے اپنے آپ کو ''دودھ سے دھلا ہوا، ادب کا پیکر'' ثابت کرسکیں، اور اپنے لئے پھولوں کی سیج کو سجا کر رکھیں۔

اور ہم جیسے چھوٹوں کے نام پر تمام الزامات قائم فرماتے، اور خاردار کانٹوں کی باڑ بچھاتے رہیں۔

جیسا کہ آگے موصوف کی طرف سے جارحانہ ومتشددانہ، بلکہ غالیانہ ومفرطانہ نوعیت کے الزامات واتہامات سے ان شاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوگا۔

پھر اگر موصوف کو اپنے حلقہ وطبقہ میں ان چند تقویٰ وورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز شخصیات کے مقابلہ میں، ان سے اختلاف کرنے والی انہیں کے ہم وزن اور علمی حیثیت سے ان کی مماثل شخصیات ڈھونڈے سے دستیاب ہوجائیں، تاکہ ان مقدم الذکر شخصیات کے مقام ومرتبہ کے خلاف بے دھیانی سے بھی کوئی بات درج ہوجائے، تو ان مؤخر الذکر شخصیات پر موصوف

جیسے طلبہ ہونے کی وجہ سے بے ادبی، یا کسرِ شان کا داغ نہ لگنے پائے‘‘۔

تو موصوف کو یہ شوق وذوق بھی پورا کر کے دیکھ لینا چاہیے، تاکہ واضح ہو جائے کہ اس کے بعد، وطنِ عزیز کی وہ چند تقویٰ وورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز مقدم الذکر شخصیات، ان مماثل مؤخر الذکر شخصیات کے قول کو ترجیح دیتی ہیں، یا کہ وہ ان سابق فقہاء ومجتہدین اور سلفِ صالحین کے موقف کو ترجیح دینے پر بدستور قائم رہتی ہیں، جن کے بیان کردہ دلائل کی طرف ان کا رجحان، اور ان کے موقف کا مدار ہے؟

جس کے بعد موصوف کی یہ تشنگی وبے سکونی بھی ان شاء اللہ تعالیٰ دور ہو جائے گی، اور اس کا بار بار تذکرہ کرنے کی زحمت وکلفت اٹھانے سے، موصوف کو نجات وتسکین حاصل ہو کر، عمر بھر کے لئے مکمل شفایابی مہیاء ہو جائے گی۔

اسی کے ساتھ موصوف کو اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ ان تقوے وورع اور اجتہادی شان کے اونچے درجے کی حامل مقدم الذکر شخصیات کا موقف اس وقت بھی یہی تھا، جب ان کے سامنے موجودہ زمانہ کے مماثل، موخر الذکر حضرات سے بھی زیادہ بڑی بڑی شخصیات، اور اس موضوع پر ان کی تحریرات موجود تھیں، اور ان مقدم الذکر حضرات وشخصیات نے ان موخر الذکر حضرات’’ جیسا کہ مولانا منظور نعمانی اور مولانا یوسف لدھیانوی صاحبان رحمہما اللہ وغیرہ‘‘ کے زمانہ اور ان کی موجوگی میں بھی اپنے اسی موجودہ موقف کا زبانی وتحریری طور پر اظہار فرمایا تھا، جس کا ثبوت بمع تواریخ کے مطبوعہ ریکارڈ میں موجود ومحفوظ ہے۔

اور موخر الذکر قابلِ قدر واحترام بزرگوں کے موقف کے تفصیلی مستدلات کے جوابات بھی جمہور فقہائے محققین ومجتہدین، اور سلفِ صالحین کے مستند حوالہ جات وعبارات میں موجود ہیں، جن سے اگر موصوف، تعرض فرمائیں گے، تو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ سلف وخلف کی اتباع کرتے ہوئے نہایت ادب واحترام کے ساتھ، موصوف کے ساتھ ساتھ دیگر قارئین کے سامنے ان کے ایک ایک کر کے جوابات کو پیش کرنے میں موصوف کی طرح نہ تو بے دھیانی میں کوئی ایسی بات درج کریں گے، جس کی وجہ سے ان’’ قابلِ قدر واحترام بزرگوں‘‘ کے مقابلہ میں ہماری شان کے بلند وبالا ہونے کا اظہار ہوتا ہو، اور نہ ہی ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے اوپر بے ادبی، یا کسرِ شان کا داغ لگنے سے

خائف ہوں گے، کیونکہ الحمدللہ تعالیٰ ہم نے اپنی کسی شان کو ’’جوڑ، سنبھال، یا دھوڈھلا کر‘‘ رکھا ہوا ہے ہی نہیں، جو اس کے ٹوٹنے، کسر پیدا ہونے، یا داغ لگنے کا ڈر و خوف حائل و دامن گیر ہو۔

اور بعض امور پر ہم نے ’’بحمد اللہ تعالیٰ‘‘ ایک تالیف میں کلام کر بھی دیا ہے، جو اہلِ مطالعہ کے سامنے ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی طبع ہو کر منظرِ عام پر آ جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ اس وقت ماضی قریب میں نہ تو مقدم الذکر حضرات کو موخر الذکر حضرات کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے میں، موصوف کی طرح بے ادبی، یا کسرِ شان کا داغ لگنے کا خوف وخطرہ لاحق ہوا، اور نہ ہی موخر الذکر موقف کے حامل ذمہ دار اکابر نے ان مقدم الذکر حضرات کے موقف پر ضلالت وغیرہ کا حکم لگایا، نہ ہی ان کو اس موقف کے ترک کرنے پر مجبور کیا، نہ ہی ان پر بے ادبی کا الزام عائد کیا، اور نہ ہی ان کے دل میں ان کی تحقیر پیدا ہوئی، کیونکہ ان سب کے نفوس کا ایسا تزکیہ وتجلیہ ہو چکا تھا، جس میں اس قسم کی نفسانی وشیطانی چیزوں کی مداخلت وملاوٹ کی گنجائش ہی نہیں تھی، جن کو موصوف بڑی اہمیت کے ساتھ ذکر فرما رہے ہیں، ان سب جملہ اکابر کو معلوم تھا کہ یہ حق وباطل، اور ضلالت وقطعیت کا اختلاف نہیں، جیسا کہ موصوف کا خیال ہے، تو کیا اس صورتِ حال میں محض موجودہ زمانہ کی مماثل شخصیات کے کلام کرنے کی وجہ سے ان مقدم الذکر تقویٰ وورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز شخصیات و افراد کے موقف کو تبدیل کرایا جانا، ممکن ہے، جبکہ ان مقدم الذکر تقویٰ وورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز شخصیات وافراد کا مرجح وموجہ قول اور اس کے دلائل، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مذہب کی کتب میں پہلے بھی موجود تھے، اور اب بھی موجود ہیں، اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی موجود رہیں گے، خواہ موصوف اپنے جملہ معاونین سمیت مل کر کتنی زور آزمائی ان کو مٹانے کی کیوں نہ فرمالیں، وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکیں گے، جب چاہیں، آزمالیں، اور تجربہ کر کے دیکھ لیں۔

اور اگر تمام تر کوششیں کرنے کے باوجود موصوف کو موجودہ زمانہ میں ایسی کوئی بھی منفرد شخصیت دستیاب نہ ہو، تو موصوف کو جو کہ انتہائی پاکیزہ طبیعت کے حامل ہیں، مزید ادب واحترام کی مشق وتربیت کی تکمیل کے بعد خود سے یہ مبارک فریضہ سرانجام دے کر تشنگی دور کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر کسی صاحبِ علم کو دوسرے کی علمی و دینی رائے سے اتفاق نہ ہو، بلکہ اختلاف ہو، تو اسے اپنی فیما بینہٗ و بین اللہ دیانت دارانہ علمی و دینی رائے کو ظاہر کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے، لیکن اس علمی و دینی اختلاف کو افراط و تفریط، باہمی تعصب و تحزب اور ذاتی ضد بازی و نفسانیت اور دوسرے اصحابِ علم اور ان کے متبعین کی ذاتی و شخصی بے احترامی اور تحقیر و تنقیص، یا ان سے حسد، بغض و عداوت قائم کرنے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا يَجْتَمِعُ فِيْ جَوْفِ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ غُبَارٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفَيْحُ جَهَنَّمَ، وَلَا يَجْتَمِعُ فِيْ جَوْفِ عَبْدٍ الْإِيْمَانُ وَالْحَسَدُ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٤٦٠٦، كتاب السير) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بندہ کے دل میں اللہ کے راستہ میں غبار اور جہنم کی آگ جمع نہیں ہوسکتی، اور نہ مؤمن بندے کے دل میں ایمان اور حسد جمع ہوسکتا (یعنی حسد، ایمان کے مقابل چیز ہے) (ابن حبان)

فقہائے کرام میں ایک نہیں، ہزاروں مسائل میں باہم، بلکہ پیر کا مرید اور استاد کا شاگرد کے ساتھ اختلافِ رائے پایا جاتا ہے، اور اب بھی ہے، اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی بساط کی حد تک اپنے نزدیک راجح موقف پر شرعی و فقہی دلائل قائم کیے ہیں، لیکن انہوں نے ایک دوسرے کے شخصی احترام کو ملحوظ رکھنے کا اہتمام کیا، اور دوسرے کی ذات پر آنچ نہیں آنے دی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اس قسم کا اجتہادی و فقہی اختلاف منظرِ عام پر ہونے کے باوجود ان تمام فقہائے کرام و اکابرِ عظام کا ایک دوسرے کے متبعین و مقلدین اور معتقدین و محبین کے دلوں میں احترام قائم اور باقی ہے۔

موصوف ذی شعور کو یہ بات یقیناً معلوم ہوگی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بہت سے طلبہ و تلامذہ، اور اصاغر و شاگرد تھے، جن میں امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن رحمہم اللہ بھی داخل ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ان سب حضرات کے استاذ، مربی اور اکابر میں سے تھے، لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ان شاگردوں، مریدوں اور اصاغر نے بہت سے مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية ابن حبان)

www.idaraghufran.org

اختلاف کیا، اور یہ اختلاف بھی مختلف نوعیّتوں کا ہے، اور مختلف ابواب سے متعلق ہے، اور انہوں نے اس کی نشر واشاعت بھی کی۔

لیکن ان ادب کے پیکر تلامذہ میں سے کسی نے اس اختلاف کے بارے میں یہ نہ کہا، اور نہ ہی سوچا ، جو موصوف کے مبارک الفاظ میں اس طرح ہے کہ:

''امام ابو حنیفہ کے فتویٰ ورائے سے اختلاف ہونے کے باوجود ان کے متعلق اپنا اختلافی نقطۂ نظر پیش کرنے کو اس لیے طبعیت آمادہ نہیں ہوتی کہ وہ اپنے تقویٰ وورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز ہیں، اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سے اختلافی آراء متبادل کرنے والے بھی انہیں کے ہم وزن اور علمی حیثیت سے ان کے مماثل ہوں، تا کہ ان کے مقام ومرتبہ کے خلاف بالفرض بے دھیانی سے بھی کوئی بات درج ہو جائے، تو کم از ہم ایسے طلبہ پر بے ادبی یا کسرِ شان کا داغ نہ لگنے پائے''۔

ظاہر ہے کہ اگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ ، موصوف کی مذکورہ مبارک سوچ کی طرح کے حامل ہوتے ، تو آج ان کی مجتہدانہ وفقہیانہ قیمتی ، گراں قدر آراء سے امت کو مستفید وفیض یاب ہونے کی سعادت وتوفیق حاصل نہ ہوتی۔

بہرحال وطنِ عزیز کی وہ شخصیات ، جن کو موصوف خود اپنے قلم سے تقویٰ و ورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز سمجھتے ہیں، اگر موصوف کے نزدیک ان کے فتویٰ ورائے سے اختلاف ، اس نوعیت کا ہے، جس کی وجہ سے وہ ان شخصیات پر تضلیل وتفسیق کا حکم صادر وجاری فرمانا، تو دور کی بات ہے، ان سے اظہارِ اختلاف میں بھی اپنے جیسے طلبہ پر بے ادبی ، یا کسرِ شان کا داغ تک نہ لگ پانے سے خائف ہیں، تو اس طرح کے اختلافات تو اہلِ حق میں بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں، اور کسی نے دوسرے کو اپنی رائے پر مجبور نہیں کیا، اگر موصوف ان اہلِ حق سے اپنی نسبت رکھتے ہیں، تو پھر ان کو ڈر و خوف کس چیز کا، اور اپنے ساتھ اتفاق پر مجبور کرنے کا کیا مطلب؟

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بعضے مسائل اجتہادی وظنی ہوتے ہیں، ان میں سلف سے خلف تک شاگردنے استاد کے

ساتھ، مرید نے پیر کے ساتھ، قلیل جماعت نے کثیر جماعت کے ساتھ، واحد نے متعدد کے ساتھ اختلاف کیا ہے، اور علمائے امت نے اس پر نکیر نہیں کی، اور نہ ایک نے دوسرے کو ضال اور عاصی کہا، نہ کسی نے دوسرے کو اپنے ساتھ متفق ہونے پر مجبور کیا (تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۹۷، الباب الثالث: احکام واقسامِ احکام کا بیان، ترتیب: مولانا مفتی محمد زید صاحب، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت: ۱۴۱۵ھ)

مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قلب میں اکابر کی محبت وعظمت اور ان کے علمی وعملی بلند مقام کی وقعت کے باوجود مسائلِ شرعیہ میں دلائل کے پیشِ نظر ان سے اختلافِ رائے واجب ہے (احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ۱۹۰، کتاب الصلاۃ، ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، تاریخ طبع ۱۴۰۰ھ)

حضرت شیخ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

علم وتحقیق کے سفر میں ایسے مراحل بھی آتے ہیں، جہاں ایک طالبِ علم کو کسی دوسرے عالم سے اختلاف کرنا پڑتا ہے، اور بعض مقامات پر اپنے بڑوں سے بھی اختلاف کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ نہ تو کسی کا ادب واحترام اس سے اختلافِ رائے کے اظہار میں مانع ہوا، اور نہ کبھی اختلافِ رائے نے ادب واحترام میں ادنیٰ رخنہ اندازی کی، آپ نے بعض مسائل میں بڑے بڑے علماء سے اختلاف کیا، بلکہ اپنے شیخ ومربی حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے بھی چند فقہی مسائل میں اختلاف رائے رہا (میرے والد میرے شیخ، ص۱۳۸، ۱۳۹، ناشر: مکتبہ معارف القرآن کراچی، طبع جدید: محرم الحرام 1430 جنوری 2009)

اور حضرت شیخ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

الحمد للہ! جماعتِ دیوبند کی خصوصیت اور انہی بزرگوں کی تعلیم وتلقین نے ہمیں یہ صراطِ مستقیم دکھائی کہ مسائلِ شرعیہ میں آزادانہ اظہارِ رائے ترکِ ادب نہیں، بلکہ شاگردوں کا اظہارِ خیال، انہی بزرگوں کا معنوی فیض ہوتا ہے، اس لیے بنامِ خدا تعالیٰ جو کچھ اس میں تحقیق سے مجھ پر واضح ہوا، وہ لکھ دیا، اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ بزرگوں کی

شان میں ادنیٰ ترکِ ادب سے بھی مجھے محفوظ رکھیں۔ آمین۔ (فقہی مقالات، جلد۲،صفحہ ۵۵،۵۶،مطبوعہ:میمن اسلامک پبلشرز،کراچی،اشاعت:جولائی1996ء)

مذکورہ فقہاء،سلف واکابر کا طرزِ عمل ان احادیث کے مطابق ہے،جن میں اجتہادی مسائل تو درکنار، اگر کسی بڑے، یا چھوٹے، یا عالم کی طرف سے قابلِ امر بالمعروف ونهي عن المنكر فعل کا صدور ہو،اس پر بھی عمل کی عمدہ ہدایات ارشاد فرمادی گئی ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ مِنْ أُمَّتِيْ مَنْ لَّمْ يُجِلَّ كَبِيْرَنَا، وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا، وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۷۵۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص میری امت میں سے نہیں، جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور ہمارے عالموں (کی قدر) کو نہ پہچانے (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مروی ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يُوَقِّرِ الْكَبِيْرَ، وَيَرْحَمِ الصَّغِيْرَ وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ، وَيَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۲۹) [2]

ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بڑے کی عزت نہ کرے، اور چھوٹے پر رحم نہ کرے، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے (مسند احمد)

مذکورہ روایت سے اس طرف اشارہ ہوگیا کہ بڑے، یا چھوٹے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا بھی احترام واکرام کے منافی نہیں، اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں اس چیز کے لحاظ کا حکم ہے کہ بڑوں کا ادب کریں، اور بڑوں میں عمر کے اعتبار سے بڑے بھی داخل ہیں، اور اصحابِ علم مشائخ واکابر بھی داخل ہیں کہ ان کا احترام کرنا چاہیے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، دون قوله: " ويعرف لعالمنا "، وإسناد هذا الحديث رجاله ثقات إلا أن أبا قبيل –وهو حيي بن هانىء بن ناضر– لم يسمع من عبادة(حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اور اہلِ علم واہلِ تحقیق اوران کے متبعین اصحابِ علم کے مابین اجتہادی اختلاف رونما ہونے والی صورتیں بھی اس میں داخل ہیں،خواہ وہ عمر میں بڑے ہوں،یا چھوٹے ہوں۔

خلاصہ یہ کہ اگر چہ بڑوں سے کسی مسئلہ میں اختلاف کیوں نہ ہو،تب بھی احترام کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے،اوراپنے چھوٹوں سے خواہ وہ عمر میں چھوٹے ہوں،یا علم میں،ان پر تردید وتنقید کرتے ہوئے بھی ان کی حسبِ شان حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے،اوران پر طرح طرح کے نشتر نہیں چلانا چاہیے،اور کسی کے موقف پر کلام،اس کے عالم وجاہل ہونے کی جہت سے کرنا چاہیے،خواہ وہ عمر میں بڑا ہو،یا چھوٹا۔

''البحرُ الرائق ''میں ہے:

والعالم كبير وإن كان صغيرا، والجاهل صغير وإن كان كبيرا (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٦،ص ٢٩٢،كتاب القضاء)

ترجمہ:اور عالم بڑا ہی شمار ہوتا ہے،اگر چہ وہ چھوٹا ہو،اور جاہل چھوٹا ہی شمار ہوتا ہے، اگر چہ وہ بڑا ہو(البحرالرائق)

اس موقع پر موصوف کا گنتی کے دو تین افراد کا دعویٰ بھی حقیقت سے بعید ہے،دونوں طرف اکابر ومشائخ کی معتد بہ تعداد موجود ہے،کم،یا زیادہ ہونے سے اصل مسئلہ پر فرق نہیں پڑتا۔

اوراگر بالفرض گنتی کے دو تین افراد کا موقف،جمہور مجتہدین،فقہائے محققین اورسلفِ صالحین کے مطابق ہو،تو ایسی صورت میں تو بالکل بھی فرق نہیں پڑتا۔

تاہم اس میں شک نہیں کہ ان اکابر ومشائخ میں نہ تو کوئی گمراہ ہے،نہ ہی اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج،اور نہ ہی ان میں سے کوئی اس موقف کی وجہ سے عاصی وگناہ گار ہے،اور نہ ہی کسی کے لئے ممکن ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک جماعت وطبقہ کو اکابر ومشائخ کی فہرست سے خارج قرار دے سکے،الّا یہ کہ وہ خودان اکابر ومشائخ کی حقیقی نسبت وتعلق سے ہی محروم ہو۔

اس کے برعکس تصورات وخیالات،ذہنی اختراعات کا نتیجہ ہیں،اور موصوف جیسے ہزاروں طلبہ بھی جمع ہوجائیں،تو وہ مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام،اورسلف محققین کے درجہ ومرتبہ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مشاہدہ ہو رہا ہے کہ آج کل جہلاء کو زیادہ تر سردار بنایا جا رہا ہے، جس نے درسیات ختم کرلیں، محض وعظ وتقریر کی مشق کرلی، اس کو مولانا کا خطاب اور مقتداء کا لقب دے دیا گیا، خواہ اس کو قرآن وحدیث کی فہم حاصل ہوتی ہو، یا نہ ہوتی ہو...... پس یقیناً یہی وہ زمانہ ہے، جس کی نسبت حدیث میں پیشن گوئی ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ جہلاء کو سردار بنائیں گے، جو اپنی رائے سے مسائلِ شرعیہ کا جواب دیا کریں گے، جس سے خود بھی گمراہ ہوں گے، اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے، ایسے زمانۂ غلبۂ جہل میں کسی طرف علماء کی زیادہ تعداد کا ہونا، کیونکر حقانیت کی دلیل ہوسکتی ہے (امداد الاحکام، ج۴، ص۴۹۸، کتاب المتفرقات "رسالة التدقيق الاقوم فی تحقيق السواد الاعظم" مطبوعۃ: دارالعلوم کراچی، طبعِ اول ۱۴۲۱ھ)

مزید فرماتے ہیں:

زمانۂ نبوت سے جس قدر بُعد ہوتا جاتا ہے، غلبۂ شر ہوتا جاتا ہے، پھر ایسی حالت میں جس طرف قائلین کی کثرت ہو، اس طرف خیر اور حقانیت ہونے کی کیا دلیل ہے، اور جماعتِ قلیلہ، یا شخصِ واحد کے قول کو محض مخالفتِ جمہور کی بناء پر غلط کیونکر کہا جاسکتا ہے (امداد الاحکام، ج۴، ص۴۹۹، کتاب المتفرقات "رسالة التدقيق الاقوم فی تحقيق السواد الاعظم" مطبوعۃ: دارالعلوم کراچی، طبعِ اول ۱۴۲۱ھ)

موصوف جیسے کسی بھی شخص کو فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام، اور سلفِ صالحین کے مقابلہ میں ایڑیاں اٹھا اٹھا کر بڑا بننے کی کوششیں کرنے اور درپردہ فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام، اور سلفِ صالحین پر زبان درازی وطعنہ زنی کا کوئی حق نہیں، اور اگر بالفرض کسی نے اپنے علم سے یہ مقصود بنایا ہو، تو احادیث کی رُو سے یہ مقصود سخت ترین وعید، اور اس کی اپنی ہی تباہی وبربادی کا باعث ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، قَالَ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، أَوْ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، أَوْ لِيَصْرِفَ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، فَهُوَ فِي

www.idaraghufran.org

النَّارِ(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۲۵۳) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اس لئے علم حاصل کیا کہ جاہلوں سے تکرار کرے، یا علم والوں کے سامنے اپنی بڑائی ظاہر کرے، یا عوام کے دل اپنی طرف مائل کرے، تو وہ جہنم میں ہوگا (ابنِ ماجہ)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -قَالَ: لَا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوْا بِهِ الْعُلَمَاءَ، وَلَا لِتُمَارُوْا بِهِ السُّفَهَاءَ، وَلَا تَخَيَّرُوْا بِهِ الْمَجَالِسَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ، فَالنَّارُ النَّارُ(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۲۵۴) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم اس لئے حاصل نہ کرو کہ علماء کے سامنے فخر کرو، یا جاہلوں سے تکرار کرو، اور نہ ہی علم سے (دنیوی جاہ کی) مجالس تلاش کرو، جو ایسا کرے گا، تو اس کے لیے آگ ہے، آگ ہے (ابنِ ماجہ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بعضے لوگ اپنی شہرت اور ناموری کے لیے مجادلہ، اور ردوقدح کی عادت ڈال لیتے ہیں، اور دن رات اسی مشغلہ میں رہتے ہیں، پھر اس کا غلبہ یہاں تک ہوتا ہے کہ غیر ضروری امور میں بھی، بغیر نزاع کے نہیں رہتے، پھر اکثر لوگوں کی غرض اس سے تحصیلِ جاہ ہوتی ہے، جس کی مذمت حدیث میں وارد ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من طلب العلم ليجارى به العلماء أو ليمارى به السفهاء أو يصرف به وجوه الناس إليه أدخله الله النار(ترمذی وابنِ ماجه)

یعنی جس نے علمِ دین اس واسطے حاصل کیا، تاکہ علماء سے مناظرہ کرے، یا جاہلوں سے جھگڑا کرے، یا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں داخل کرے گا۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره(حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

بعض اوقات اس کا یہاں تک اثر ہوتا ہے کہ حق واضح ہوجانے کے بعد بھی اپنے باطل پر اصرار کیے جاتے ہیں کہ کہیں بات کی ہیٹی نہ ہوجائے۔

اور بعض لوگ خود اس کو مقصود اور دین کا کام سمجھ کر کرتے ہیں، اس کی مذمت اس حدیث میں ہے:

ما ضل قوم بعد هدى كانوا عليه إلا أوتوا الجدل، ثم تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الآية:"ما ضربوه لک إلا جدلا" الخ (ترمذی وابنِ ماجه)

المراد بالجدل ههنا العِناد ، والمراد التعصب (حاشية الحديث)

یعنی ہدایت کے بعد کوئی قوم گمراہ نہیں ہوگی، سوائے جدل والوں کے، اور جدل سے مراد یہاں عناد اور تعصب ہے (تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۵۱۶، ۵۱۷"اصولِ مناظرہ"، باب۲: مناظرہ کے مفاسد ونقصانات، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت: ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد اب ہم واضح طور پر کہتے ہیں کہ موصوف، وطنِ عزیز کی شخصیات میں گنتی کے دو تین ایسے افراد ڈھونڈ کر اپنے نظریہ ورویہ کے مطابق منظرِ عام پر لے آئیں کہ وہ اپنے تقویٰ وورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز ہوں، اور وہ یہ تحریر فرمادیں کہ جن فقہاء ومجتہدین اور اسلاف واکابر نے مطلق تکفیر کا قول نہیں کیا، وہ ضلالت وگمراہی میں مبتلاء، اور موصوف کے طرزِ عمل کے مطابق قابلِ طعن وتشنیع اور موصوف کے اس مضمون میں بیان کردہ الزمات کے مستحق ہیں۔

تاکہ یہ بات صاف ہوجائے کہ وطنِ عزیز میں موصوف کی ذہنیت کے موافق تقویٰ وورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز گنتی کے کتنے افراد موجود ہیں؟

یہی وجہ ہے کہ الحمد للہ تعالیٰ بندہ محمد رضوان کا "خدامِ اہلِ سنت اور وکیلِ صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ" سے تادمِ آخر، دیرینہ اور قریبی تعلق رہا، اور ان سے تحریری اور زبانی طور پر استفادہ ومکاتبت کی بھی سعادت حاصل ہوتی رہی، اور بندہ متعدد مرتبہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے مرکزی مدرسہ، اور ان سے متعلق وملحق دیگر جلسوں میں بھی حاضر ہوتا رہا، جہاں حضرت رحمہ اللہ کی طرف سے بندہ کو بیان کرنے کے مواقع بھی فراہم کیے گئے، بندہ کا اس وقت بھی اس سلسلہ

میں یہی موقف تھا، اس وقت بھی بندہ کی طرف سے زبانی وتحریری طور پر یہی جواب دیا جاتا تھا، جس کا حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو بھی بخوبی علم تھا، لیکن کبھی اُن کی طرف سے بندہ کو زبانی، یا تحریری طور پر، اس موقف کے غلط وناحق ہونے، یا اس کو ترک کرنے کا اشارہ تک بھی نہیں کیا گیا۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ بندہ کی مکاتبت کا ریکارڈ بھی بندہ کے پاس تاحال موجود ہے، جس کو برموقع ان شاء اللہ تعالیٰ عکسی نقول کے ساتھ منظرِ عام پر بھی لایا جائے گا۔

جس سے صاف ظاہر ہوا کہ اس سلسلہ میں موصوف کا نظریہ ورویہ، حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ اوران جیسے دیگر معتدل اکابرِ عظام سے یکسر مختلف، اور غیر معتدل ہے۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ، دیانت داری کے ساتھ ایک موقف کو ترجیح دے کر، دوسرے موقف کے حاملین وقائلین کی تضلیل وتفسیق، اوران پر طعن وتشنیع کے ہرگز ہرگز قائل نہیں تھے، بلکہ ان حضرات سے محبانہ وعقیدتمندانہ تعلق، اورقریبی روابط ومراسم رکھتے تھے۔

حضرت قاضی صاحب موصوف رحمہ اللہ کے علاوہ، حضرت مولانا منظور نعمانی اور حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحبان رحمہما اللہ وغیرہ کا بھی یہی طور وطریقہ اورطرزِ عمل تھا۔

بلکہ یہ حضرات بلاوجہ اورخواہ مخواہ شیعوں کی تکفیر وتضلیل کو اپنی گفتگو کا اصل ہدف بنانے کے بجائے، فضائلِ صحابہ، مناقبِ صحابہ، ودرجاتِ صحابہ، بالخصوص ''جملہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کو اپنے اپنے درجہ ومرتبہ کے مطابق، ایک دوسرے کے رفیق ومعاون، اورایک کشتی کے سوار، بالفاظِ دیگر ''حق چار یار'' کے ثبوت، اورایک دوسرے کے معاند ومخالف ہونے کی نفی اوران کی اپنی اپنی حسبِ شان، عقیدت، عظمت، محبت والفت دل ودماغ میں پیدا اور راسخ کرنے، اور بلاتفریق اکابر کے ادب واحترام ملحوظ رکھنے کو اصل ہدف سمجھتے تھے، جس کا ہم نے الحمد للہ بارہا خود بنفسِ نفیس مشاہدہ ومعائنہ کیا۔

اوراس سے بڑھ کر مذکورہ اکابر کے خاص متوسلین ومعتقدین اور محبین ومستفیدین میں ایسے اشخاص وافراد، اورعلماء وصلحاء بھی موجود ہیں، جو ان اکابر سے مذکورہ تمام تر نسبتوں کے باوجود ''مطلق عدمِ تکفیر'' کے قائل ہیں، جبکہ ان کو مذکورہ نسبتیں ''مطلق عدمِ تکفیر'' کے قائل اکابر سے حاصل نہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ ان کی نظر میں بھی اس مسئلہ میں اختلاف، اپنے مخصوص اکابر کی نسبتوں سے محرومی، یا اُن کی بے ادبی کا باعث نہیں۔

ضرورت محسوس ہونے پر، ان شاء اللہ تعالیٰ باحوالہ ان اکابر وعلماء کے طرزِ عمل پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

جبکہ موصوف ''تکفیر بازی'' اور اس میں ''شدت سازی'' کے عادی، اور ''اعتدال پسندی'' کی نعمت سے محروم اور ''عجب پسندی'' کا شکار ہیں، اوپر سے ان اکابر کے مقابلہ میں ایڑیاں اٹھا اٹھا کر بڑا بننے کی کوششوں میں بھی مصروف ہیں، لیکن الزام دوسروں پر عائد کرتے ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

موصوف کے چند فضول ولایعنی الزامات کی حقیقت

مغالطہ: ......موصوف نے اپنے مضمون میں آگے لکھا:

''مگر دیکھا جارہا ہے کہ کچھ چھوٹے قدوں والے مدعیانِ علم بھی بلا سوچے سمجھے، اپنی ایڑیاں اٹھا اٹھا کر بڑا بننے کی کوششوں میں منہمک ہیں، اور وہ اس خطرے کی پرواہ کیے بغیر ہرا ناپ شناب کتابوں اور رسالوں میں دھنساتے جارہے ہیں کہ بھلے معتقدینِ اہلِ سنت کی بڑی بڑی دانا اور مخلص وذی شان شخصیات کی ماضی کی اجلی خدمات داؤ پر لگ جائیں، ہمیں تو بہر کیف خود کو مفتی وقت، مجتہدِ زمانہ اور بہت کچھ منوانے کے لیے تگ ودود کرتے ہی رہنا ہے''۔

جوابِ مغالطہ: ......موصوف جو کچھ پیچھے کہنا چاہتے تھے، اس کے لئے پہلے تمہید ہی اس وجہ سے قائم فرمائی، تاکہ وہ ہم جیسے چھوٹے قد والے افراد پر کھل کر وہ تمام الزامات واتہامات عائد کر سکیں، اور ہمیں نشانہ بنا کر دل کی وہ سب بھڑاس وخراش نکال سکیں، جن کا ان کو براہِ راست ایسی شخصیات پر قائم کرنا، اور ان کا نام لے کر نکالنا مشکل تھا، جن کے متعلق وہ تقویٰ وورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز ہونے کا زبانی، کلامی دعویٰ کرتے ہیں، اور ان کے سامنے اپنے آپ کو نہایت عاجزانہ انداز میں طلبہ تصور کرنے کا بھی عندیہ پیش فرماتے ہیں، اور ساتھ ہی ''اپنی شانِ عالی کی حفاظت ونگہداشت کی خاطر'' بے دھیانی میں بے ادبی، یا کسرِ شان کا داغ ودھبہ تک

لگنے سے بھی نہایت خائف ہیں۔

وہ ہرگز ان بڑوں کی طرف مذکورہ شان کی حفاظت،اور خوف وخطر کی وجہ سے وہ تمام الزامات عائد کرنے،اوردل کی بھڑاس وخراش نکالنے کی جرأت وہمت نہیں کر سکتے،جو یہاں ہم پر انہوں نے بے دھیانی کے بجائے بہ تکلف''چھوٹے قدوں والے''اور''مدعیانِ علم''اور''بلاسوچے سمجھے''اور''اپنی ایڑیاں اٹھااٹھا کر بڑا بننے کی کوششوں میں منہمک''اور''ہراناپ شناپ کتابوں اوررسالوں میں دھنسانے'' اور''مفتیِ وقت،مجتہدِ زمانہ اور بہت کچھ منوانے کی تگ ودو کرتے رہنے''وغیرہ جیسے مبارک الفاظ وکلمات،اورالقاب وآداب لکھ کر نکالی۔

جبکہ تقویٰ وورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز حضرات کے موقف کی بنیاد بھی وہی،اوران کے مثل دوسرے دلائل وحوالہ جات ہیں،جن کو ہم نے اپنے فتوے میں نقل کیا۔

پھر ہم سے ان تقویٰ وورع اور اجتہادی تعبیرات میں اونچے مقام پر فائز حضرات وشخصیات کے مقابلہ میں کونسا نرالا ومنفردانہ جرم وقصور سرزد ہوگیا،جو موصوف ہم پر بے دردی سے درہم برہم ہیں؟

مجتہدین وفقہاء اور سلف کے مقابلہ میں ان فضول ولایعنی باتوں کی ہمارے سامنے کوئی بھی اہمیت اوروقعت نہیں''**الحمد لله تعالٰی ،ثم الحمد لله تعالٰی** ''ہمیں نہ اپنے قد کو بڑا کرنے کی ضرورت ہے،جتنا قد بھی''**الله سبحانهٗ وتعالٰی** ''نے عطاء فرمایا،وہ سب محض اس کا فضل وکرم ہے،جس پر''**بحمد الله تعالٰی** ''قلب شکر سے لبریز ہے،نہ ہی''**الله اکبر** ''ایڑیاں اٹھااٹھا کر بڑا بننے کا شوق،اورکوشش ہے،نہ ہی''**سبحان الله تعالٰی** ''مفتیِ وقت ومجتہدِ زمانہ اور بہت کچھ منوانے کی تگ ودو کرنے کی خواہش ہے،نہ ہی''**الحمد لله تعالٰی** ''کبھی کسی کے سامنے یہ دعویٰ کیا،نہ ہی''**بفضل الله تعالٰی** ''خلوت میں ایسا تصور قائم کیا۔

البتہ اگر موصوف کو ان چیزوں کا شوق ہو،تو یہ شوق ان ہی کو مبارک ہو۔

بندہ اسی وقت یہ اعلانِ عام کرتا ہے کہ بندہ کو کسی بھی شخص سے''مفتیِ وقت،مجتہدِ زمانہ''وغیرہ کا لقب وخطاب حاصل کرنے کی نہ کوئی خواہش ہے،نہ تمنا،وہ اس طرح کے القابات وخطابات سے اگر موصوف ذی شعور کو نوازنا چاہتے ہوں،اوران کے''قد''کو بندہ کے''قد''سے اتنا اونچا سمجھنا چاہتے

ہوں کہ بندہ ان کے دسویں حصہ تک بھی نہ پہنچ سکے، تو بندہ کو ہرگز کوئی اعتراض نہیں، بلکہ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف سے دل میں کسی حسد وتحاسد، اور بغض وعداوت کا سامنا بھی نہ ہوگا۔

بندہ تو موصوف کی نہایت قدآور شخصیت کے مقابلہ میں اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنے میں ہی قلبی ودلی راحت وعافیت محسوس کرتا ہے۔

رہا دین کے مسئلہ میں کسی موقف کو راجح سمجھنے کا معاملہ، تو اس میں بندہ اپنے اور موصوف جیسے ہزاروں، لاکھوں لوگوں کے مقابلہ میں مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام اور سلف کے قول، اور ان کے اس سلسلہ میں قد وقامت کو ہی نہایت اونچا واعلیٰ، اور بلند وبالا سمجھتا ہے، اور ان میں سے جس کا قول دلائل کی رُو سے راجح نظر آتا ہے، اس کی اتباع وپیروی کرتا ہے۔

بھلا جس شخص کا کسی مسئلہ میں موقف امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہوفقہائے کرام اور سلف کے بڑے طبقہ کے موافق ہو، اور اس پر آخرت کی کامیابی کا یقین ہو، اس کو ان بے مقصد وبے فائدہ اور فضول ولایعنی چیزوں اور دنیائے دنی وفانی، اور عارضی ولعمی کے لفظی خطابات والقابات کی جستجو وجدوجہد میں پڑ کر اپنا وقت ضائع وبرباد کرنے کی کیا ضرورت؟

ہم تو اس سلسلہ میں مولانا سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ کے درجِ ذیل اشعار میں بیان کردہ حال کو پسند کرتے، اور اس کا اپنی مجالس میں ذکر بھی کرتے رہتے ہیں:

ہم ایسے رہے، یا کہ ویسے رہے — وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

حیاتِ دوروزہ کا کیا عیش وغم — مسافر رہے، جیسے تیسے رہے

جہاں تک معتقدینِ اہلِ سنت کی بڑی بڑی دانا اور مخلص وذی شان شخصیات کی ماضی کی اجلی خدمات داؤ پر لگ جانے کا تعلق ہے، تو موصوف کو اہلِ سنت کی بڑی بڑی دانا اور مخلص وذی شان شخصیات کے متعلق یہ تصور قائم کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے کہ ان شخصیات کی ماضی کی اجلی خدمات وجدوجہد کا دائرہ کار صرف کسی کو علی الاطلاق کافر ٹھہرانے، اور اہلِ سنت کی دوسری بڑی بڑی دانا اور مخلص وذی شان شخصیات سے اس پر اصرار کرنے پر منحصر ہے۔

ہمارا گمان تو یہ ہے کہ اہلِ سنت کی بڑی بڑی دانا اور مخلص وذی شان شخصیات نے خواہ مطلق شیعہ

وروافض کی تکفیر کی ہو، یا مطلق تکفیر نہ کی ہو، معلق تکفیر کی ہو، یا بر بنائے احتیاط عدمِ تکفیر کا قول کیا ہو، اور ان کی تضلیل وتفسیق پر اکتفاء کیا ہو، ان سب کی اجلی خدمات، نہایت ’’قابلِ قدر وقابلِ اجر‘‘ ہیں، اور ان کی خدماتِ جلیلہ کو اس مسئلۂ تکفیر کی کسی ایک جہت کو ترجیح دینے پر موقوف نہیں رکھا جا سکتا۔

اگر موصوف مذکورہ اکابر کے ایک فریق کی خدمات کو ’’اُجلی‘‘ اور دوسرے فریق کی خدمات کو ’’غیر اُجلی‘‘ کی سند مہیاء کرنا چاہتے ہوں، تو وہ اس جعلی ومصنوعی سند کو سنبھال کر اپنے پاس ہی رکھیں، یا جو کوئی ان سے اس طرح کی جعلی سند کے وصول وحصول کا طالب ومتمنی ہو، اس کو پکڑا اور تھمادیں، تاکہ موصوف کی طرف سے سند یافتہ وہ فاضل بھی اس سند کو حاصل کرنے، اور سند یافتہ ہونے کے بعد، موصوف کی طرح اکابر کے ایک فریق کی شان میں وہی کچھ گل کھلائے، جو گل موصوف کھلا رہے ہیں، اور اس طرح وہ بھی اُن اکابر کی خدماتِ جلیلہ کو، نعوذ باللہ، خدماتِ سیئہ سے تعبیر کرے، اور اس طرح ان کو میدان سے باہر کر کے ’’تکفیر بازی‘‘ کا شوق پورا کرے۔

ہم نہ تو کسی سے اس طرح اکابر اور ان کے واسطہ سے ان کے متبعین میں تفریق وتبعید کی جعلی ومصنوعی سندیں حاصل اور وصول کرنے کے خواہش مند ہیں، اور نہ ہی اپنی طرف سے اس طرح کی جعلی سندیں دوسروں کو تقسیم وفراہم کرنے کا استحقاق وجواز رکھتے۔

اور اگر موصوف کے ذہن میں یہ وہم اور وسوسہ ہو کہ جب تک ان کی طرح تشدد پر مشتمل ’’تکفیر بازی‘‘ کے مشغلہ اور ولولہ کو اختیار نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک کسی کی طرف سے نہ دین کی کوئی خدمت قابلِ قبول کہلائی جا سکتی، نہ ہی روافض کی تردید واصلاح کی خدمات کو کوئی مقام فراہم کیا جا سکتا، خواہ کسی کی پوری زندگی ’’ما انا علیه واصحابی‘‘ سے عبارت ومعنون کیوں نہ ہو، تو اس وہم اور وسوسہ کو اپنے دماغ تک محدود رکھنا چاہیے، یا پھر اپنا الگ ’’تکفیری گروہ‘‘ تیار اور قائم کر لینا چاہیے، کیونکہ جس مشغلہ کو نہ تو اللہ نے پسند فرمایا ہو، نہ اللہ کے رسول نے پسند فرمایا ہو، نہ صحابہ نے اس مشغلہ کو اختیار فرمایا ہو، نہ سلف نے اس کی تحسین وتشجیع فرمائی ہو، اور فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام نے بھی اس سلسلہ میں سخت شرائط عائد، اور انتہائی احتیاط کا حکم صادر فرمادیا ہو، اور جن اصحابِ علم کی طرف سے تکفیر کے معاملہ میں نیک نیتی کے ساتھ احتیاط کے تقاضوں کی مکمل رعایت

www.idaraghufran.org

ملحوظ نہ رہ سکی ہو،اور ادنیٰ بے احتیاطی کے صادر ہونے پر''جو معصیت کے زمرہ میں نہیں آتی'' بھی تنبیہ فرمادی ہو،اسی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی اساسی فکر میں بھی یہ احتیاط بطور خاص شامل ہو، یہاں تک کہ جن اصحابِ علم،اور اسلاف نے اصلاحِ شیعہ پر تعمیری،مثبت سنہری خدمات سر انجام دی ہیں،انہوں نے بھی اس''تکفیر بازی کو مشغلہ'' نہ بنایا ہو،اور اگر کسی جگہ شخصی طور پر تکفیر کا حکم لگانے کی سخت ضرورت پیش آ گئی ہو،وہاں بھی اس حکم کو ضرورت کے ساتھ منحصر ومحدود رکھا ہو، اور ہر کسی سے اس کی بابت تشدد واصرار بھی نہ کیا،اور کرایا ہو۔

تو اس صورتِ حال کے پیشِ نظر آج کسی کی طرف سے اس''تکفیر بازی کی مہم'' کو ہی دین کی اصل خدمت سمجھ لیا جائے،اور اصل ہدف اسی کو بنالیا جائے،اوپر سے اس مہم کے لئے دوسروں کو بھی اپنا ماتحت وتابعدار بنانے،اور بالفاظِ دیگر ہائی جیک کرنے کی کوشش کی جائے،اور جس کسی کی طرف سے اس موقف کی نصرت وحمایت نہ کی جائے،اس پر فوراً دشمنانِ صحابہ کی حمایت کے داغ کا ٹھپہ لگادیا،اور الزام بھی عائد کردیا جائے،اور مطلق عدمِ تکفیر کے احتیاط پر مبنی،اور اصولِ شریعت کے زیادہ قریب موقف کی طرف ادنیٰ التفات نہ کیا جائے،تو یہ کہاں کا انصاف ہے،اور یہ کون سی ماضی کی اہلِ سنت کی بڑی دانا اور مخلص وذی شان شخصیات کی سیرتِ طیبہ اور طریقۂ اصلاح ہے؟

جیسا کہ آگے سابق مہتمم دارُالعلوم دیوبند کی طرف سے''تاریخ دارالعلوم دیوبند''اور''علمائے دیوبند کا دین رخ اور مسلکی مزاج''اور''سوانحِ قاسمی'' کے حوالہ سے آتا ہے۔

موصوف کے''الدخصم''اور منہ پھٹ ہونے کا تجزیہ

مغالطہ:......پھر موصوف نے اپنے مضمون میں آگے لکھا:

> ''چنانچہ اسلاف اہلِ سنت کے خلاف جگر دوز طعنہ زنی کرنے والوں میں متذکرہ ماہنامہ کی غفرانی ٹیم نے اکتوبر2020ء کے شمارہ میں روافض کی تکفیر پر بحث کرتے ہوئے ایک غیر محققانہ، جذباتی اور تشدد وتعنت سے اَٹا ہوا ایک مضمون سپردِ قلم کر کے شائع کیا، کیونکہ مداہنت سے بھرپور کسی گمراہ ترین فرقہ کی حمایت بھی انتہا درجے کا تشدد کہلاتا ہے''۔

جوابِ مغالطہ: ......موصوف جو چاہیں، اناپ شناپ لکھ لیں، اور جس طرح کی چاہیں سوقیانہ زبان استعمال فرمالیں، اور اپنی زبان کو کتنا ہی دراز فرمالیں، بلکہ رات دن اپنی مجلسوں میں اس کا وِرد کرلیں، اور وظیفے پڑھ لیں، یا اس کے اپنے حاضرین وطالبین کو مستقل کئی کئی روزہ دورے کرالیں، اس سے ہمیں فرق نہیں پڑتا، نہ ہی موصوف کے اس طرزِ عمل سے کسی چیز کی حقیقت وماہیت تبدیل ہوسکتی، بلکہ وہ اس طرح کی لفاظی اور زبان درازی سے اپنے **ما فی الضمیر** کا اظہار کر کے اپنی حقیقت وماہیت کو خود ہی اپنے قارئین کے سامنے پوری طرح روشن ومنور کررہے، اوران کو اپنا مبارک چہرہ، شفاف آئینہ میں دکھا رہے ہیں، جس کے بعد کسی دوسرے کو اس پر روشنی ڈالنے کی زیادہ ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

موصوف اگر ''چور مچائے شور'' والی کہاوت کے مطابق چرب لسانی کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اسلافِ اہل السنۃ والجماعۃ کے اس سلسلہ میں اصل موقف کے اندر، چوری سے اپنے متعصّبانہ ومتشددانہ مخترع وجعلی موقف کا ادغام وتداخل کر کے التباس واشتباہ پیدا کردیں گے، تو ان شاءاللہ تعالیٰ وہ اس میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکیں گے، کیونکہ سلف اور خلف کے ادوار، اور ان کے مزاج ومذاق، اور اخلاق وعادات، اور ان کی تحریرات وعبارات سے الحمدللہ امت کا بڑا طبقہ واقف، اور ان کا وارث ہونے کی حیثیت سے زندہ وحیات اور اس مورچہ کا پہرہ دار وسپاہی ہے۔

قلم کی نوک پر جو الفاظ بھی آئیں، ان کو تحریر کردینا، اور منہ پھٹ وچرب لسان، بازاری وسوقیانہ زبان، اور ہٹ دھرم ہونا، اور سختی وجھگڑے کو اپنا مشغلہ بنالینا، تو شریعت کی نظر میں کوئی ہنر وکمال نہیں، اگر ہم اس طرزِ عمل کو پسند کرتے، اور شریعت اس کی تحسین وتشجیع کرتی، تو ہم موصوف سے بھی زیادہ فاحش ومتفحش الفاظ اپنے قلم سے لکھ کر موصوف کو آئینہ میں ان چیزوں کا صاف ستھرا، اور اُجلا عکس دکھا سکتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللّٰهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۴۵۷)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ کو سب سے مبغوض وہ لوگ ہیں، جو سخت جھگڑالو ہوں (صحیح بخاری)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ فِي الْآخِرَةِ مَسَاوِئُكُمْ أَخْلَاقًا، اَلثَّرْثَارُوْنَ، اَلْمُتَفَيْهِقُوْنَ اَلْمُتَشَدِّقُوْنَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۷۳۲) [1]

ترجمہ: اور مجھے تم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور آخرت میں مجھ سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے، جن کے اخلاق برے ہوں، جو کہ بہت زیادہ بولنے والے، منہ پھٹ اور چرب لسان (اور تکلف گو) ہوں (مسند احمد)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِشِرَارِكُمْ؟ فَقَالَ : هُمُ الثَّرْثَارُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۸۸۲۲) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں تم میں شریر ترین لوگ نہ بتادوں، پھر فرمایا کہ جو لوگ خوب بولنے والے (اور بسیار گو) ہوں، اور چرب لسان (اور تکلف گو) ہوں (مسند احمد)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ تَخَلُّلَ الْبَاقِرَةِ بِلِسَانِهَا (سنن ابی داود، رقم الحدیث ۵۰۰۵، کتاب الأدب، باب ما جاء فی المتشدق فی الکلام) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل ایسے زبان دراز لوگوں کو مبغوض رکھتا ہے، جو اپنی زبان کو اس طرح چلاتے ہیں، جس طرح گائے اپنی زبان کو چلاتی ہے (سنن ابوداود)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حسن لغیرہ (حاشیۃ مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: حسن لغیرہ (حاشیۃ مسند احمد)

[3] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ حسن (حاشیۃ سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

محدثینِ عظام نے مذکورہ، اور اس جیسی احادیث کی جو عمدہ تشریح فرمائی ہے، اس کی روشنی میں، اہلِ بصیرت واصحابِ فراست پر موصوف کا طرزِ عمل، ان شاء اللہ تعالیٰ مبہم ومخفی نہ رہ سکے گا۔ [1]

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مسئلہ کی تحقیق زیادہ مؤثر ہوتی ہے، سب وشتم سے کچھ نفع نہیں ہوتا (تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۵۶۵ ''اصولِ مناظرۂ''، باب۷: جواب دینے کے طریقے، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت: ۱۴۱۵ھ)

نیز ایک مقام پر فرماتے ہیں:

مسائلِ ظنیہ میں صرف ظنی ترجیح ثابت کرنے کے لیے، اہلِ علم میں باہم گفتگو اور مکالمت جائز ہے، بشرطیکہ نہ بغض وعناد ہو، نہ ایک جانب کی قطعیت کا اعتقاد ہو، نہ دوسری جانب کے قطعی باطل ہونے کا پختہ یقین، نیز جب سمجھ میں آ جائے، تو اپنی رائے سے رجوع، اور حق کے قبول کرنے کا عزم ہو (تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۴۹۸ ''اصولِ مناظرۂ''، باب۱: فنِ مناظرہ، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت: ۱۴۱۵ھ)

موصوف کی طرف سے ماہنامہ کی غفرانی ٹیم کے مخترع سوقیانہ الفاظ سے، ادارہ غفران کے اصحابِ علم کی طرف اکتوبر2020ء کے شمارہ میں اسلافِ اہلِ سنت کے خلاف جگر دوز طعنہ زنی کا الزام عائد کرنا، اُن کے مندرجہ بالا ''اخلاقِ عالیہ وفاضلہ'' کے قبیل سے ایک ادنیٰ جھلک ورمق ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ موصوف کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ دین کا معاملہ ہے، کوئی ذاتی، یا ملکی ٹیموں کا کھیل نہیں کہ اس سلسلہ میں کسی دینی ادارہ سے وابستہ اصحابِ علم افراد واشخاص کو لفظِ ''ٹیم'' سے

---

[1] إن الله يبغض البليغ) أى :المبالغ فى فصاحة الكلام وبلاغته (من الرجال) أى :مما بينهم وخصوا لأنه الغالب فيهم (الذى) : صفة البليغ (يتخلل بلسانه) أى :يأكل بلسانه، أو يدير لسانه حول أسنانه مبالغة فى إظهار بلاغته وبيانه .(كما يتخلل الباقرة بلسانها) أى :البقرة كأنه أدخل التاء فيها على أنه واحد من الجنس كالبقرة من البقر، واستعمالها مع التاء قليل .قال القاضى :شبه إدارة لسانه حول الأسنان والفم حال التكلم تفاصحا بما تفعل البقرة بلسانها، والباقرة جماعة البقرة .وفى النهاية :هو الذى يتشدق فى الكلام، ويفخم به لسانه، ويلفه كما تلف البقرة بلسانها لفا اهـ .فالمراد من الكلام ما يكون قدر الحاجة يوافق ظاهره باطنه على منوال الشريعة(مرقاة المفاتيح، ج٧، ص ٣٠٢٠، كتاب الأدب، باب البيان والشعر)

تعبیر کیا جائے، البتہ اگر موصوف، اپنی نظر میں اپنے آپ کو کھیل کی ایک ٹیم سمجھ کر دوسروں کو اپنے مدِ مقابل اس کھیل کی ٹیم سمجھتے ہوں، تو یہ ان کا اپنا اختراع وخداع ہے، جس سے ہمیں اتفاق نہیں، نہ ہی نعوذ باللہ تعالیٰ اکابر ومشائخ نے اس سلسلہ میں اپنی اپنی ٹیمیں بنا کر ایک دوسرے کے خلاف اس کھیل میں حصہ لیا، یا ایک دوسرے کے خلاف کسی میدان میں اپنی اپنی ٹیموں کو اتارا۔

اگر موصوف ایسا سمجھتے ہوں، تو ان کو کسی ماہر معالج سے اپنے دماغ کا مکمل علاج ومعالجہ کرانے کے لیے رجوع کرنا مناسب ہوگا، تاکہ شفائے کاملہ، عاجلہ، مستمرہ حاصل اور نصیب ہوجائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی کے اکتوبر 2020ء کے شمارہ میں، جو سوال کا جواب شائع ہوا، وہ بندہ محمد رضوان کا ذاتی طور پر تحریر کردہ تھا، اس مضمون کو ماہنامہ کی ٹیم وجماعت کی طرف منسوب کرنا، خلافِ واقعہ ہے۔

جیسا کہ موصوف کا مجلّہ حق چار یار میں سپردِ قلم کیا ہوا زیرِ بحث ''غیر محققانہ، جذباتی اور تشدد وتعنت سے اَٹا ہوا مضمون'' ان کا ذاتی ہے، اور اس کی خدام اہلِ سنت، یا حق چار یار کی ٹیم، یا پوری جماعت کی طرف نسبت کرنا، خلافِ واقعہ کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ [1]

اور اگر حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی معتدل شخصیت حیات ہوتی، تو شاید موصوف کو اس قدر غیر معتدل اور تعصب پر مبنی اس مضمون کو مذکورہ ماہنامہ میں شائع کرنے کی اجازت بھی نہ ملتی، جس سے اکابر اور اُن کے متبعین کے درمیان تفریق وتشویش پیدا ہوتی ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے فتویٰ میں جو حوالہ جات وعبارات مذکور ہیں، وہ خود اسلافِ اہلِ سنت کی ہیں، جن میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، امام فخر الدین رازی، صاحبِ ''روح المعانی'' علامہ آلوسی، نعمان بن محمد آلوسی بغدادی، مولانا رحمتُ اللہ کیرانوی، فاضلِ دارُالعلوم دیوبند، اور سابق شیخ الحدیث دارُالعلوم دیوبند، حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحب، دارالعلوم

---

[1] والتعنت لدفع التعنت مشروع (مجمع الانهر، ج۲، ص ۵۲۷، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب)

الوسوسة نوع من المبالغة فی الورع والاحتیاط، حتی یخرج الموسوس من حد الورع إلی ما لیس منه، وهو التشدد فی الدین، والخروج عن سماحته ویسره، وعن مسلک السلف الصالحین (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۳، ص ۱۵۱، مادة ''وسوسة'')

www.idaraghufran.org

دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، جملہ اساتذۂ دیوبندو جماعتِ دیوبند، مولانا ریاض الدین صاحب مرحوم، مولانا مرتضٰی حسن صاحب مرحوم، مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا مفتی مہدی حسن صاحب، قاضی مسعود احمد صاحب، مولانا محمد شفیع صاحب، مولانا رسول خان صاحب، مولانا عبدالسمیع صاحب، مولانا حسین احمد صاحب، مولانا شبیر احمد صاحب، مولانا سید اصغر حسین صاحب، مولانا محمد ابراہیم صاحب، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب وغیرہ جیسے اکابر ومشائخِ دیوبند شامل ہیں۔

ایسی صورت میں اس طرح کے الزامات واتہامات کی نسبت، اُن اسلافِ اہلِ سنت کی طرف عائد کرنا لازم آئے گا، اوراس کے ملزم ومجرم خود موصوف شمار ہوں گے، اور موصوف کواس الزام وجرم کو کسی پردے کی آڑ میں چھپانا اور دبانا مفید نہیں ہوگا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اس فتوے کو غیر محققانہ، جذباتی اور تشدد وتعنت سے اَٹا ہوا مضمون قرار دینا، اور پھراوپر سے اس کو مداہنت سے بھرپور گمراہ ترین فرقہ کی حمایت پر مشتمل انتہاء درجے کا تشدد کہنا، ان سب چیزوں کی نسبت بھی مذکورہ اسلاف کی طرف لازم آئے گی، اور ایسی صورت میں اس الزام کے ارتکاب کا سہرا بھی موصوف کے سرو چہرہ پر ہی سجے گا۔

ظاہر ہے کہ جن اسلافِ امت کے حوالہ جات وعبارات کی روشنی میں یہ فتویٰ تحریر کیا گیا ہے، جس شخص کا درِ پردہ گمان یہ ہو کہ نعوذ باللہ تعالیٰ وہ خود ہی اسلاف اہلِ سنت کے خلاف جگر دوز طعنہ زنی کرنے والے، اور غیر محقق اور جذباتی اور متشدد اور متعنت اور مداہن اور گمراہ ترین فرقے کے حامی ہیں، ایسے شخص کا ان اسلاف کی طرف اپنی نسبت کرنا، محض ظاہری وصوری اور جعلی ومصنوعی درجہ میں ہی معتبر قرار پاسکتا ہے، جس کا حقیقت ومعنویت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اپنے ہی اسلاف پر اس طرح کے الزام عائد کرتا ہو، تو اسے اپنے آپ کو ان اسلاف کی طرف منسوب کرنا، اوران کی چادر تلے، سر چھپانا، اوران کے نام کو اپنی زبان پر بار بار لانا، اور چیخ چیخ کرعوام کے سامنے شور مچانا، کس طرح زیب دے سکتا ہے؟

پانچویں بات یہ ہے کہ جمہور فقہائے کرام نے تہتّر فرقوں میں سے ایک فرقہ کو ''ناجی'' اور باقی کو

''ناری'' قرار دیا ہے، اوران ''ناری'' فرقوں میں اصولی طور پر ''خوارج وروافض، مرجئہ وقدریہ وغیرہ'' سب کو ہی شامل فرمایا ہے، اوراس ''ناجی'' فرقے کو اہلُ السنۃ والجماعۃ، اور باقی فرقوں کو ''اهلُ الاهواء و اهلُ البدعة'' سے موسوم ومعنون فرمایا ہے۔

محققینِ معتدلین کے نزدیک راجح یہی ہے، جس میں ان کی طرف سے، نہ اُن لوگوں کے جذبات کو شامل کیا گیا ہے، جو اِن ''اهـلُ الاهواء ''بہتّر فرقوں کی تکفیر کرتے ہیں، اور نہ اس میں بلاوجہ کے تشدد اور تعنت کی آمیزش کی گئی، اور نہ ہی کسی قسم کی مداہنت، اور بے جا حمایت کرتے ہوئے، اُن ''اهلُ الاهواء'' فرقوں کو ''اهلُ السنة و الجماعة'' اور ''ناجی'' فرقوں میں داخل مانا گیا۔

اس طرح ان کی مذکورہ تحقیق، ہرطرح کی افراط وتفریط سے پاک ہوکر اعتدال واحتیاط پرمبنی ہے۔

پھر اس موقف کی طرف، مذکورہ الزامات کی نسبت کے کیا معنیٰ؟ [1]

موصوف کو اپنے قلم سے ''مداہنت'' جیسے الفاظ تحریر کرتے وقت کم از کم ''مداہنت'' کی حقیقت اور اس سلسلہ میں ہدایاتِ نبوت کو ملاحظہ کرلینا چاہئے تھا، جس کی حقیقت یہ ہے کہ جہاں حق بات کہنے

---

[1] (أمتي) إشارة إلى (أن) الفرق المبتدعة كلهم مسلمون(المفاتيح في شرح المصابيح،للحسين بن محمود، الحَنَفيّ،المُظْهِري، ج ١، ص ٢٧٨،باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

وقوله :(كلهم في النار) أي :يستحقون دخولها لأجل الاعتقاد، وإلا فالفرقة الناجية قد تدخلها لأجل العمل، والقول بأن معصية الناجية مطلقا مغفورة مما لا دليل عليه، وقوله تعالى :(يغفر لمن يشاء) عام، وكذا القول بكون المراد استقلال مكث الفرقة الناجية بالنسبة إلى سائر الفرق أيضا بعيد، وكذا ما يقال :إن (كلهم في النار) إيجاب كلي، وقوله :(إلا ملة واحدة) رفعه، وهو لا ينافي الإيجاب الجزئي، لا يخلو عن بعد، والوجه ما قلنا، وبه صرح المحققون(لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، ج ١، ص ٤٩٥، كتاب الا يمان،باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

(تقبل من أهل الأهواء) اعلم أن أهل الأهواء على ما ذكر في الكتب الكلامية أهل القبلة الذين لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة وهم الجبرية والقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة وكل منهم اثنتا عشرة فرقة فصاروا اثنتين وسبعين فرقة وعندنا تقبل شهادتهم(درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج ٢، ص ٣٧٦،باب القبول وعدمه في الشهادات)

ومن قال :إن الثنتين والسبعين فرقة كل واحد منهم يكفر كفرا ينقل عن الملة فقد خالف الكتاب والسنة وإجماع الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين بل وإجماع الأئمة الأربعة وغير الأربعة فليس فيهم من كفر كل واحد من الثنتين وسبعين فرقة وإنما يكفر بعضهم بعضا ببعض المقالات(مجموع الفتاوى،لابنِ تيمية، ج ٧، ص ٢١٨)

www.idaraghufran.org

کی ضرورت ہو، وہاں انسان دنیا کی فاسد غرض، مثلاً دوسرے کو خوش کرنے کے لئے خاموشی اختیار کرے۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰى نَتْرُكُ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: إِذَا ظَهَرَ فِيكُمْ مَا ظَهَرَ فِيْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ قَبْلَكُمْ قَالُوْا وَمَا ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: إِذَا ظَهَرَ الْإِدْهَانُ فِيْ خِيَارِكُمْ وَالْفَاحِشَةُ فِيْ شِرَارِكُمْ وَتَحَوَّلَ الْفِقْهُ فِيْ صِغَارِكُمْ وَرَذَالِكُمْ (مسند الشاميين للطبراني، رقم الحديث١٥٤٧، ورقم الحديث ٣٣٦٨) [2]

ترجمہ: عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب چھوڑ دیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں وہ اعمال ظاہر ہوجائیں گے، جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ظاہر ہوئے تھے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون سے اعمال ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے اچھے لوگوں میں مداہنت ظاہر ہوجائے گی، اور شریر لوگوں میں بے حیائی اور برائی ظاہر ہوجائے گی، اور فقہ تمہارے چھوٹے اور رذیل (کم حیثیت وکم ظرف) لوگوں میں منتقل ہوجائے گی (طبرانی)

ہم اسلافِ مذکور کو ہرگز مذکورہ حدیث میں مداہنت کا مصداق نہیں سمجھتے، البتہ موصوف کے اس جارحانہ وملزمانہ طرزِ عمل سے یہ خطرہ اور اندیشہ ضرور لاحق ہو چکا ہے کہ وہ اس طرزِ عمل کے نتیجہ میں اللہ نہ کرے، مذکورہ اسلاف کے مقابلہ میں اس حدیث میں مذکور آخری لوگوں کا مصداق بن جائیں۔

---

[1] والفرق بين المداهنة المنهية والمداراة المأمورة أن المداهنة فى الشريعة أن يرى منكرا ويقدر على دفعه، ولم يدفعه حفظا لجانب مرتكبه، أو جانب غيره لخوف أو طمع، أو لاستحياء منه أو قلة مبالاة فى الدين، والمداراة موافقته بترك حظ نفسه وحق يتعلق بماله وعرضه، فيسكت عنه دفعا للشر ووقوع الضرر(مرقاة المفاتيح، ج٨ص ٣٢١٠، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف)

[2] قال ابوحذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتى:حسن:روى من حديث أنس ومن حديث حذيفة ومن حديث عائشة.(انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى، ج١ ص٤١٠، تحت رقم الحديث ٢٦٧، حرف الهمزة)

www.idaraghufran.org

اسی طرح ہم اسلافِ مذکور کو''تشدد وتعنت'' جیسے اخلاقِ رذیلہ سے بھی پاک سمجھتے ہیں۔

موصوف کو چاہیے کہ وہ کسی پردہ کی آڑ میں رہ کر بات کرنے کے بجائے، صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کریں؟

سوشل میڈیا پر موجود علمی مواد کے الزام کی حقیقت

مغالطہ: ......پھر موصوف نے اپنے مضمون میں آگے لکھا:

''ہم مضمون نگار کا نام اس لیے بھی نہیں درج کر رہے کہ ہمارے گمان وقیاس کے مطابق ایسے مضامین کچھ افراد پر مشتمل ایک ٹیم لکھتی ہے، اور اس ٹیم کے ہر کارکن کا مبلغِ علم صرف اور صرف سوشل میڈیا پر موجود علمی مواد ہے، جسے وہ گوگل، وکی پیڈیا، یوٹیوب، فیس بک اور واٹس ایپ کے گروپوں میں گردش کرنے والی تحریروں کو اپنا سرمایہ قرار دیتے ہوئے مِن وعَن مواد اٹھا کر رسالوں میں چھاپ دیتے ہیں، جسے ذرا بھی ہوش رکھنے والا صاحبِ مطالعہ بآسانی بھانپ لیتا ہے''۔

جوابِ مغالطہ: ...... موصوف نے ماہنامہ کا نام اور مقام اور ادارہ غفران کا نام بگاڑ کر ''غفرانی ٹیم، اور علمی وتحقیقی رسائل کی جلد ہشت دہم'' وغیرہ سب کچھ ہی تو تحریر فرما دیا، جس کے بعد کوئی اجمال وابہام باقی نہ رہا، جس میں ماہنامہ کے دیگر ارکان کے ساتھ اس کے مدیر ہونے کی حیثیت سے بندہ بدرجہ اولیٰ شامل ہے، کیونکہ وہ فتویٰ بندہ کا تحریر کردہ ہے، جس کے بعد بتصریح مضمون نگار کا نام درج نہ کرنے کی خانہ پوری والی رَسم کی کیا اہمیت وضرورت باقی رہ گئی؟

اور ہم نے جو پہلے موصوف کی پردہ داری کا لحاظ کیا تھا، وہ موصوف کو راس نہ آئی، اور ایڑیاں اٹھا اٹھا کر اپنے نام کے مخفی رکھنے پر دوسرے سے خفگی وبرہمی کا اظہار کر کے، اپنے نام کی تشہیر وتظہیر، اور اس کی تعیین وتبلیغ کی ترجیح پر مجبور کیا۔

موصوف کی طرف سے ''ٹیم'' وغیرہ کے الفاظ کی حقیقت پر کلام پہلے ہو چکا ہے، اور کچھ آگے بھی آتا ہے، موصوف کو ''ٹیم'' کے نام سے بڑی رغبت ومحبت ہے، شاید موجودہ زمانہ کے کھیل کود والی ٹیموں کی شہرت کا اثر ان کے دل ودماغ میں اس طرح راسخ وپیوست ہو گیا ہو کہ وہ کھیل کود کے

بجائے دین کے اہم ابواب پر کلام کرتے ہوئے بھی زائل نہ ہوتا ہو"واللّٰہ أعلم"۔

جہاں تک موصوف کی طرف سے مذکورہ ہر کارکن کے مبلغِ علم کا صرف اور صرف سوشل میڈیا سے وابستہ ہونے وغیرہ کے گمان اور قیاس کا تعلق ہے، تو اس کا نہ تو واقعہ کے مطابق ہونا ضروری ہے کہ اس کو حجت قرار دیا جائے، اور نہ موصوف کو بغیر تحقیق کے ایسی بدگمانی کرنا کوئی ان کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کے اضافہ کا ذریعہ ہے۔

اگر موصوف کو ہمارے مبحوث فیہ فتوے میں مذکور اُن حوالہ جات وعبارات کا سوشل میڈیا"گوگل، وکی پیڈیا، یوٹیوب، فیس بک اور واٹس ایپ"پر موجود، علمی مواد سے تعلق نظر آتا ہے، تو اس کو دلیل سے ثابت کرنا چاہیے، ہمارے فتوے میں مذکور عبارات اور ان کے حوالہ جات اصل کتب کے مآخذ ساتھ ساتھ تحریر کیے گئے ہیں، وہی حوالہ جات ان کے اصل مراجع ومآخذ اور "مبلغِ علم" ہیں۔

اگر اس فتوے کے تحریر کرتے وقت، موصوف یہاں موقع پر موجود ہوتے، تو ان کو خود اس کا "حقُّ الیقین" یا کم از کم "عینُ الیقین" حاصل ہو کر، ان کے مذکورہ گمان وقیاس کا خاتمہ بالخیر ہو جاتا، ورنہ تو بروزِ قیامت، زبان پر مہر لگا کر ہر طرح کے زبانی وکلامی دعووں کی حقیقت پوری طرح منکشف ہو جائے گی، اور اس وقت ہر ایک پر اتمامِ حجت ہو جائے گا۔

"فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ"

اگر پھر بھی موصوف کو اپنی حیاتِ طیبہ میں اس بات پر یقین واطمینان حاصل کرنے کی خواہش ہو، تو بندہ کی طرف سے ابھی موصوف کو بصدق واخلاص پیشگی دعوت دی جاتی ہے کہ مذکورہ اختلاف کو برقرار رکھتے ہوئے، وہ خود بنفسِ نفیس بندہ کے یہاں معزز مہمان کی حیثیت سے تشریف لا کر چند دن قیام فرمائیں، اور یہاں کے کاموں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ اور عینُ الیقین حاصل فرمالیں، جس کے دوران بندہ، اُن کی خدمت کو اپنے لئے باعثِ اعزاز سمجھے گا، اور بندہ، نیز بندہ کے احباب کی طرف سے موجودہ اختلاف کا ادنیٰ اثر بھی موصوف کو ان شاءاللہ تعالیٰ محسوس نہ ہوگا۔

دوسرے بالفرض اگر کسی مستند حوالہ کو، کسی کی طرف سے سوشل میڈیا پر ڈال دیا جائے، پھر اس سے کوئی جائز استفادہ بھی کر لے، تو اس سے اصل ماخذ پر کون سا فرق پڑتا ہے، اور اس سے موصوف کو

کیا پریشانی و بے چینی لاحق ہے؟

کیا موصوف سوشل میڈیا پر موجود ہر قسم کے مواد کو ناقابلِ اعتبار سمجھتے ہیں، اور اس کو خود بھی شجرۂ ممنوعہ خیال کرکے،سوشل میڈیا کے ہمہ جہتی استعمال سے راہِ فرار اختیار کرتے ہیں؟ اور وہ اپنے کسی مضمون میں اس سے استفادہ نہیں فرماتے؟ یا اس کے متعلق وہ کیا نادر ونایاب اور نرالا،فتویٰ صادر فرماتے ہیں؟

اور کیا دنیا بھر کے علمی ماحول میں بوقتِ ضرورت اس کا بلانکیر جائز استعمال نہیں ہو رہا؟

اور موصوف کے نزدیک جائز استعمال،اور مواد کے معتبر ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے سوشل،اور غیر سوشل میڈیا کے مابین بنیادی فرق کیا ہے؟

اور جو معتبر مواد کسی قسم کے میڈیا پر موجود ہو،کیا اس کے ماخذ کا حوالہ دے کر نقل کرنا موصوف کے نزدیک ناجائز ہے؟ اور وہ خود ہر قسم کے میڈیائی زمان ومکان سے مافوق وماوراء کسی دوسری دنیا میں تمکین واستقرار پکڑے ہوئے ہیں؟

آج کل دنیا بھر کی کسی جگہ سے بھی بہت سے علمی مواد کو میڈیا پر ڈال دیا جاتا ہے،اور اس سے دنیا بھر کے مختلف حصوں میں موجود بڑے بڑے اصحابِ علم،اور دینی ادارے جائز طریقہ پر استفادہ کرتے ہیں،اور بعض اوقات اس کے اسی حوالہ،ومرجع کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

ایسی صورت میں یہ سب حضرات موصوف کے نرالے ونایاب،اور منفرد اجتہاد پر مبنی فتوے کی زد میں آ کر موصوف کے علاوہ کس مفتی کے رحم وکرم پر باقی رہ سکیں گے؟ بطور خاص جبکہ موصوف اپنی پسند کے علاوہ دوسروں کے فتوے کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں،اور وہ سب کو اپنی مرضی کے متشددانہ ومنفردانہ فتویٰ کا پابند سمجھتے ہیں؟

پس ہمارے تحریر کردہ فتوے کا ذرا بھی ہوش رکھنے والا صاحبِ مطالعہ،بآسانی بھانپ سکتا ہے کہ یہ مواد کون سی سوشل میڈیا سے اٹھا کر چھاپا گیا ہے،اور آج کے دور میں اس طرح کا مضمون طبع وشائع کرنے کے لئے کس قسم کے سوشل میڈیا کی ضرورت ہے؟

اور جن کتب کی عبارات وحوالہ جات ہمارے فتوے میں مذکور ہیں،ان کو حاصل کرنے کے لئے

کتنے اور کس قسم کے بھاری بھرکم سوشل میڈیا کی مدد واعانت درکار ہے؟

البتہ اگر کوئی ''نرالا ہوش رکھنے والا'' شخص، فضول کی، اور بے ہودہ خیال وقیاس آرائیوں کی دنیا میں گم رہتا ہو، تو اس کے سامنے واضح دلائل وبراہین کی حیثیت ''بہرے کے سامنے بین بجانے'' سے زیادہ نہ ہوگی۔

موصوف کی ''تکفیر بازی'' اور فتوے کی غلط ترجمانی کا تجزیہ

مغالطہ:......پھر موصوف نے اپنے مضمون میں آگے لکھا:

''اکتوبر **2020**ء کے ادارہ غفران کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والے ماہنامہ کے اس مضمون کا ملخص یہ تھا کہ تکفیرِ روافض کا فتویٰ غلط ہے۔

گویا اب تک جو اسلاف اہلِ سنت اپنی پوری پوری زندگیاں اس محاذ پر لگا کر دشمنانِ صحابہ واہلِ بیت کا قلع قمع کرتے آئے ہیں، وہ متواتر ایک غلط اور بے مقصد محاذ پر مغز کھپائی کرتے رہے''۔

جوابِ مغالطہ:......خیر سے موصوف کو یہاں ''غفرانی ٹیم، یا غفرانی ٹولہ'' کے بجائے، ادارہ غفران کا صحیح نام تحریر کرنے کی توفیق حاصل ہو ہی گئی، اگرچہ اس میں بھی موصوف نے اپنی سابقہ مہارت کے جوہر دکھانے میں کوئی کمی نہ چھوڑی، الگ الگ اور ٹوٹوں، وکھروں میں ادارہ غفران، راولپنڈی، ماہنامہ التبلیغ علمی وتحقیقی رسائل'' وغیرہ وغیرہ سب کچھ ہی مذکورہ طریقہ پر پردہ کی آڑ میں لکھ دیا، تاکہ موصوف سادہ لوح عوام کے سامنے، آگے آنے والے اپنے اس مقصود کی تکمیل کرسکیں کہ انہوں نے تو مضمون نگار کا نام تک بھی درج نہیں کیا۔

بندہ کو موصوف کے چند مضامین کا یکسوئی وگہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوا کہ موصوف لفاظی، بکمال ہوشیاری وعیاری میں کسی سپیشلسٹ سے کم درجہ پر فائز نہیں، اور ان کی لفاظی میں چھپے ہوئے لطیف جراثیم کا پتہ لگانا، آسان کام نہیں۔

اللہ تعالیٰ دین کے باب میں اس قسم کی بے اعتدالیوں سے امت کی حفاظت فرمائے، اور اعتدال کی طرف پلٹنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

ہمارے تحریر کردہ اکتوبر 2020ء کے مکمل فتوے کی عبارت میں کہیں بھی یہ جملہ موجود نہیں کہ:

''تکفیرِ روافض کا فتویٰ غلط ہے''

اور جو کچھ ہمارے فتوے میں مذکور ومنقول ہے، اس کا ملخص کچھ اور ہی ہے۔

موصوف اگر غیر شعوری دنیا سے باہر نکل کر حقیقت اور شعور کی دنیا میں قدم رکھیں، تو ان کے ہوش وحواس بحال ہوں، جس کے بعد کذب وغلط بیانی کی وعیدوں پر غور فرمائیں۔

لیکن موصوف اپنی عادت سے مجبور ہیں، وہ خود سے زور زبردستی، دوسرے کے ترجمان بنتے رہتے ہیں، دراں حالیکہ نقل کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی، اور ترجمانی اس وقت درست ہوتی ہے، جبکہ وہ اصل عبارت کے مطابق ہو، اور اگر اصل عبارت کے خلاف ہو، تو اس کو دوسرے کے کلام کی ترجمانی نہیں کہا جاتا، بلکہ وہ خود اپنے کلام، یا خیال اور وہم، یا وسوسہ کی ترجمانی کہلاتا ہے۔

ہمارے فتوے میں متعدد اکابر ومشائخ اور سلف کی عبارات کی روشنی میں واضح طور پر بالکل شروع میں یہ تحریر کیا گیا ہے کہ:

''**جواب**: صورتِ مسئولہ میں ہمارے نزدیک، وہی موقف راجح ہے، جو مندرجہ ذیل عبارات میں مذکور ہے''۔

پھر چند اکابر ومشائخ کی عبارات کو نقل کرنے کے بعد صاف طور پر یہ تحریر کیا گیا ہے کہ:

''مذکورہ بالا تفصیل کے پیشِ نظر ہمارے نزدیک، احتیاط اس میں ہے کہ تمام اہلِ تشیع، یا ''اثنا عشری'' فرقے کے تمام لوگوں کی تکفیر نہ کی جائے، اور اس سلسلے میں یہی تفصیل وتقسیم کی جائے کہ جو کفریہ عقائد رکھتے ہوں، وہ کافر ہیں، اور جو کفریہ عقائد نہ رکھیں، وہ کافر نہیں۔

اب یہ بات کہ دنیا بھر کے تمام شیعہ، کفریہ عقائد رکھتے ہیں، یا نہیں؟

ظاہر ہے کہ اس کا علم، اللہ کے علاوہ کسی اور کو ہونا مشکل ہے، اس لیے ہم دنیا بھر کے تمام اہلِ تشیع کی طرف کفر کی نسبت کرنے کی ذمہ داری اور ایسا بوجھ اپنے سر لادنے کی جرأت نہیں کر سکتے کہ احادیث کی رو سے اس کا سخت ترین وبال اپنے ہی سر آ جائے۔

اگر کوئی دوسرا اپنے سر یہ ذمہ داری لیتا ہے، تو وہ اس کا اپنا فعل ہے'' ۔انتھٰی ۔

ہمارے جس ماہنامہ ''التبلیغ''، میں وہ فتویٰ شائع ہوا، وہ ریکارڈ میں موجود ہے، جس کے حاشیہ میں بعض وہ احادیث بھی درج ہیں، جو اس احتیاط کا مبنیٰ، اور مدار ہیں ۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيْهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا (صحیح البخاری، رقم الحدیث ٦١٠٣، کتاب الادب، باب من کفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کو یہ کہے کہ اے کافر، تو اس (کافر کہنے) کا ان دونوں میں سے کوئی ایک مستحق ہو جاتا ہے (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم :أَيُّمَا امْرِءٍ قَالَ لِأَخِيْهِ :يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ، وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ (مسلم، رقم الحديث ٦٠، كتاب الايمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم: يا كافر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے بھی اپنے مسلمان بھائی کو یہ کہا کہ اے کافر! تو اس کا ان دونوں میں سے کوئی ایک مستحق ہو جاتا ہے، اگر وہ ایسا ہی ہو، جیسا اس نے کہا تو ٹھیک ہے، ورنہ وہ (کافر کہنا) اس کہنے والے پر لوٹ جاتا ہے (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ إِنَّ اللَّعْنَةَ إِذَا وُجِّهَتْ إِلٰى مَنْ وُجِّهَتْ إِلَيْهِ، فَإِنْ أَصَابَتْ عَلَيْهِ سَبِيْلًا، أَوْ وَجَدَتْ فِيْهِ مَسْلَكًا، وَإِلَّا قَالَتْ : يَا رَبِّ، وُجِّهْتُ إِلٰى فُلَانٍ، فَلَمْ أَجِدْ عَلَيْهِ سَبِيْلًا، وَلَمْ أَجِدْ فِيْهِ مَسْلَكًا، فَيُقَالُ لَهَا : ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ (مسند احمد، رقم الحديث ٣٨٧٦) [1]

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سنا کہ لعنت جب بھیجی جاتی ہے، جس کی طرف بھی بھیجی جاتی ہے، تو اگر اس کا راستہ درست ہوتا ہے، یا وہ راستہ پاتی ہے، توفبہا، ورنہ وہ لعنت یہ کہتی ہے کہ اے میرے رب! مجھے فلاں کی طرف بھیجا گیا ہے، اور میں اس کی طرف راستہ اور چلنے کی جگہ نہیں پاتی (یعنی وہ اس لعنت کا مستحق نہیں ہے) تو اس لعنت کو کہا جاتا ہے کہ تو اسی کی طرف لوٹ جا، جہاں سے آئی ہے (یعنی جس نے لعنت کی ہے) (مسند احمد)

اسی کے ساتھ ہمارے فتوے میں احتیاط کا مدار و مبنیٰ محققین فقہائے کرام کے تکفیر کے ضمن میں بیان کردہ، وہ اصول ہیں، جن میں سخت ترین احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اور کفر وعدمِ کفر میں اختلاف، اور مختلف احتمالات و اقوال میں سے ایک ضعیف احتمال اور ضعیف قول ''عدمِ کفر'' کا موجود ہونے کی صورت میں، تکفیر کے انتہائی اقدام سے احتیاط و اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔ [1]

اہلِ قبلہ کی عدمِ تکفیر، اور اہلِ ہواء، بشمول روافض کی گواہی کے قبول ہونے کی تصریح ائمہ حنفیہ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، اور امام محمد وغیرہ سے صاف طور پر معتبر سند کے ساتھ منقول ہے۔ [2]

---

[1] ولا شک أنه یجب أن یحتاط فی عدم تکفیر المسلم حتی قالوا: إذا کان فی المسألة وجوه کثیرة توجب التکفیر ووجه واحد یمنعه علی المفتی أن یمیل إلیه (فتح القدیر، ج۵ ص ۳۱۵، کتاب الحدود، باب حد الشرب)

الاحتیاط بالدین أولی ولأن الکفر أقبح القبیح فلا ینبغی الحکم به علی شخص بدون أمر صریح(رد المحتار علی الدر المختار، ج۳، ص۱۹۷، باب نکاح الکافر)

لا یفتی بکفر مسلم أمکن حمل کلامه علی محمل حسن أو کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة فعلی هذا فأکثر ألفاظ التکفیر المذکورة لا یفتی بالتکفیر فیها ولقد ألزمت نفسی أن لا أفتی بشیء منها(رد المحتار علی الدر المختار، ج۴، ص ۲۲۴، کتاب الجهاد، باب المرتد)

[2] وقال أبو حنیفة؛ شهادة أصحاب الأهواء جائزة إذا کانوا غیر متهمین فی الشهادة. وکذلک قال أبو یوسف ومحمد.

وقال أبو یوسف ومحمد :إنما الأهواء فتیا أفتی بها رجل، فلا ینبغی أن تبطل شهادته إن أخطأ فی فتیاه إنما عظم قوم الذنوب حتی جعلوها کفرا فأخطأوا .وهذا منهم فتیا .فلا تبطل شهادتهم بذلک .وشک قوم فی الدین فقالوا :لا نقر أنا مؤمنین، فلا تبطل شهادتهم لضعف رأیهم هذا.
ألا تری أن أعظم الذنوب بعد الکفر القتل .ثم دماء أصحاب محمد -صلی الله علیه وسلم -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور موصوف کے لئے تا قیامت مذکورہ حضرات سے اس کے برخلاف صریح والتزامی تکفیر کا ثبوت معتبر سند کے ساتھ پیش کرنا ممکن نہیں۔

بلکہ موصوف سوائے باتیں بنانے ،اور زبان درازی کرنے کے، ہماری طرف سے پیش کردہ تکفیر میں احتیاط،اوراس کی خلاف ورزی پر وارد وعیدوں کے برعکس کوئی ایک بھی معتبر نص تکفیر میں بے احتیاطی وغیرہ کی پیش کرنے کی سکت نہیں رکھتے ،اور نہ ہی ہم سے اس باب میں مخاطب وہم کلام ہونے کے بعد سے لے کر تا حال وہ کوئی ایک بھی اس قسم کا حوالہ اپنی قلم کی نوک پر لا سکے۔

اس باب میں شرعی وفقہی نصوص بکثرت وارد ہیں،لیکن متشدد طبقہ کو نہ تو ان کو بغور ملاحظہ کرنے کی فرصت ہے، نہ ہی دل میں ان کی ''کما حقہ'' اہمیت ووقعت ہے،اوراس کے بجائے اہلِ اھواء، واہلِ تشیع کی کتب میں گھسے رہنے،اور مطلق تکفیر بازی کی مہم جوئی میں مبتلا رہنے،اور دوسروں کو بھی اس پر اصرار ومجبور کرنے کا منہ کو چسکا لگا ہوا ہے۔

اوراس طبقہ کو نہ ہی اس اصول پر غور کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی کہ اگر بالفرض اس مسئلہ پر ائمہ مجتہدین ،اور جمہور سابقین کی طرف سے بھی دوٹوک تصریح دستیاب نہ ہوتی ،اور صرف اکابر کے مابین اختلاف ہوجاتا ،اوران میں سے ایک، یا چند اکابر کا قول بھی ''مطلق عدمِ کفر'' کا ہوتا، تب

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أعظم الدماء .فقد قتل بعضهم بعضا .أرأيت لو شهدت عائشة عند علي بن أبي طالب أو شهد عنده سعد بن أبي وقاص وعبد الله بن عمر وقد تخلفوا عنه أما كان يجيز شهادتهم .فأي اختلاف أعظم مما كان بين هؤلاء .

وقال أبو يوسف :سمعت ابن أبي ليلى يقول :شهادة أهل الأهواء جائزة، إنما دخلوا في الأهواء لشدة المبالغة في الدين، إلا الخطابية، وهم صنف من الرافضة، فإنه بلغني أن بعضهم يصدق بعضا بما يدعي ويشهد له به(كتاب الأصل، ج ١٠ ،ص٤٧٧،٤٧٨، كتاب الحوالة والكفالة ،باب الشهادة في الدين)

النصارى يقرون بنبوة عيسى – عليه السلام – والإنجيل واليهود يجحدون ذلك فكان ملة كل واحد منهما غير ملة الآخر كالمسلمين مع النصارى فإن المسلمين يقرون برسالة محمد – صلى الله عليه وسلم – وبالقرآن فكانت ملتهم غير ملة النصارى وبه فارقوا أهل الأهواء؛ لأنهم يتفقون على الإقرار بالرسل والكتب، وإنما الاختلاف بينهم في تأويل الكتاب والسنة فلا يوجب ذلك اختلافا في الملة فيما بينهم(المبسوط للسرخسي، ج ٣٠ ص ٣١،و ٣٢، كتاب الفرائض، باب مواريث أهل الكفر)

www.idaraghufran.org

بھی فقہائے محققین کی تصریح کے مطابق ''مطلق عدمِ کفر'' کے قول کو ترجیح حاصل ہوتی۔ ؎1

اس مرجع وریکارڈ کے ہوتے ہوئے موصوف کی اس الزام تراشی وغلط بیانی کی کسی حقیقت کا نہ تو دنیا میں ثبوت ممکن ہے، اور نہ ہی آخرت میں، البتہ اگر وہ دنیا میں نہ سہی، تو آخرت میں اس اہم مسئلہ کے مسئول ضرور ہوں گے۔

اوراسی قسم کی تلبیس وتغلیط پیدا کرنے کی غرض ومقصد سے موصوف ہمارے مکمل فتوے کو نقل کرنے کی ہمت وجرائت نہ کرسکے، اور لگے اس کا منصفانہ تجزیہ کرنے!

اگر موصوف کو پہلے یہ بات سمجھ نہ آئی ہو، تو دوبارہ توضیح کی جاتی ہے کہ ''اگر موصوف کو اپنے سر، مذکورہ ذمہ داری لینے کا شوق ہو، تو یہ ان کا فعل ہے'' وہ اس شوق کو مرتے دم تک پورا کرتے رہیں، بلکہ ہمہ دَم اس شوق وذوق کی تکمیل میں مست اور سرشار رہیں، بلکہ ''دمادم مست قلندر'' کرتے رہیں۔

لیکن موصوف کو ہمیں، اس ذمہ داری کے اپنے سر لینے پر اصرار، یا مجبور کرنے، یا اپنے ساتھ شامل کرنے اور گھسیٹنے کا ہرگز کوئی حق واستحقاق اور جواز، واختیار نہیں، جن کو اس قسم کی چیزوں کا نہ تو شوق وذوق اور چسکا ہو، اور نہ ہی سکت وہمت ہو۔

قرآن وسنت اور جمہور اہلِ سنت کی مبارک ومعتدل اور احوط تعلیمات کے علی الرغم، موصوف ہمیں

؎1 لا ينبغي أن يكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن، أو كان في كفره خلاف ولو كان رواية ضعيفة . ما يشك في أنه كفر لا يحكم به، فإن المسلم لا يخرجه من الإيمان إلا جحود ما أدخله فيه، إذ الإسلام الثابت لا يزول بالشك مع أن الإسلام يعلو، فإن كان في المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير؛ لعظم خطره وتحسينا للظن بالمسلم، ولأن الكفر نهاية في العقوبة فيستدعي نهاية في الجناية، ومع الشك والاحتمال لا نهاية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣، ص٢٢٨، مادة''تكفير'')

(و) اعلم أنه (لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره خلاف، ولو) كان ذلك (رواية ضعيفة) كما حرره في البحر، وعزاه في الأشباه إلى الصغرى .وفي الدرر وغيرها :إذا كان في المسألة وجوه توجب الكفر وواحد يمنعه فعلى المفتي الميل لما يمنعه(الدر المختار)

لا ينبغي للعالم أن يبادر بتكفير أهل الإسلام إلى آخر ما حرره في البحر .وأجاب قبله في مثله بوجوب تعزيره وعقوبته (قوله ولو رواية ضعيفة) قال الخير الرملي :أقول ولو كانت الرواية لغير أهل مذهبنا، ويدل على ذلك اشتراط كون ما يوجب الكفر مجمعا عليه (قوله كما حرره في البحر) قدمنا عبارته قبيل قوله وشرائط صحتها (قوله وجوه) أي احتمالات لما مر في عبارة البحر عن التتارخانية أنه لا يكفر بالمحتمل(رد المحتار على الدر المختار، ج٤، ص٢٣٠، كتاب الجهاد، باب المرتد)

www.idaraghufran.org

اپنے ساتھ ’’تکفیر بازی‘‘ کی مہم جوئی میں شامل کرنے اور گھسیٹنے کی اس کوشش میں مرتے دم تک کامیاب نہ ہوسکیں گے،اور مرنے کے بعد اس کوشش پر حاصل ہونے والے اجر وثواب کا بھی مشاہدہ ومعائنہ خود اپنی آنکھوں سے فرمالیں گے،اس لئے انہیں صبر وہمت سے کام لیتے ہوئے اپنی کوششوں کی ناکامی پر زیادہ پریشان وبے حال ہونے،اور اپنے آپ کوملول وغمگین کرنے کی ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا(سورة الكهف، رقم الآية ٤٩)

ترجمہ: اور پالیں گے وہ،اپنے کیے ہوئے اعمال کو حاضر، اورنہیں ظلم کرے گا،تمہارا رب،کسی پر(سورہ کہف)

اسی طرح موصوف کو ہمارے علاوہ دیگر تمام اربابِ افتاء واہلِ فتاویٰ کو بھی اپنے اس موقف کا پابند بنانے کا کوئی اختیار واقتدار حاصل نہیں کہ وہ ضرور بالضرور دنیا بھر کے تمام اہلِ تشیع پر علی الاطلاق کفر کا حکم لگائیں،اس پر فتویٰ صادر فرمائیں،اوران کے ساتھ مطلق تکفیر بازی کی مہم جوئی میں حصہ لیں،نہ ہی دنیا بھر کے دارالافتاء،اوراصحابِ افتاء اس کے مطابق فتوے دینے کے پابند ہیں،اگر موصوف اس کی زور آزمائی کرلیں،تب بھی ان کو فقہائے محققین کے موقف کو مٹانے میں کامیابی کا حصول ممکن نہ ہوگا۔

البتہ موصوف اگر کوئی ایسا ’’عالمی دارُالقضاء‘‘ قائم فرمالیں،اور ایسا قانون بھی کسی سنگین تعزیر کے ساتھ نافذ فرمادیں کہ دنیا بھر کے اہلِ افتاء واصحابِ فتاویٰ ان کی خواہش کے مطابق فتویٰ دینے پر لاچار ومجبور ہوجائیں،بصورتِ دیگر سنگین تعزیر کے مستحق وسزاوار قرار پائیں،تو ہی ان کی مذکورہ تکمیلِ خواہش کی راہ ہموار ہوسکتی ہے،وہ بھی صرف محدود درجہ میں۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

علماء اہلِ فتویٰ کو مجبور ہونا پڑتا ہے کہ یہ فیصلہ کریں کہ کون مسلم ہے،کون کافر،کون صالح، کون فاسق۔

مگر کسی معین شخص کے لیے ایسا حکم کرنا، بڑا کٹھن کام ہے، بڑی احتیاط لازم ہے۔

میں اہلِ علم کو تنبیہ کرتا ہوں کہ فتوے میں یہ طریق اختیار کریں کہ کسی کے کہنے سے دوسرے پر فتویٰ نہ لگائیں، اسی طرح کسی پر کفر کا فتویٰ نہ دیں (تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۲۹۸''آدابِ افتاء استفتاء''، الباب الثالث: آداب الافتاء، فصل نمبر۵، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت:۱۴۱۵ھ)

ہم الحمدللہ تعالیٰ تکفیر کے اس باب میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مذکورہ محتاط ومختار تنبیہ پر عمل پیرا ہیں، جس کے مقابلہ میں موصوف کی طرف سے کی گئی غیرمحتاط وغیرمختار تنبیہ پر عمل پیرا ہونا مشکل ہے، جس پر شریعت کی طرف سے خطرناک تنبیہات اور''وارننگز'' وارد ہوئی ہیں۔

لیکن اس کے باوجود ہم واضح اور دوٹوک اعلان کرتے ہیں کہ جن اکابر حضرات نے علی الاطلاق تکفیر کا قول کیا، ہمیں ان سے حسنِ ظن، اوران کے اپنے اعمال پر ماجور ہونے کا گمان رکھنے کا حکم ہے، نہ ان کی ذات پر لب کشائی کرنے کا حق حاصل ہے، اورنہ ہی ہم سے ان کے متعلق سوال ہوگا۔

اہلِ حق کا یہی طریقہ ہے، جو قرآن وسنت کی پاکیزہ تعلیمات وہدایات پر مبنی ہے، اوراس کے برعکس طرزِعمل''اهلُ السنة''کے بجائے''اهلُ البدعة''کا ہے۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

تِلْکَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(سورة البقرةرقم الآية ۱۳۴)

ترجمہ: وہ ایک جماعت تھی، جو گزرگئی، اس کے لیے وہ ہے، جو اِس نے کمایا، اور تمھارے لیے وہ ہے، جو تم نے کمایا، اورنہیں سوال کیا جائے گا تم سے، اُن کاموں کے بارے میں، جو وہ کرتے تھے (سورہ بقرہ)

اورسورہ بقرہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

تِلْکَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(سورة البقرة رقم الآية ۱۴۱)

ترجمہ: وہ ایک جماعت تھی جو گزرگئی، اس کے لیے وہ ہے، جو اِس نے کمایا، اور تمھارے لیے وہ ہے، جو تم نے کمایا، اورنہیں سوال کیا جائے گا تم سے، اُن کاموں کے

بارے میں، جو وہ کرتے تھے (سورہ بقرہ)

قرآن مجید کی ان آیات کا حکم عام ہے، جس میں صحابۂ کرام ومجتہدینِ عظام اور علمائے مسلمین صالحین وغیرہ سب داخل ہیں۔

چنانچہ حضرت ابونضرہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ: عَلِيٍّ، وَعُثْمَانَ فَقَالَ: "تِلْکَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ" (الکنی والأسماء، رقم الحدیث ۱۷۷۲)

ترجمہ: حضرت ابوسعید سے، حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا گیا، توانہوں نے جواب میں فرمایا کہ "**تِلْکَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ**" (الکنیٰ والاسماء)

اس طرح کی روایت عبید بن عمیر، اور ابوراشد کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

اورعلامہ ابنِ تیمیہ اہلِ تشیع وروافض کی تردید میں تحریر کردہ معرکۃ الآراء تالیف "**منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية**" میں فرماتے ہیں:

وإذا كان كل واحد منهما مجتهدا فيما قاله أثابه الله على حسناته وغفر له خطأه، وإن كان صدر من أحدهما ذنب، فقد علمنا أن كلا منهما ولى لله، وأنه من أهل الجنة، وأنه لا يدخل النار، فذنب كل

---

[1] نا ابن عفان، نا ابن نمير، عن الأعمش، حدثنی ابن أبی راشد، مولى عبيد بن عمير عن عبيد بن عمير قال: أتى رجلان من أهل البصرة، فقالا: إن إخوانک من أهل البصرة بعثونا نسألک عن هذين الرجلين علي وعثمان؟ قال: فما جئتمانی إلا لهذا؟ قالا: نعم فأمر غلامه فردهم، وقال: أعلمهم أن "تلک أمة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم، ولا تسألون عما كانوا يعملون" (معجم ابن الاعرابی، رقم الحدیث ۱۴۴۰)

-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ بْنِ عَاصِمٍ الْجَمَّالُ الْبَغْدَادِيُّ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ، أنا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي رَاشِدٍ، قَالَ :جَاءَ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ إِلَى عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، فَقَالُوا :إِنَّ إِخْوَانَکَ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ يَسْأَلُونَکَ عَنْ عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ :وَمَا أَقْدَمَكُمْ شَيْءٌ غَيْرُ هَذَا؟ قَالُوا :نَعَمْ، قَالَ:" تِلْکَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ"(المعجم الكبير، للطبرانی، رقم الحديث ۱۷۰)

قال الهيثمي:رواه الطبرانی، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۹۷۷)

www.idaraghufran.org

واحد منهما لا يعذبه اللّٰه عليه في الآخرة...

ولهذا أوصوا،بالإمساك عما شجر بينهم؛ لأنا لا نسأل عن ذلك. كما قال عمر بن عبد العزيز: تلك دماء طهر اللّٰه منها يدي، فلا أحب أن أخضب بها لساني ."وقال آخر :تلك أمة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسألون عما كانوا يعملون (منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية، ج٦، ص٢٥٤،فصل كلام الرافضي على عثمان رضي الله عنه،الرد على قول الرافضي أن ابن مسعود كان يطعن على عثمان ويكفره رضي الله عنهما)

ترجمہ: اور جب ان دونوں میں سے ہر ایک اس قول میں اجتہاد کرنے والا ہو، جو اس نے قول کیا ہے،تو اللہ اس اجتہاد کرنے والے کی حسنات پر اس کو ثواب سے نوازتا ہے،اوراس اجتہاد کرنے والے کی خطاء کومعاف فرمادیتا ہے،اوراگران اجتہاد کرنے والوں میں سے کسی سے گناہ کا صدور بھی ہوا ہو،تو ہم یہ بات جانتے ہیں کہ ان دونوں اجتہاد کرنے والوں میں سے ہر ایک ولیُ اللہ،اور جنتی ہے،اوروہ اجتہاد کرنے والا جہنم میں داخل نہ ہوگا،تو ان میں سے ہر ایک اجتہاد کرنے والے کے گناہ پر''اللہ'' آخرت میں عذاب نہیں دے گا۔

اوراسی اصول کی وجہ سے علماء نے صحابہ کے مابین ہونے والے مشاجرات پر زبان بند رکھنے کی وصیت کی ہے، کیونکہ ہم سے ان کے بارے میں سوال نہیں ہوگا،جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ''دماء'' ہیں،جن سے اللہ نے میرے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے،تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اپنی زبان کو ان سے آلودہ کروں۔

اوردوسرے نے فرمایا کہ:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(منهاج السنة)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

فالواجب على كل مؤمن موالاة المؤمنين وعلماء المؤمنين وأن يقصد الحق ويتبعه حيث وجده ويعلم أن من اجتهد منهم فأصاب فله أجران

www.idaraghufran.org

ومـن اجتهـد مـنهـم فأخطأ فله أجر لاجتهاده وخطؤه مغفور له (مجموع الـفتـاوى،لابـن تيـمية، ج۲۲،ص۲۵۳،كتاب الفقه ،الصلاة، باب شروط الصلاة ،سئل عن حنفي خالفه مذهبه في بعض هيئات الصلاة)

ترجمہ: پس مومن پر واجب ہے کہ وہ مومنوں ،اوران کے علماء سے محبت رکھے، اور حق (وصواب) کو طلب کرے،اوراس کی اتباع کرے، جہاں سے بھی ملے، اور یہ بات جان لے کہ ان میں سے جس نے اجتہاد کیا،اور''صواب'' کو پالیا،تو اس کو دو اجر حاصل ہوں گے،اور جس نے اجتہاد کیا، پھر خطاء ہوئی،تو اس کو''اجتہاد'' کی وجہ سے،ایک اجر حاصل ہوگا،اوراس کی خطاء معاف کردی گئی ہے (مجموع الفتاویٰ)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں،ہی ایک مقام پرفرماتے ہیں:

مسـائـل الاجتهـاد مـن عمل فيها بقول بعض العلماء لم ينكر عليه ولم يهـجـر ومـن عـمـل بـأحـد القولين لم ينكر عليه وإذا كان في المسألة قولان :فـإن كـان الإنسـان يـظهر له رجحان أحد القولين عمل به وإلا قـلـد بـعض العلماء الذين يعتمد عليهم في بيان أرجح القولين (مجموع الـفتـاوىٰ، ج۲۰ ص۲۰۷،كتـاب اصـول الـفقه ''التمذهب''سئل عمن قال : ينبغي لكل مومن ان يتبع مذهبامن المذاهب)

ترجمہ: اجتہادی مسائل میں جو شخص بعض علماء وفقہاء کے قول پر عمل کرے،تو اس پر نہ تو نکیر کی جائے گی،اور نہ ترکِ تعلق کیا جائے گا۔

اور جو شخص مجتہدین کے دو قولوں میں سے کسی ایک قول پر عمل کرے،تو اس پر بھی نکیر نہیں کی جائے گی۔

اوراگر کسی ایک مسئلے میں دو قول ہوں،اور کسی شخص کو ان دونوں قولوں میں سے کسی ایک قول کا رجحان ظاہر ہوجائے،تو وہ اس رجحان ظاہر ہونے والے قول پر عمل کرے گا۔

اوراگر رجحان ظاہر نہ ہو،تو وہ ان بعض علماء کی تقلید کرے گا،جن کے دو قولوں میں سے راجح قرار دیئے جانے والے قول کے بیان میں اعتماد کرتا ہو (مجموع الفتاویٰ)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ کے شاگرد ''علامہ ابنِ قیم'' نے اس پر مزید روشنی ڈالی ہے۔

چنانچہ انہوں نے ''زادُ المعاد ''میں فرمایا کہ جب کوئی آدمی کسی مسلم کواللہ اوراس کے رسول کی وجہ سے غضب ،اور دینی حمیت کی بناء پر تاویل کرتے ہوئے ''نفاق، یا کفر'' کی طرف نسبت کردے، جس میں اتباعِ ہویٰ اور حظِ نفس کو دخل نہ ہو، تو وہ آدمی کافرنہیں ہوتا، بلکہ گناہ گار بھی نہیں ہوتا، بلکہ اپنی نیت وقصد کے مطابق ماجور ہوتا ہے۔

لیکن ''اھلُ الھویٰ واھلُ البدعة ''کو مذکورہ تکفیرِ مسلم پر ''ھواء'' پرستی کی وجہ سے اجرحاصل نہیں ہوتا۔ [1]

یہ حکم تو نیت وقصد کا ہے، کیونکہ اس قصد کی وجہ ہی سے ''مجتہد خاطی'' بھی اجروثواب کا مستحق شمار ہوا کرتا ہے۔

لیکن جہاں تک مسئلۂ تکفیر میں اجتہاد کی رو سے ''صائب ہونے'' اور بالخصوص ''اھلُ الھویٰ واھلُ البدعة کالروافض '' کی تکفیر کا معاملہ ہے،، جو مذہبِ اسلام سے بالکلیہ خروج کو مستلزم ہو، تو اس میں ان کی تصریحات کے مطابق ''مطلق عدمِ تکفیر '' کا ہونا ہی راجح ہے، جن کے حوالہ جات کو ہم نے دوسرے مقام پر ذکر کردیا ہے، اور یہ بھی کہ ہر جگہ ''کفر کا اطلاق'' مذہبِ اسلام سے خروج کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ [2]

---

[1] الرجل إذا نسب المسلم إلى النفاق والكفر متأولا وغضبا لله ورسوله ودينه لا لهواه وحظه، فإنه لا يكفر بذلک، بل لا يأثم به، بل يثاب على نيته وقصده، وهذا بخلاف أهل الأهواء والبدع، فإنهم يكفرون ويبدعون لمخالفة أهوائهم ونحلهم، وهم أولى بذلک ممن كفروه وبدعوه(زاد المعاد فی هدی خير العباد، ج٣،ص ٣٧٢،فصل فی الرجل إذا نسب المسلم إلى النفاق والكفر متأولا وغضبا لله ورسوله)

[2] وقد أعلن النبى صلى الله عليه وسلم بما قلناه فی قوله فی الحديث الصحيح " :سباب المسلم فسوق وقتاله كفر ."ففرق بين قتاله وسبابه وجعل أحدهما فسوقا لا يكفر به والآخر كفر ,ومعلوم أنه إنما أراد الكفر العلمی لا الاعتقادی ,وهذا الكفر لا يخرجه من الدائرة الإسلامية والملة بالكلية كما لا يخرج الزانی والسارق والشارب من الملة وإن زال عنه اسم الإيمان ,وهذا التفصيل هو قول الصحابة الذين هم أعلم الأمة بكتاب الله وبالإسلام والكفر ولوازمهما فلا تتلقى هذه المسائل إلا عنهم فإن المتأخرين لم يفهموا مرادهم فانقسموا فريقين فريقا أخرجوا من الملة بالكبائر ,وقضوا على أصحابها بالخلود فی النار ,وفريقا جعلوهم مؤمنين كاملی الإيمان فهؤلاء غلوا وهؤلاء جفوا وهدى الله أهل السنة للطريقة المثلى والقول الوسط الذی هو فی إذنه كالإسلام فی الملل فها هنا كفر دون كفر ونفاق دون نفاق وشرک دون شرک وفسوق دون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

یہی وجہ ہے کہ جمہور مجتہدین کے مقابلہ میں، جن غیر جمہور کی طرف سے ''اھلُ الھویٰ واھلُ البدعۃ کالروافض'' کی علی الاطلاق تکفیر کا قول کیا گیا، تو جمہور، یا ان کے متبعین کی طرف سے، مذکورہ غیر جمہور کی نہ تکفیر کی گئی، نہ تضلیل وتفسیق کی گئی، نہ ہی ان کو عاصی قرار دیا گیا، لیکن ان سب

﴾ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴿

فسوق وظلم دون ظلم(الصلاة وأحكام تاركها،ص۵۸، "فصل:المسألة الثالثة :بماذا يقتل هل بترك صلاة أو صلاتين أو ثلاث صلوات)

كأهل البدع والأهواء الذين لا نكفرهم، كالرافضة والخوارج والمعتزلة، ونحوهم، هذا منصوص الأئمة(الطرق الحكمية،ص۱۴۶،فصل الطريق السادس عشر فى الحكم بشهادة الفساق وذلك فى صور)

فأما أهل البدع الموافقون لأهل الإسلام، ولكنهم مخالفون فى بعض الأصول -كالرافضة والقدرية والجهمية وغلاة المرجئة ونحوهم.

فهؤلاء أقسام:

أحدها :الجاهل المقلد الذى لا بصيرة له، فهذا لا يكفر ولا يفسق، ولا ترد شهادته، إذا لم يكن قادرا على تعلم الهدى، وحكمه حكم المستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا، فأولئك عسى الله أن يعفو عنهم، وكان الله عفوا غفورا.

القسم الثانى :المتمكن من السؤال وطلب الهداية، ومعرفة الحق، ولكن يترك ذلك اشتغالا بدنياه ورياسته، ولذته ومعاشه وغير ذلك، فهذا مفرط مستحق للوعيد، آثم بترك ما وجب عليه من تقوى الله بحسب استطاعته، فهذا حكمه حكم أمثاله من تاركى بعض الواجبات، فإن غلب ما فيه من البدعة والهوى على ما فيه من السنة والهدى :ردت شهادته، وإن غلب ما فيه من السنة والهدى :قبلت شهادته.

القسم الثالث :أن يسأل ويطلب، ويتبين له الهدى، ويتركه تقليدا وتعصبا، أو بغضا أو معاداة لأصحابه، فهذا أقل درجاته :أن يكون فاسقا، وتكفيره محل اجتهاد وتفصيل، فإن كان معلنا داعية :ردت شهادته وفتاويه وأحكامه، مع القدرة على ذلك، ولم تقبل له شهادة، ولا فتوى ولا حكم، إلا عند الضرورة، كحال غلبة هؤلاء واستيلائهم، وكون القضاة والمفتين والشهود منهم، ففى رد شهادتهم وأحكامهم إذ ذاك فساد كثير، ولا يمكن ذلك، فتقبل للضرورة(الطرق الحكمية،ص۱۴۷،فصل الطريق السادس عشر فى الحكم بشهادة الفساق وذلك فى صور))

وفسق الاعتقاد كفسق أهل البدع الذين يؤمنون بالله ورسوله واليوم الآخر ويحرمون ما حرم الله، ويوجبون ما أوجب الله.

ولكن ينفون كثيرا مما أثبت الله ورسوله، جهلا وتأويلا، وتقليدا للشيوخ، ويثبتون ما لم يثبته الله ورسوله كذلك.

وهؤلاء كالخوارج المارقة، وكثير من الروافض، والقدرية، والمعتزلة، وكثير من الجهمية الذين ليسوا غلاة فى التجهم.

وأما غالية الجهمية فكغلاة الرافضة، ليس للطائفتين فى الإسلام نصيب(مدارج السالكين ،ج۱،ص۳۶۹،فصل الفسوق)

باتوں کے باوجود ان کے قول کواجتہادی طور پر مرجوح قرار دیا گیا،اور اس کے راجح ہونے کو’’اجتہادی خطاء‘‘ پرمبنی قرار دیا گیا،اوراس کے خطاء پرمبنی ہونے کی توجیہات واستنباطات کوبھی مفصلاً بیان کیا گیا،جیسا کہ دوسرے اجتہادی مسائل میں عام معمول ہے،اوراس کے بغیراس قول کے مرجوح،یا خطاء پرمبنی ہونے کاعلم ممکن ہی نہیں ہوا کرتا۔

اسی بات کی توضیح ہم اس مضمون کےشروع میں کر چکے ہیں۔

نیز الحمدللہ ہمارے پاس اس’’امرِ اہم‘‘ کی اتنی تصریحات موجود ہیں کہ شاید موصوف کوان کے مطالعہ کی بھی توفیق مشکل ہو،اور موصوف کےاندازِ کلام سےمحسوس ہوتا ہے کہ ان کوشاید اجتہادی مسائل کے اس مذکورہ قضیہ کوبغور ملاحظہ ومطالعہ کرنے،اوراس گتھی کوسلجھانے کاموقع ہی میسر نہیں آسکا،اس کی افہام وتفہیم،تشریح وتوضیح،اور تنقیح وتنقید تو بہت آگے کامرحلہ ہے۔

ایسی صورت میں موصوف اس باب میں کیا خاک کلام کریں گے،اوراگر بتکلف وتصنع کلام کریں گے بھی،توان شاءاللہ تعالیٰ ہم ان کی تکلیف کودور کرنے اورطبیعت کوصاف کرنے کے لئے جمہور اور ان کے متبعین کی طرف سے اس باب میں بیان کردہ شافی اور مؤثر نسخے پیش کرنے میں وقت،کاغذ،طباعت واشاعت کسی مرحلہ پربخل سے کام نہ لیں گے۔

اوراس موقع پرموصوف اپنی لفاظی وچرب لسانی سے، جو سادہ لوح عوام کے سامنے یہ لکھ کر ورغلانے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں کہ’’اسلاف اہلِ سنت اپنی پوری پوری زندگیاں اس محاذ پرلگا کر دشمنانِ صحابہ واہلِ بیت کاقلع قمع کرتے آئے ہیں‘‘

ہمارا اکتوبر2020ءکاتحریر کردہ فتویٰ،اگرموصوف غیرشعور کی نظر میں اس’’متواتر ایک غلط اور بے مقصد محاذ پرمغز کھپائی کرتے رہنے‘‘ کومستلزم ہو۔

تو یہ موصوف کا سراسر خلافِ واقعہ،اورنہایت غیر منصفانہ جائزہ، بلکہ غیرشعورانہ الزام واتہام ہے، ہم نے اپنے مذکورہ فتوے میں کہیں بھی اس طرح کی بات تحریرنہیں کی، بلکہ مستفتی کی طرف سے، جتنا ہم سے سوال کیا گیا تھا،صرف اس کا جواب تحریر کیا گیا۔

اوراس سلسلہ میں اگرہم سے مذکورہ سوال کے بجائے،دونوں قسم کے اسلاف کی مساعی کے متعلق

سوال کیا جائے ،تو ہم پیشگی واضح طور پر برملا یہ اعلان کرتے ہیں کہ خواہ ''اھــــلُ الســـنة والــجــمـاعة'' کے وہ اسلاف واکابر ہوں، جنہوں نے اہلِ تشیع کے گمراہ کن عقائد وافکار کی وجہ سے،اُن پر مطلق تکفیر کا حکم لگایا ہو، یا وہ اسلاف واکابر ہوں، جنہوں نے اہلِ تشیع کے گمراہ کن عقائد وافکار کی وجہ سے،اُن پر تضلیل کا حکم لگایا ہو،اورعلی الاطلاق تکفیر کا حکم لگانے سے اجتناب فرمایا ہو، وہ سب اسلاف واکابر اہلِ سنت، اپنی اپنی شان کے مطابق ،متواتر ایک صحیح اور با مقصد محاذِ شریعت پر محنت وجدو جہد کرتے رہے ہیں، اوران سب کا مقصود اہلِ تشیع اور دیگر لوگوں کو گمراہ کن عقائد وافکار سے آگاہ کرنا،ان کی عاقبت وآخرت کو درست کرانا،اوران کو فاسد عقائد وافکاراوراعمال و افعال سے تائب ہونے کی تلقین وتبلیغ کرنا تھا۔

ان میں سے کسی کا مقصود بھی مذکورہ مقصود کے بجائے ، باہم اسلاف کا ایک دوسرے کے خلاف محاذ قائم کرنا، یا محض تکفیر بازی کا شغل ومشغلہ، یا اس کے لیے رات دن سعی کرنا ،اور دوسروں سے سعی کرانا ہرگز نہ تھا، جس طرح کا محاذ وفضاء موصوف قائم کرنا اور کرانا چاہتے ہیں،اس حیثیت سے موصوف کی روِش مذکورہ اسلاف میں سے کسی کے بھی موافق نہیں۔

ان میں سے جن حضرات نے جس موقع پر تضلیل ،یا تکفیر کا حکم لگایا،وہ حسبِ موقع ،حسبِ ضرورت ،اوراپنے حسبِ اجتہاد حکم لگایا، جن پر وہ سب ماجور ہیں،اوران میں سے کسی کے موقف کو اختیار وترجیح دینے والا بھی گمراہ نہیں،اوراس سلسلہ میں موصوف کے علاوہ ان تمام اسلاف کا جو مجموعی مزاج تھا، وہ اس کے موافق ہے، جو''تاریخِ دارالعلوم دیو بند'' نامی مفصل ومدلل کتاب کے مقدمہ میں سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل عبارت میں تحریر فرمایا ہے:

> تمام ائمہ کے فقہی مراتب بحیثیتِ مجموعی اس (دیو بندی) مسلک میں آجاتے ہیں،زیادہ سے زیادہ راجح ومرجوح، یا افضل ومفضول، یا اصل وفرع، یا عزیمت ورخصت کا فرق نکل سکتا ہے، البتہ کہیں کہیں جائز وناجائز کا بھی فرق پیدا ہوتا ہے،مگر قلیل،سواس سے فقہ حنفی کی جامعیت اوردوسرے فقہوں کے برحق ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا،خواہ دو

www.idaraghufran.org

نصوص باہم متعارض ہوں، یا ایک ہی نص کے دو پہلو فقہی طور پر متعارض ہوں، اس لیے اجتہادی فروعات میں اختلاف تو ہوجاتا ہے، مگر خلاف ونزاع کی کوئی شکل پیدا نہیں ہوسکتی کہ کسی فقہی مسلک سے اعراض، یا گریز کی تہمت آئے، اس لیے ائمہ اجتہاد کی حقانیت وعظمت بھی ان کی شان کے مناسب قائم رہتی ہے، اوران کے فقہی مسلک کی صداقت وعظمت اور تعظیم وتوقیر میں بھی فرق نہیں آتا، پھر یہ اختلاف بھی حق وباطل کا نہیں ہوتا کہ باعثِ کش مکش ہو، بلکہ محض (اجتہادی وظنی) خطاً وصواب کا ہوتا ہے، جن میں سے کوئی بھی پہلو اجر سے خالی نہیں، اور ظاہر ہے کہ جب سارے فقہوں اور فقیہوں کے اجتہادات اس طرح ایک مرکز پر جمع ہوکر درجہ بدرجہ اپنے اپنے مقام ومرتبہ کے مناسب قائم رہتے ہیں، تو نہ صرف یہ کہ نزاع وجدال کے رخنے مسدود ہوجاتے ہیں، بلکہ قدرِ مشترک کے طور پر ایک **ما بہ الاتحاد** بھی پیدا ہوجاتا ہے، جس کے تحت یہ سارے فقہ اور فقہی مراتب نہ صرف معتبر ہی ٹھہرتے ہیں، بلکہ ایک مرکز پر سمٹ آتے ہیں، جو اس (دیوبندی) مسلک کی جامعیت کی کھلی دلیل ہے۔

رہے فِرَقِ حقہٗ اسلامیہ جو اصول ومبانی میں متحد رہ کر فروعی عقائد کے معانی میں بتقضائے قواعدِ شرعیہ کچھ مختلف ہیں، تو ظاہر ہے کہ اس کا منشاء بھی اجتہادی نظر وفکر ہی ہے، جس سے بتفاوتِ اجتہاد، متفاوت نظریات قائم ہوکر عقیدے کی صورت اختیار کرلیں، اور وہ فرقہ سمجھے جانے لگیں، دراں حالیکہ وہ فرقہ نہیں ہوتے، جبکہ تمام اصول اور مبانیِ اسلام میں متحد ہیں۔

لیکن حضرت شاہ (ولی اللہ) صاحب رحمہ اللہ کا مسلک جبکہ جامع نص واجتہاد ہے، تو ان فروعی عقائد کا بھی کوئی اجتہادی پہلو جب تک کہ شریعت کے بنیادی اصول اور اساسی قواعد وضوابط سے متصادم نہ ہو، نا قابلِ قبول نہیں رہتا، بجز اس کے کہ اس پہلو کو مسئلہ کا بنیادی مقام دینے کے بجائے، اُسے ضمنی، فرعی مقام پر رکھ دیا جائے، ترک نہیں کیا جاتا، اس طرح سے کوئی بھی حقانی فرقہ اور اس کا کوئی بھی اعتقادی مسئلہ جبکہ تھوڑی

سی توجیہ کے بعد اس مسلک سے باہر نکلنے نہیں پاتا، صرف مقصدی اور غیر مقصدی درجہ کا فرق باقی رہ جاتا ہے، تو اسے بھی کلیۃً متروک کر دینے کی صورت پیدا نہیں ہوتی، جبکہ وہ کسی نص کے محتملات، یا کسی شرعی اصول کی فرعیات کے دائرہ میں ہے، اس لیے اس جامع مسلک میں یہ اسلامی فرقے بھی اصل فرقۂ حقہ سے کلیۃً جدا نہیں ہوتے، بلکہ اس سے قریب تر ہو جاتے ہیں، صرف فرقِ باطلہ ہی باہر رہ جاتے ہیں، جو حق کے دائرہ میں داخل ہی ہونا نہیں چاہتے (تاریخ دار العلوم دیوبند، ص۲۹و۳۰، مقدمہ، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی)

نیز مذکورہ اکابر واسلاف کا مجموعی مزاج وہ ہے، جو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تالیف ’’علماءِ دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج‘‘ میں مندرجہ ذیل عبارت میں تحریر فرمایا:

اس (دیوبند) مسلک پر ائمہ اجتہاد کی محبت وعظمت کے حقوق کی ادائیگی یہ نہیں ہے کہ اپنے اجتہادی مذہب کی فوقیت ظاہر کر کے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اس کی تبلیغ و اشاعت کی فکر کی جائے، یا اپنے مذہب کی تائید کے لیے دوسرے مذاہب فقہیہ کے ردّ و ابطال میں زورِ صرف کیا جائے، یا دوسرے ائمہ اجتہاد اور سلفِ صالحین کی شان میں گستاخی، سوءِ ادب اور ان کی فرعیات کے ساتھ تمسخر واستہزاء سے دنیا وآخرت تباہ کی جائے، جبکہ ان میں سے ایک صورت بھی ترجیح، یا تقویتِ مذہب کی نہیں، ابطالِ مذہب کی ہے، اور یا پھر غرورِ علم کی ہے کہ بزعمِ خود اپنے ہی مذہب میں حق کو منحصر سمجھ لیا جائے، جو بلاشبہ افراط وتفریط ہے، جس سے مسلک علماءِ دیوبند بالکل الگ ہے (علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص۱۴۵، بعنوان: فقہ اور فقہاء، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، باراول، ذوالقعدہ 1408ھ، جولائی 1988ء)

نیز مذکورہ تالیف میں ہی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا:

وہ (یعنی علمائے دیوبند) بیک وقت مفسر بھی ہیں اور محدث بھی، فقیہ بھی ہیں اور متکلم بھی، صوفی بھی ہیں اور مجاہد بھی، مقلد بھی ہیں اور مفکر بھی، اور پھر ان تمام علوم اور عناصرِ

دین کے امتزاج سے ان کا جماعتی مزاج معتدل بھی ہے اور متوسط بھی، جس میں نہ غلو ہے، نہ مبالغہ، اور اس توسط اور وسعتِ نظری کی بدولت نہ ان کا مشغلہ تکفیر بازی ہے، نہ دشنام طرازی، نہ کسی کے حق میں سبّ وشتم اور تبرّا ہے، نہ بدگوئی، نہ عناد وحسد اور طیش ہے، نہ غلبۂ جاہ ومال سے افراطِ عیش، بلکہ صرف بیانِ مسئلہ اور حقائقِ بیانی، یا احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ہے، اور بالفاظِ مختصر اصلاحِ امت اور اتحاد بین المسلمین ہے، جس میں نہ متخالف شخصیات کی تحقیر اور بدگوئی ہے، نہ ان پر مغرورانہ طعن واستہزاء کا، نہ ان کے بیانات وخطابت کا موضوع مخالفِ مسلک طبقات سے خواہ مخواہ الجھنا اور عوام کو ان سے نفرتیں دلاتے رہنا اور ان کے خلاف ہمہ وقت عوامی جذبات کو مشتعل کرتے رہنا ہے، جبکہ ان کی زبانیں بیانِ مسائل ہی سے فارغ نہیں، تو ان خرافات کے لیے وہ فرصت کہاں سے پاتے۔

تکفیر بازی تو بجائے خود ہے، ان کے یہاں سرے سے ان اشخاص کا ذکر وتذکرہ تک بھی زبانوں پر نہیں ہوتا، جو ہمہ وقت ان کی بدگوئی میں لگے رہتے ہیں، پس انہی اوصاف واحوال کا مجموعہ نام ''دارالعلوم دیوبند'' ہے، اور اسی علمی وعملی اور عقلی واخلاقی ہمہ گیری سے اس کا دائرۂ اثر دنیا کے تمام ممالک تک پھیلا ہوا ہے (علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص۱۹۲و۱۹۳، بعنوان: فقہ اور فقہاء، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، بارِاول، ذو القعدہ1408ھ، جولائی1988ء)

اب تکفیر بازی، اور سب وشتم وغیرہ سے متعلق اصحابِ دارالعلوم دیوبند کی بنیادی فکر، اور اس پر مذکورہ مفاسد کے بعد دارُالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے اہلِ تشیع کے لیے کیے گئے اصلاحی کارناموں کا بھی تھوڑا سا حال سن لیجئے۔

سوانح قاسمی میں ہے:

''فلاں فلاں آدمی کٹر شیعہ تھے، لیکن تقریر وتحریر کی ہنگامہ آرائیوں کے بغیر بحمداللہ اسلام کی صادق اور سچی روح کے پانے میں وہ کامیاب ہوگئے ہیں، خود سیدنا الکبیر بھی

تقریری وتحریری کاروبار کی لاحاصلی سے واقف تھے‘‘ (سوانحِ قاسمی، ج۲،ص۶۹، داخلی اصلاحات،مطبوعہ: مکتبہ رحمانیہ،لاہور)

مذکورہ تالیف کے حاشیہ میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اس کی توضیح کرتے ہوئے تحریرفرماتے ہیں:

’’حضرت (مولانا قاسم نانوتوی) نے وعظ شروع فرمایا،جس میں گاؤں کی تمام شیعہ برادری بھی جمع تھی،اور وہ وعظ اسی ترتیب سے اعتراضوں کے جواب پر مشتمل شروع ہوا،جس ترتیب سے اعتراضات لے کر مجتہدین بیٹھے تھے،گویا کہ ترتیب کے مطابق جب کوئی مجتہد اعتراض کرنے کے لئے گردن اٹھاتا،تو حضرت اسی اعتراض کوخود نقل کرکے،جواب دینا شروع فرماتے،یہاں تک کہ وعظ پورے سکون کے ساتھ پورا ہوگیا،اورشیعوں کےان مقررہ شبہات کے مکمل حل سے گاؤں کے شیعہ اس قدر مطمئن اورمنشرح ہوئے کہ اکثریت نے توبہ کرلی،اور سنی ہوگئے‘‘(سوانحِ قاسمی ، حاشیہ، ج۲،ص۷۱،داخلی اصلاحات،مطبوعہ: مکتبہ رحمانیہ،لاہور)

اکابرسلف کا مندرجہ بالاطرزِعمل ان نصوص کےموافق ہے،جن میں دین کے نصیحت اور خیرخواہی ہونے،اورمنافقوں کےبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ومجلس میں آنے اور صلاح وفلاح اوررشد وہدایت کی ہدایات واحکامات سننے،اور حجت تمام ہونے کا ذکر کیا گیاہے، اورصریح کافروں ومشرکوں کے معبودانِ باطلہ،اوردوسروں کے آباءواجداد تک کوسب وشتم کرنے سے منع فرمایا گیا ہے،اوراس طرزِعمل کواپنے معبودِ برحق،اوراپنے آباءواجداد کےسب وشتم کا سبب بتلایا گیا ہے۔

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة الأنعام،رقم الآية ۱۰۸)

ترجمہ: اور نہ سب وشتم کروتم، اُن (افراد واشیاء) کوکہ بلاتے ہیں وہ (یعنی مشرکین وکافرین) اللہ کے علاوہ کو،تو وہ سب وشتم کریں گے، اللہ کو،عداوت کے طور پر بغیرعلم

کے،اسی طریقے سے مزین کردیا ہم نے، ہرایک امت کے لیے، ان کے عمل کو، پھر اپنے رب کی طرف ان کا لوٹنا ہوگا، پھر خبردار کردے گا وہ (رب) اُن کو، ان چیزوں سے، جو وہ عمل کرتے تھے(سورہ انعام)

مفسرین نے مذکورہ آیت کی عمدہ تشریح کی ہے۔ ۱

اوراحادیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيلَ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ : يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ (صحیح البخاری، رقم الحدیث۵۹۷۳،کتاب الادب،باب: لا یسب الرجل والدیه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک کبیرہ ترین گناہوں میں سے ایک گناہ یہ ہے کہ کوئی اپنے والدین پرلعنت کرے،عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کوئی کیسے اپنے والدین پرلعنت کرسکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

---

۱ وفی ذلک دلیل علی أن المحق علیه أن یکف عن سب السفهاء الذین یتسرعون إلی سبه علی وجه المقابلة له لأنه بمنزلة البعث علی المعصیة(احکام القرآن للجصاص، ج۴ص ۱۷۰، سورة الانعام)

ولا تسبوا الذین یدعون من دون الله یعنی لا تذکروا الأوثان بما فیها من القبائح فیسبوا الله منصوب علی جواب النهی عدوا تجاوزا عن الحق الی الباطل بغیر علم ای علی جهالة بالله تعالی وبما یجب ان یذکر به وما هو منزه عنه فظاهر الایة وان کان نهیا عن سب الأصنام فحقیقة النهی عن سب الله تعالی لانه سبب لذلک(التفسیر المظهری، ج۳ص ۲۷۶، سورة الانعام)

ومعنی سبهم لله عز وجل إفضاء کلامهم إلیه کشتمهم له صلی الله علیه وسلم ولمن یأمره، وقد فسر بغیر علم بذلک أی فیسبوا الله تعالی بغیر علم أنهم یسبونه وإلا فالقوم کانوا یقرون بالله تعالی وعظمته وأن آلهتهم إنما عبدوها لتکون شفعاء لهم عنده سبحانه فکیف یسبونه؟ ویحتمل أن یراد سبهم له عز اسمه صریحا ولا إشکال بناء علی أن الغضب والغیظ قد یحملهم علی ذلک ألا تری أن المسلم قد تحمله شدة غیظه علی التکلم بالکفر.

ومما شاهدناه أن بعض جهلة العوام أکثر الرافضة سب الشیخین رضی الله تعالی عنهما عنده فغاظه ذلک جدا فسب علیا کرم الله تعالی وجهه فسئل عن ذلک فقال: ما أردت إلا إغاظتهم ولم أر شیئا یغیظهم مثل ذلک فاستتیب عن هذا الجهل العظیم(تفسیر روح المعانی للآلوسی، ج۴ص ۲۳۶، سورة الانعام)

www.idaraghufran.org

ایک شخص دوسرے کے والد کو گالی دے، اور پھر وہ (پلٹ کر) اس کے والد کو گالی دے اور اس کی ماں کو گالی دے (بخاری)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَرْبَى الرِّبَا أَنْ يَّسْتَطِيْلَ الرَّجُلُ فِيْ شَتَمِ أَخِيْهِ، وَإِنَّ أَكْبَرَ الْكَبَائِرِ أَنْ يَّشْتِمَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ، قَالُوْا: وَكَيْفَ يَشْتِمُهُمَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: يَشْتِمُ الرَّجُلَ، فَيَشْتِمُهُمَا (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۸۹۹، ج۱۸ ص ۳۵۳) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین سود یہ ہے کہ آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کو گالی دینے میں زبان درازی کرے، اور کئی کبیرہ گناہوں میں اہم ترین کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! والدین کو کیسے گالی دے گا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوسرے آدمی کو گالی دے، پھر وہ (دوسرا آدمی پلٹ کر) اس کے والدین کو گالی دے (تو یہ سبب بننے کی وجہ سے ایک طرح خود سے اپنے والدین کو گالی دینا ہے) (طبرانی)

اس کے علاوہ احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو نصیحت اور خیر خواہی سے تعبیر فرمایا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول، اور اس کی کتاب اور ائمۂ مسلمین اور عامۃ الناس سب کے لیے اس حکم کو عام بیان فرمایا ہے، اور مومن کو دوسروں سے اُلفت رکھنے، اور دوسروں کے اس سے اُلفت رکھنے والا قرار دیا ہے، اور جو نہ دوسروں سے اُلفت کرے، اور نہ دوسرے لوگ اس سے الفت کریں، اس میں خیر نہ ہونے کا حکم لگایا ہے، اور سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے لوگوں کو سب سے بہترین قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلدِّيْنُ اَلنَّصِيْحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ:

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحيح غير طاهر بن خالد بن نزار، وهو ثقة وفيه لين (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۰۱۷، باب فيمن تسبب فی سب والديه)

لِلّٰـهِ وَلِـكِتَـابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ (مسلم، رقم الحديث ٥٥"٩٥"، باب بيان أن الدين النصيحة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا کہ کس کے لئے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، مسلمانوں کے حکمرانوں کے لئے، اور تمام مسلمانوں کے لئے (مسلم)

اس طرح کی حدیث اورسندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ اپنے قصد وارادہ، اور قول وفعل سے مذکورہ الصدر تمام اشیاء واشخاص سب کے لیے اخلاص اور مودت اور جذبۂ خیر خواہی کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔ [2]

---

[1] عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :الدين النصيحة ثلاث مرار، قالوا :يا رسول الله لمن؟ قال :لله، ولكتابه، ولأئمة المسلمين وعامتهم :هذا حديث حسن وفى الباب عن ابن عمر، وتميم الدارى، وجرير، وحكيم بن أبى يزيد، عن أبيه، وثوبان (ترمذى، رقم الحديث ١٩٢٦، باب ما جاء فى النصيحة)

[2] (الدين) أى: أعماله وأفضل أعماله أو الأمر المهم فى الدين (النصيحة) : وهى تحرى قول أو فعل فيه صلاح لصاحبه، أو تحرى إخلاص الود له، والحاصل أنها إرادة الخير للمنصوح له وهو لفظ جامع لمعان شتى .قال الخطابى :النصيحة كلمة جامعة يعبر بها عن جملة هى إرادة الخير، وليس يمكن أن يعبر عن هذا المعنى بكلمة وجيزة يحصيها ويجمع معناها غيرها، كما قالوا فى الفلاح ليس فى كلامهم كله أجمع لخير الدنيا والآخرة منه، فقوله عليه الصلاة والسلام " :الدين النصيحة "يريد عماد الدين وقوامه، إنما هو النصيحة وبها ثباته.......... (لمن؟) أى :النصيحة لمن؟ (قال) أى :النبى عليه الصلاة والسلام :(لله) أى: بالإيمان وصحة الاعتقاد فى وحدانيته وترك الإلحاد فى صفاته وإخلاص النية فى عبادته، وبذل الطاقة فيما أمر به ونهى عنه، والاعتراف بنعمته والشكر له عليها، وموالاة من أطاعه، ومعاداة من عصاه، وحقيقة هذه الإضافة راجعة إلى العبد فى نصيحة نفسه لله، والله غنى عن نصح كل ناصح، كذا ذكره الخطابى، وخلاصته أن النصيحة لله هى التعظيم لأمره والشفقة على خلقه .وقال بعض المحققين :هى الإيمان بوجوده بأن يعلم أن وراء التحيزات موجودا خالقا وبصفاته الثبوتية والسلبية والإضافية، وبأفعاله بأن يعلم أن كل ما سواه المسمى بالعالم، فإنما حدث بقدرته، وهو من العرش إلى الثرى بالنسبة إلى العظمة الإلهية أقل من خردلة بالنسبة إلى جميع العالم، وبأحكامه بأن يعلم أنها غير معللة بغرض، وأن المقصود من شرعها منافع عائدة إلى العبد، وأن له الحكم كيف يشاء ، ولا يجب عليه شىء ، إن أثاب فبفضله وإن عذب فبعدله .وأسمائه بأن يعلم بأنها توقيفية، ثم بإخلاص العبادة واجتناب معاصيه والحب له والبغض فيه.......... (ولأئمة المسلمين) بأن ينقاد لطاعتهم فى الحق، ولا يخرج عليهم إذا جاروا، ويذكرهم برفق ولطف، ويعلمهم بما غفلوا عنه ولم يبلغهم من حقوق المسلمين، ويؤلف قلوب الناس لطاعتهم، ومن النصيحة لهم :الصلاة خلفهم والجهاد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ يَأْلَفُ وَيُؤْلَفُ، وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ، وَلَا يُؤْلَفُ، وَخَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۵۷۸۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن دوسروں سے الفت کرتا ہے، اور اس سے الفت کی جاتی ہے، اور اس شخص میں کوئی خیر نہیں، جو نہ تو دوسروں سے الفت کرے، اور نہ اس سے الفت کی جائے، اور لوگوں میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں، جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچائیں (طبرانی)

اور ابنِ ابی الدنیا کی روایت کردہ ایک حدیث میں ہے کہ ''**اَحَبُّ النَّاسِ مَنْ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ**'' کہ لوگوں میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے، جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔ [2]

اسی وجہ سے علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ بعض لوگوں کے لیے ''تالیفِ قلوب'' دراصل اُن کے لیے ''ہجران'' اور اُن کو اپنی حالت پر چھوڑ رکھنے کے مقابلہ میں زیادہ مفید ہوا کرتی ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ معهم وأداء الصدقات إليهم، وأن لا يغريهم بالثناء الكاذب عليهم، وأن يدعو لهم بالصلاح، هذا كله على أن المراد بالأئمة الخلفاء وغيرهم ممن يقوم بأمور المسلمين من أصحاب الولاية، ومجمل معنى الإمام من له خلافة الرسول في إقامة الدين بحيث يجب اتباعه على الكل، وقد يتناول ذلک الأئمة الذين هم علماء الدين، وأن من نصيحتهم قبول ما رووه، وتقليدهم في الأحكام، وإحسان الظن بهم (مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۳۱۱۱، ۳۱۱۲، كتاب الآداب ،باب الشفقة والرحمة على الخلق)

[1] قال الالبانی: وبالجملة فهذه الزيادة في الحديث ثابتة فيه في رتبة الحسن كأصله أو أعلى (سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۴۲۶)

[2] عن عبد الله بن دينار، عن بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال: قيل: يا رسول الله من أحب الناس إلى الله؟ قال: " أنفعهم للناس (قضاء الحوائج لابنِ ابی الدنيا، رقم الحديث ۳۶، ص۴۷)

قال الالبانی: قلت: وهذا إسناد حسن، فإن بكر بن خنيس صدوق له أغلاط كما قال الحافظ.
وعبد الله بن دينار ثقة من رجال الشيخين فثبت الحديث .والحمد لله تعالى (سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۹۰۶)

[3] بل يكون التأليف لبعض الناس أنفع من الهجر .والهجر لبعض الناس أنفع من التأليف (مجموع الفتاوى، لابنِ تيمية، ج۲۸،ص۲۰۵)

www.idaraghufran.org

اس کے علاوہ علامہ ابنِ تیمیہ نے اہلِ تشیع وروافض کی تردید میں تحریر کردہ معرکۃ الآراء تالیف ''منہاجُ السنة النبوية فی نقض كلام الشيعة القدرية'' میں فرمایا کہ ''اہلِ اھواء'' جیسا کہ خوارج، اور شیعہ، اور مرجئہ، اور قدریہ وغیرہ کے ساتھ فقہائے کرام نے جو بعض امور، مثلاً جنازہ میں شمولیت وغیرہ سے منع فرمایا ہے، وہ اس وجہ سے منع نہیں فرمایا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، بلکہ اس لئے منع فرمایا کہ وہ اظہارِ منکرات کی وجہ سے ''ہجران'' کے مستحق ہوگئے، جو کہ نہی عن المنکر کا ایک طریقہ ہے، لیکن بعض اوقات ''ہجران'' کے بجائے ''تالیف'' ہی زیادہ مفید ہوتی ہے، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مشرکین سے بھی تالیف کا اہتمام فرمایا۔ [1]

اور اسلام میں تالیفِ قلوب کی اتنی اہمیت ہے کہ جس کی خاطر، قرآن مجید میں مذکور مصارفِ زکاۃ میں ایک مصرف ''مؤ لفة القلوب'' کا ذکر کیا گیا ہے، اور اس سہام کے باقی ہونے، اور منسوخ نہ ہونے کے حنفیہ کے علاوہ جمہور فقہاء، یعنی شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ اب بھی قائل ہیں۔

اور بعض فقہاء اس کے مفہوم میں بعض کفار ومشرکین کو بھی شریک قرار دیتے ہیں۔ [2]

---

[1] وإن كان فيها الرواية عمن فيه نوع من بدعة كالخوارج ، والشيعة، والمرجئة ، والقدرية، وذلك. لأنهم لم يدعوا الرواية عن هؤلاء للفسق كما يظنه بعضهم، ولكن من أظهر بدعته .وجب الإنكار عليه بخلاف من أخفاها، وكتمها، وإذا وجب الإنكار عليه كان من ذلك أن يهجر حتى ينتهي عن إظهار بدعته، ومن هجره أن لا يؤخذ عنه العلم، ولا يستشهد.

وكذلك تنازع الفقهاء في الصلاة خلف أهل الأهواء ، والفجور منهم من أطلق الإذن، ومنهم من أطلق المنع، والتحقيق أن الصلاة خلفهم لا ينهى عنها لبطلان صلاتهم في نفسها لكن لأنهم إذا أظهروا المنكر استحقوا أن يهجروا، وأن لا يقدموا في الصلاة على المسلمين، ومن هذا الباب ترك عيادتهم، وتشييع جنائزهم كل هذا من باب الهجر المشروع في إنكار المنكر للنهي عنه .

وإذا عرف أن هذا هو من باب العقوبات الشرعية علم أنه يختلف باختلاف الأحوال من قلة البدعة، وكثرتها، وظهور السنة، وخفائها، وأن المشروع قد يكون هو التأليف تارة، والهجران أخرى، كما كان النبي -صلى الله عليه وسلم -يتألف أقواما من المشركين ممن هو حديث عهد بالإسلام ، (ومن يخاف عليه الفتنة) فيعطي المؤلفة قلوبهم ما لا يعطي غيرهم(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية، ج ١ ،ص ٦٤، كلام عام عن الرافضة،الرافضة هم أكذب الطوائف)

[2] اختلف الفقهاء في سهم الزكاة المخصص للمؤلفة قلوبهم فجمهور الفقهاء من المالكية والشافعية والحنابلة على أن سهمهم باق.

وذهب به بعضهم إلى أن سهمهم منقطع لعز الإسلام، لكن إذا احتيج إلى تألفهم أعطوا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اب اگر موصوف ”اصلاح وخیر خواہی، نفع رسانی اور تالیفِ قلبی“ کے برعکس ”تکفیر بازی اور بدگوئی اور ہجران ورانده درگاه وغیره کرنے“ میں لگے رہنے، بلکہ اس کو ایک کاروبار، اور مشغلہ بنا لینے کی نسبت مذکورہ اسلاف کی طرف کرنا چاہتے ہوں، اور وہ نہ تو خود جاہل شیعوں کو اصلاح کے لئے اپنے قریب پھٹکنے دیں، بلکہ دُور سے اور پیشگی ہی سب پر علی الاطلاق کفر کا فتویٰ جڑ دیں، اور جو اصحابِ رشد وارشاد، ان کو اصلاح وتالیف کے لئے اپنے قریب لانا چاہیں، موصوف ان کو بھی یہ کام نہ کرنے دیں، بلکہ ان اصحابِ رشد وارشاد کو بھی اپنی طرح کے موقف اور رویہ کے ماننے پر مجبور کریں، تو ایسی صورت میں موصوف کو اپنی الگ سے کوئی مسند لگا کر آرام سے بیٹھ جانا چاہئے، اور وہاں سے یکسو ہو کر کافر کافر کا وظیفہ پڑھنے اور اس کا وِرد کرنے میں مشغول رہنا چاہیے، اور اس مقصد کے لئے اپنے وظائف کو بھی حاصل کرتے رہنا چاہیے، اور اہلِ تشیع کی اصلاح کے مقصد کے لئے آسمان سے فرشتوں کی آمد کا انتظار کرنا چاہیے، بصورتِ دیگر اہلِ تشیع کو ان کے ”اجہل، اور پیشہ ور وکاروباری ذاکرین“ یا ان کے ”امام باڑوں“ کے حوالہ کرنے پر اکتفاء کرنا چاہیے۔

اس سے امید ہے کہ موصوف کے سارے معاملات بحسن وخوبی حل ہو جائیں گے۔

اور مذکورہ حوالہ جات کی روشنی میں سچ بھی یہی ہے ”اگرچہ بعض کے لئے کڑوا ہی کیوں نہ ہو“ کہ زیادہ تر اس قسم کے مذکورہ طبقہ کو ہی جملہ اہلِ افتاء سے علی الاطلاق تکفیرِ شیعہ کا حکم لگوانے پر اصرار ہے، لیکن جو سنجیدہ، مخلص علماء واہلِ افتاء کا طبقہ ہے، خواہ وہ ”اطلاق“ کا قائل ہو، یا ”عدمِ اطلاق“ کا، اس کے نزدیک یہ کوئی حق وباطل کا اختلاف ہے ہی نہیں، اسی لئے وہ اس فرق کی بناء پر نہ تو دوسرے کے ساتھ حسد وتحاسد، اور بغض وعناد رکھتا، نہ ہی اسے دوسرے کے اس طرح کے فتاویٰ میں کوئی عیب اور کیڑ انظر آتا، اور نہ ہی کسی کو اپنے موقف پر مجبور کرنے کی ضرورت وحاجت، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال الحنفية بسقوط سهم المؤلفة قلوبهم.

ثم اختلف الفقهاء فى أقسامهم.

فقال المالكية :المؤلفة قلوبهم كفار يتألفون.

وقال الشافعية :لا يعطى من هذا السهم لكافر أصلا.

وجوز الحنابلة الإعطاء لمؤلف مسلما كان أو كافرا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص١٣، مادة”المؤلفة قلوبهم“)

پریشانی وبے چینی لاحق ہوتی، اور ''الحمد للہ'' باہمی الفت ومحبت، اور مودت ومروت، اور ایک دوسرے کے اکرام واحترام کے ساتھ تمام تر علمی ودینی، اور تبلیغی وتدریسی، اور تصنیفی وتالیفی معمولات ومصروفیات پرسکون ماحول میں جاری وساری ہیں۔

اور بندہ چونکہ ''خِفاء'' نہیں رکھتا، اس لئے یہ طبقہ بندہ سے ''خَفاء'' ہے، لیکن ''الحمد للہ تعالیٰ'' بندہ کو کسی کا ''خَفاء'' ہونا، اور اس طبقہ کا طرح طرح سے طعن وتشنیع کرنا حق گوئی، اور نیابتِ رسول سے مانع نہیں، بلکہ بندہ کے نزدیک یہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ''ازالۂ سیئات واضافۂ حسنات'' کا باعث ہے، جس کا اللہ، اور اس کے رسول کی طرف سے سچا اور پکا وعدہ ہے، اور اس میں مخلوق کے کسی فاسد گمان، اور بے جا اعتراض، اور خوامخواہ کے روڑے اٹکانا، رکاوٹ ومضرت کا باعث نہیں۔

یہ طبقہ تو خود بے چارہ ''لاچار وبے بس'' ہے، جو اپنے مقصد کے لئے در بدر گھومتا پھرتا، اور ہر جگہ سے متعصّبانہ انداز میں مطلق تکفیر بازی کا متلاشی وبھکاری ہے، اور اس کی وجہ سے اکابر اور ان کے متبعین میں تفریق وتشویش پیدا کرنے کے درپے ہے، اس سے اور توقع بھی کیا کی جاسکتی ہے؟

موصوف کے ''جوش پر ہوش اور غیرتِ دینی'' کی حقیقت

مغالطہ: ......پھر موصوف نے اپنے مضمون میں آگے لکھا:

> ''ہم نے جب یہ مضمون پڑھا، تو جوش پر ہوش، اور غیرتِ دینی پر شعورِ علم غالب کرتے ہوئے متذکرہ ماہنامہ کے غفرانی حضرت مولانا کو ایک خط بذریعہ T.C.S ارسال کیا، اور برقی پیغام میں یہ بھی کہا کہ ہم اپنے اس خط کو عامۃُ الناس میں لانے کا ارادہ نہیں رکھتے، تاکہ آپ جناب اسے ذاتی مخالفت پر منطبق نہ کریں، آپ ہمارے اس خط کا تفصیلی جواب ہمیں ہی ارسال فرمادیں، تاکہ آپ کے اس موقف کا ہم تفصیل سے جائزہ لے سکیں''۔

جوابِ مغالطہ: ......اگر موصوف ہمارے مضمون کو ''ہوش'' سے پڑھتے، اور پھر آگے بڑھتے، تو ایسی نوبت نہ آتی، لیکن انہوں نے اس سلسلہ میں بھی، اپنے جذبات کا خلافِ واقعہ اظہار

کیا، جواُن کی شروع سے اب تک کی روش سے ظاہر ہے۔

اللہ اور اس کے رسول، اور رسول کے جاںثار اور وارثان کے مقابلہ میں، موصوف کی غیرت کا اندازہ، اُن کے کلام و بیان سے بالکل عیاں وظاہر ہے، جس میں بدزبانی، بدکلامی، کذب بیانی اور تکفیر بازی کا شور وشرابا مچانے، اور اس پر اصرار کرانے جیسی سب ہی، ایسی حیاء اور غیرت سوز، بداخلاقی کے جوہر اور قیمتی نمونے موجود ہیں، جو صرف موصوف اور اُن کے ہم پیالہ وہم نوالہ لوگوں کے خیال اور ان کی دنیا میں تو حیاء اور غیرت کہلائے جاسکتے ہیں، قرآن وسنت اور متبعینِ قرآن وسنت کے یہاں، اس قسم کی بداخلاقیوں کے حیاء اور غیرت میں داخل ہونے کی کوئی گنجائش نہیں۔

ہمارے نزدیک قرآن وسنت کی، افراط وتفریط سے پاک، اعتدال واحتیاط پر مبنی اتباع ہی صحیح وحقیقی حیاء اور غیرت میں داخل ہے، خواہ اس میں کسی کو ''ہوش'' نظر آئے، یا ''جوش'' نظر آئے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاَ أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ، فَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۴۶۳۷)

ترجمہ: کوئی بھی اللہ کے مقابلہ میں زیادہ غیرت مند نہیں، پس اسی وجہ سے اللہ نے فواحش کو حرام فرمایا، خواہ وہ ظاہری فواحش ہوں، اور خواہ وہ باطنی فواحش ہوں (بخاری)

حضرت ابوعبداللہ جدلی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِعَائِشَةَ: كَيْفَ كَانَ خُلُقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَهْلِهِ ؟ قَالَتْ: كَانَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا، لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا ، وَلَا مُتَفَحِّشًا ، وَلَا سَخَّابًا بِالْأَسْوَاقِ، وَلَا يُجْزِءُ بِالسَّيِّئَةِ مِثْلَهَا، وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۵۹۹۰؛ صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۶۴۴۳) [2]

---

[1] وتوضيحه: أن الإنسان يشتغل بالأشياء على حرص شديد ومبالغة عظيمة فى أول الأمر، ثم إن تلك الشرة يتبعها فترة، فإن كان مقتصدا محترزا عن جانبى الإفراط والتفريط وسالكا الطريق المستقيم، فأرجو كونه من الفائزين الكاملين(مرقاة المفاتيح، ج۸ص۳۳۳۷، ۳۳۳۸، كتاب الآداب، باب الرياء والسمعة)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية مسند احمد وابنِ حبان)

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر والوں میں کیسے اخلاق تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے، فاحش اور متفحّش (یعنی کوئی فحش کلام، یا کام کرنے والے اور فحش کلام یا کام کو پسند واختیار کرنے والے) اور بازاروں میں شور کرنے والے نہیں تھے، اور وہ برائی کا بدلہ اُس جیسی بُرائی سے نہیں دیتے تھے، بلکہ معاف اور درگذر فرماتے تھے (مسند احمد)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِيْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيْءَ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٢٠٠٢، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عمل بھی قیامت کے دن مومن کی میزانِ عمل میں حسنِ خلق (یعنی اچھے اخلاق) سے زیادہ بھاری نہیں ہوگا، اور بے شک اللہ، فاحش اور بدگو (وبدزبان) کو مبغوض (اور ناپسند) فرماتا ہے (ترمذی)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيْمَنُ امْرِءٍ وَأَشْأَمُهُ مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ قَالَ وَهْبٌ: يَعْنِيْ لِسَانَهُ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحديث ٥٧١٧، كتاب الحظر والاباحة، باب مايكره من الكلام ومالا يكره، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ١٩٨) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی خوش بختی اور بدبختی اُس کے جبڑوں کے درمیان والی چیز میں ہے، حضرت وہب راوی کہتے ہیں کہ یعنی زبان میں ہے (ابنِ حبان، طبرانی)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الترمذی: وفی الباب عن عائشة، وأبی هريرة، وأنس، وأسامة بن شريك وهذا حديث حسن صحيح.

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لِکُلِّ عَمَلٍ شِرَّۃٌ، وَلِکُلِّ شِرَّۃٍ فَتْرَۃٌ ، فَمَنْ کَانَتْ فَتْرَتُہٗ إِلٰی سُنَّتِیْ، فَقَدْ أَفْلَحَ، وَمَنْ کَانَتْ إِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ فَقَدْ ھَلَکَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۶۹۵۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عمل کے اندر، شدید حرص (اور جوش کی کیفیت) ہوتی ہے، اور ہر شدید حرص کی انتہاء سکون پر ہوتی ہے، پس جس کا سکون میری سنت کی طرف ہوا، تو وہ کامیاب ہوگیا، اور جس کا سکون میری سنت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف ہوا، تو وہ ہلاک ہوگیا (مسند احمد)

جہاں تک موصوف کی طرف سے T.C.S کے ذریعے ایک خط ارسال کرنے کے پسِ منظر کا تعلق ہے، تو اس خط کا قضیہ یہ ہے کہ کراچی کے ایک صاحب کی طرف سے بندہ کو ایک خط موصول ہوا، جو ابھی تک ریکارڈ میں موجود ہے، جس میں مجلّہ ''صفدر'' کے ماہنامہ میں بندہ کے فتوے کے متعلق کچھ تحریر کیے جانے کا ذکر کیا گیا تھا، جس پر بندہ محمد رضوان نے خود بنفسِ نفیس جناب مولانا حمزہ احسانی صاحب زید مجدہٗ (مدیر: مجلّہ ''صفدر'' لاہور) سے ٹیلی فون پر رابطہ کر کے اس کی تصدیق چاہی کہ وہ مضمون مجلّہ صفدر میں چھپا ہے، یا نہیں، اور اگر چھپا ہے، تو کس ماہ کے مجلّہ میں؟ جس پر موصوف نے فرمایا کہ ایسی تو کوئی بات نہیں، البتہ مولانا عبدالجبار سلفی صاحب نے آپ کو ایک تفصیلی خط بذریعہ رجسٹری کئی روز قبل اس بابت ارسال کیا تھا، بندہ نے کہا کہ مجھے تو تا حال ایسا کوئی خط موصول نہیں ہوا، جس پر موصوف نے فرمایا کہ میں مولانا سے رابطہ کر کے آپ کو دوبارہ یہ خط ارسال کرا دیتا ہوں، بندہ نے کہا کہ ٹھیک ہے، اور بات ختم ہوگئی، جس کے بعد دوسرے، یا تیسرے دن بندہ کو مولانا موصوف کا وہ تفصیلی خط موصول ہوگیا، جس کے بعد فرصت وفراغت ملنے پر بندہ نے مولانا موصوف کو بذریعہ برقی پیغام ایک رفیق کے واسطہ سے مطلع کرا دیا کہ آپ کا خط موصول ہوگیا ہے، جس کا جواب مکمل ہونے کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ موصول ہو جائے گا۔

جس پر انہوں نے جواب میں لکھا کہ بلاوجہ اس موضوع کو ماہنامہ میں چھیڑ دیا گیا ہے، اس لئے موجودہ صورتِ حال کے تناظر میں اب ہم مجبور ہیں کہ اس پر ''مجلّہ حق چار یار'' میں کچھ تحریر

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح علی شرط الشیخین (حاشیۃ مسند احمد)

کریں، جس پر ہماری طرف سے سکوت اختیار کیا گیا۔

اس کے بعد جب بندہ کو موصوف کے مخصوص مزاج کی کچھ تفصیلات، اوران کی مختلف تحریرات کا علم ہوا، تو اس کے پیشِ نظر اُس وقت موصوف سے براہِ راست اُن کے مرسلہ اعتراضات اوران کے جوابات کے متعلق رابطہ کرنا، یا مکاتبت کرنا، مناسب معلوم نہ ہوا، اور معروف اصول:

"لَا تَنْظُرْ إِلٰی مَنْ قَالَ وَانْظُرْ إِلٰی مَا قَالَ"

کے مطابق ان کی تحریر پر جوابات کو نام کی تعیین وتشہیر کے بغیر شائع کرنا مناسب سمجھا گیا، جیسا کہ سلف کا طریقہ رہا ہے کہ ان کے فتاویٰ اور رسائل وکتب میں بہت سے سوالات واعتراضات، نام کی تعیین وتشہیر کے بغیر درج ہیں۔ اور بس۔

جس پر موصوف کو در حقیقت کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے تھا، اور اگر اب ان کو اس پر اعتراض ہے، تو اس کا جواب حاضرِ خدمت ہے۔

اس سے ہٹ کر موصوف کی طرف سے بات کو اِدھر اُدھر گھمانے، اور اپنی طرف سے جا، بے جا اور غیر ضروری وغیر متعلقہ تشریح وترجمانی کرنے، اور بات کو لا یعنی طول دینے سے اصل مقصود پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

پراسرار خاموشی اور چپ سادھنے کی حقیقت

مغالطہ: ......پھر اس کے بعد موصوف نے اپنے مضمون میں آگے لکھا:

مگر ہمارے اس خط پر کم وبیش دوسال پراسرار خاموشی اور چپ سادھنے کے بعد غفرانی ٹولہ بجائے اس کے کہ ہمیں ہمارے اعتراضات کے جواب ارسال کرتا، انہوں نے ایک کتاب بعنوان "علمی وتحقیقی رسائل" جلد ہشت دہم میں ایک بار پھر یہ موضوع چھیڑ دیا، اور ہمارا نام ذکر کرنے کے بجائے "ایک مولوی صاحب" کے ارسال کردہ خط کے الفاظ کے تحت ہمارے سوالات پیش کیے، اور پھر بزعمِ خویش ان کے جوابات پر مشتمل درجنوں صفحات اپنے کام میں لائے، اور پھر جرأتِ علمی کو داد دیجیے کہ ہمیں اطلاع تک دینا گوارا نہ کیا کہ آپ کے ارسال کردہ سوالات کے جوابات ہم نے شائع کردیئے

ہیں، فلہٰذا آپ ان کا مطالعہ کرلیں، گویا:

عجب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

جوابِ مغالطہ: ...... موصوف کے خط کی جو حقیقت تھی، وہ بالآخر موصوف کے قلم سے بیان میں ظاہر ہو ہی گئی، موصوف نے خود اپنے خط کی ترجمانی ''ہمارے اعتراضات'' سے فرمادی، اور اس طرح کے ''اعتراضات'' پر دوسال کی پراسرار خاموشی ہو، یا سوسال کی، اس کا تعلق دوسرے کی ذات وحالات اور مصروفیات سے ہے۔

موصوف کی طرف سے یہ کوئی معمول کے استفتاء کی شکل میں سوالات نہیں تھے، جس کا موصوف کے اعتراضات کے جوابات میں بھی ذکر کیا جاچکا ہے، اور اب انہوں نے خود بھی اس چیز کو تسلیم کرلیا ہے۔

اور اس طرح کے اعتراضات کے جوابات، دوسرے کے ذمہ واجب ہی نہیں ہوتے، بالخصوص جبکہ وہ معترض کو ان اعتراضات کے جوابات کی صحیح فہم کا مستحق نہ سمجھے، یا اس کی طرف سے تعنت، اور تضییعِ اوقات وغیرہ کرنے کا اندیشہ ہو۔ [1]

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(جواب) معلوم ہونے پر بھی ہر سائل کے سوال کا جواب دینا ضروری نہیں (تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۳۱۸ ''آدابِ افتاء استفتاء''، الباب الثالث: آداب الافتاء، فصل نمبر ۶، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت: ۱۴۱۵ھ)

مزید فرماتے ہیں:

اگر قرائن سے معلوم ہوجائے کہ سوال برائے تعنُّت کے ہے، تو جواب نہ دے (تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۳۱۵ ''آدابِ افتاء استفتاء''، الباب الثالث: آداب الافتاء، فصل نمبر ۶، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت: ۱۴۱۵ھ)

---

[1] أن يكون عقل السائل لا يحتمل الجواب، فيترك إجابته وجوبا، لقول علي رضى الله عنه: " حدثوا الناس بما يعرفون، أتريدون أن يكذب الله ورسوله؟ وقال ابن مسعود: " ما أنت بمحدث قوما حديثا لا تبلغه عقولهم إلا كان لبعضهم فتنة .و ترك الجواب إذا خاف المفتي غائلة الفتيا أي هلاكا أو فسادا أو فتنة يدبرها المستفتي أو غيره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۲، ص ۳۹، مادة ''فتوى'')

www.idaraghufran.org

اور اگر وہ دوسرا کسی مصلحت کی بناء پر، ان اعتراضات کے جوابات خطابِ خاص کے بغیر مناسب سمجھے، تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

ایسی صورت میں بھی دوسرا، اپنے حالات ومصروفیات کے مطابق عمل کرنے کا مجاز اور اس کا اختیار رکھتا ہے، جیسا کہ بے شمار سلف کا معمول رہا ہے، اور اس پر نکیر نہیں کی گئی، بلکہ تحسین کی گئی ہے۔

کسی دینی کام کے حوالہ جات وعبارات کو جمع کرنے، ان کا ترجمہ، ونظرِ ثانی وغیرہ کے مراحل مکمل ہونے کے بعد ہی جواب مکمل کہلایا کرتا ہے، جس میں ہر شخص کی مصروفیات وحالات کا تقاضا دوسرے سے مختلف ہوسکتا ہے۔

اس سلسلہ میں اصل سوال واستفتاء ہم سے وہی کیا گیا تھا، جس کا جواب ماہنامہ ''التبلیغ'' میں شائع کیا گیا۔

موصوف کو تو ہم سے اس سوال واستفتاء کرنے کی ضرورت وحاجت ہی نہ تھی، کیونکہ وہ اس سلسلہ میں ہم سے استفتاء واستفادہ کے خواہش مند تھے ہی نہیں، اور وہ اس سلسلہ میں اپنے آپ کو ہم جیسے لوگوں کے فتوے سے مافوق سمجھتے ہیں، اور ہمیں بھی اپنے بابرکت اجتہاد کی طرف کھینچتے ہیں، بلکہ وہ ہمیں صحیح فتویٰ دینے کا اہل تک بھی نہیں سمجھتے، جیسا کہ ان کے اندازِ تحریر سے واضح ہے، اسی لئے ان کو نہ ہمارے پہلے فتوے سے اتفاق ہوا، نہ اپنے اعتراضات کے جوابات سے توافق ہوا، ان کو ہر ایک میں ہی کیڑے، کانٹے نظر آئے، پھر بھلا وہ ہم سے اس طرح کا استفتاء کیوں کرتے، بلکہ وہ تو اب سے پہلے بھی اس طرح کے بعض دیگر اصحابِ افتاء اور ان کے موقف پر گرجتے اور برستے رہے ہیں، اور اپنی ہٹ دھرمی اور ٹانگ اڑانے کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ [1]

[1] والتاسع :السؤال عما شجر بين السلف الصالح، وقد سئل عمر بن عبد العزيز عن قتال أهل صفين؛ فقال" :تلک دماء كف الله عنها يدى؛ فلا أحب أن يطلخ بها لسانى"

والعاشر :سؤال التعنت والإفحام وطلب الغلبة فى الخصام، وفى القرآن فى ذم نحو هذا :(ومن الناس من يعجبک قوله فى الحياة الدنيا ويشهد الله على ما فى قلبه وهو ألد الخصام) (البقرة)

وقال :(بل هم قوم خصمون) (الزخرف)

وفى الحديث"أبغض الرجال إلى الله الألد الخصم"

هذه جملة من المواضع التى يكره السؤال فيها، يقاس عليها ما سواها، وليس النهى فيها واحدا، بل فيها ما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورہم نے دوبارہ اس موضوع کوموصوف کے ان ہی اعتراضات کی وجہ سے چھیڑا، ورنہ نہ توہمارے سابق سوال اوراس کے جواب کاتعلق موصوف سے تھا، نہ ہی ماہنامہ ''التبلیغ'' کاتعلق موصوف کی ادارت ونظامت وغیرہ سے تھا، جب انہوں نے اپنی حدود سے تجاوز کرکےاس پر بے جااورنرالے اعتراضات کی بھرماراور جواب کی خواہش کی، تواس کے چھیڑنے کے ذمہ دار''موصوف'' خود ہی ہوئے۔

اوراگرموصوف یہ سمجھتے ہوں کہ تمام ''اہلیانِ دارالافتاء ودارالفتاویٰ'' ان کی مرضی کے مطابق فتاویٰ تحریرکرنے کے پابند ہیں، تووہ اپنی اس ''شیخ چلی حکومت'' کواپنے تک ہی محدودرکھیں۔

اورموصوف کی اس تازہ تحریر سے جب ہمیں اندازہ ہوگیا کہ وہ نام ذکرکرنے کی بجائے ''ایک مولوی صاحب'' کانام لکھنے کوپسندنہیں فرماتے، تواس مرتبہ ہم نے ان کی خواہش ومنشاء کے مطابق ان کے اپنے پسندیدہ نام ''حافظ عبدالجبارسلفی'' صاحب کی تصریح کردی، اوران کے صریح خطاب کے عنوان سے ہی بصورتِ اشاعت کلام کومناسب سمجھا۔

رہاموصوف کایہ فرمانا کہ ''پھربزعمِ خویش ان کے جوابات پرمشتمل درجنوں صفحات اپنے کام میں لائے''تواس کام میں آنے نہ آنے کےراز سے اگرموصوف کے ذہن سے تاحال پوری طرح پردہ نہیں اٹھا، توان شاءاللہ تعالیٰ جلد ہی اٹھ جائے گا۔

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

تشتد كراهيته، ومنها ما يخف، ومنها ما يحرم، ومنها ما يكون محل اجتهاد، وعلى جملة 3منها يقع النهى عن الجدال فى الدين؛ كما جاء "إن المراء فى القرآن كفر"

وقال تعالى :(وإذا رأيت الذين يخوضون فى آياتنا فأعرض عنهم) الآية (الأنعام).

وأشباه ذلک من الآى أو الأحاديث؛ فالسؤال فى مثل ذلک منهى عنه.

والجواب بحسبه(الموافقات،للشاطبى،ج۵،ص ۳۹۲،كتاب لواحق الاجتهاد،النظر الثانى :فى أحكام السؤال والجواب وهو علم الجدل)

فالذى تلخص من هذا أن العالم المعلوم بالأمانة والصدق والجرى على سنن أهل الفضل والدين والورع إذا سئل عن نازلة فأجاب، أو عرضت له حالة يبعد العهد بمثلها، أو لا تقع من فهم السامع موقعها أن لا يواجه بالاعتراض والنقد، فإن عرض إشكال فالتوقف أولى بالنجاح، وأحرى بإدراک البغية إن شاء الله تعالى(الموافقات،للشاطبى،ج۵،ص ۴۰۰،كتاب لواحق الاجتهاد،النظر الثانى :فى أحكام السؤال والجواب وهو علم الجدل)

www.idaraghufran.org

رہا موصوف کا یہ فرمانا کہ ان کو اطلاع دینا گوارا تک نہ کیا، تو اس بارے میں ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ واقعتاً ہم نے موصوف کو براہِ راست اطلاع دینا گوارا تک نہ کیا، اس پر موصوف کو جو اعتراض ہوتا ہے، ہوتا رہے، ہم موصوف کو اگر اس کی اطلاع دینے کا مستحق نہ سمجھیں، اور موصوف کو اپنی کسرِ شان محسوس ہو، تو وہ ان کا اپنا ذاتی وصفاتی معاملہ ہے، نہ تو اس طرح کے اعتراضات کے جوابات دینا ہمارے ذمہ واجب تھا، نہ ہی موصوف کو براہِ راست مطلع کرنا ہمارے ذمہ واجب تھا، اور بہر حال اب تو موصوف کو مطالعہ کر کے اپنا شوق پورا کرنے، اور اس پر کھلے دل کے ساتھ کلام کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

اور اب کسی طرح سے موصوف کو جو اطلاع ہوئی، اور اس پر موصوف جو گل کھلا رہے ہیں، اس سے یقین ہو چلا ہے کہ وہ براہِ راست مذکورہ جواب کو حاصل کرنے، اور اس کی اطلاع دینے کی کس قدر اہلیت ولیاقت رکھتے تھے؟

اور موصوف نے مذکورہ عبارت کے آخر میں کسی آیتِ قرآنی، حدیثِ رسول، اور فقہی عبارت کے بجائے، جس غزل کا شعر نقل کیا ہے، وہ ان کے ذوقِ طبع کا پرتو ہے، ہم اگرچہ غزلوں کا شوق نہیں رکھتے، لیکن موصوف کی پسند کی وجہ سے اسی غزل کے اس سے پہلے شعر کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں، جو دراصل اگلے اُس شعر کی تمہید ہے، جس کو موصوف نے نقل کیا ہے:

کیا کہا پھر تو کہو، ہم نہیں سنتے تیری
نہیں سنتے، تو ہم ایسوں کو سناتے بھی نہیں

واقعی یہ موصوف کی ہو بہو ترجمانی ہے، جس میں موصوف ہم سے ہمارے تحریر شدہ فتوے کی بابت ''کیا کہا، کیا کہا'' کہتے ہیں، اور پھر ہماری بات کو کماحقہٗ سننے کا ذوق بھی نہیں رکھتے، جس کے بعد ہم موصوف کو یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ ذوق نہیں رکھتے، تو ہم ایسوں کو سناتے بھی نہیں، بلکہ دوسرے لوگوں کو سنا دیتے ہیں، جو کماحقہٗ سننے کا ذوق رکھتے ہوں، پھر جب موصوف کو ہماری بات، اسلام آباد اور ڈیرہ اسماعیل خان وغیرہ کے احباب کے واسطہ سے پہنچتی ہے، تو پھر ہم سے بذریعہ ''حق چار یار'' وہی سابق مطالبہ کرتے ہیں، اور بزبانِ حال کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت ہی سنیں گے، جب

ہمارا مکمل نام لے کر اس طرح ہمیں سنایا جائے گا کہ جس کے سننے کے دوسرے لوگ بھی گواہ ہو جائیں۔

جس پر اب ان کے اس مطالبہ کو پورا کیا جارہا ہے۔

موصوف کی تسکینِ نفس کا کرتب دکھانے پر ایک گونہ مسرت

مغالطہ: ......پھر موصوف نے اپنے مضمون میں آگے لکھا:

’’ہمیں اسلام آباد اور ڈیرہ اسماعیل خان سے علم دوست احباب نے متذکرہ کتاب کے جلوہ گر ہونے کی خبر دی، جسے ہم نے پڑھا، اور غفرانی ادارہ کی کمال ہوشیاری، یا عیاری پر کف افسوس ملتے بنا کوئی چارہ نہ رہا کہ صحتِ خیالات، یا پاکیزگیٔ مطالب وافکار کا اصولی تبادلہ کرنے کی بجائے، یارلوگ کیسی کیسی ادائیں دکھاتے ہیں، تاہم ایک گونہ مسرت بھی ہوئی کہ اب ہم بھی اپنے جوابی خیالات محض ذاتی مکاتبت کی حد تک رکھنے کے پابند نہیں رہے، اور اگر غفرانی حضرات اپنے نفس کی تسکین کے لیے ایسے کرتب دکھا سکتے ہیں، تو ہمیں اپنے اکابر واسلاف کے خالص مخلصانہ ومنصفانہ افکار وجذبات کے اظہار سے کون سی چیز مانع ہوسکتی ہے؟‘‘

جوابِ مغالطہ: ......جو موقف قرآن وسنت کے دلائل اور جمہور فقہاء ومجتہدین اور سلفِ صالحین کی اتباع پر مبنی ہو، اس کو اختیار کرنے پر، خواہ نفس کی تسکین اور کرتب دکھانے کا الزام عائد کیا جائے، یا کچھ اور الزام عائد کیا جائے، یہ پلٹ کر اس الزام عائد کرنے والے کی طرف ہی لوٹتا ہے، خواہ اس موقف سے کسی کے نفس کو تسکین حاصل ہوتی ہو، یا تسکین حاصل نہ ہوتی ہو۔

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ(سورة القصص،رقم الآية ٥٠)

ترجمہ: پھر اگر وہ آپ کی بات کو قبول نہ کریں، تو یہ بات جان لیجیے کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں، اور اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا، جو اتباع کرے، اپنی

خواہش کی، اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر (سورہ قصص)

مذکورہ آیت میں نبی کی بات کو رَد کرنے پر ’’اتباعِ ھویٰ‘‘ کا حکم لگایا ہے، اور پھر دوسری قید کو بیان فرمایا گیا ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

اور سورہ روم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْـنَ ظَلَمُوْا أَهْوَائَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ(سورة الروم،رقم الآية ۲۹)

ترجمہ: بلکہ اتباع کی ان لوگوں نے، جنہوں نے ظلم کیا، اپنی خواہشات کی، بغیر علم کے (سورہ روم)

اور سورہ جاثیہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ(سورة الجاثية،رقم الآية ۱۸)

ترجمہ: پس آپ اتباع کیجئے اس (شریعت) کی، اور مت اتباع کیجئے ان لوگوں کی خواہشات کی، جو علم نہیں رکھتے (سورہ جاثیہ)

مذکورہ آیات میں اتباعِ ھویٰ کی مذمت میں ’’بغیر ھدی من اللہ‘‘ اور ’’بغیر علم‘‘ اور ’’لایعلمون‘‘ کی قیود مذکور ہیں، اور مجتہدین کا اجتہاد، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ایسی ہدایت ہوتا ہے، جس کے خطاء ہونے پر بھی ایک اجر حاصل ہوتا ہے۔ [1]

نیز مجتہدین کا اجتہاد، علم کے بغیر نہیں ہوتا، بلکہ علمِ عالی کے ذریعہ سے ہوتا ہے، جو بنیادی طور پر بالترتیب ’’کتابُ اللہ، سنتِ رسول اللہ، اجماعِ امت، وقیاسِ صحیح‘‘ کے مابین دائر رہتا ہے، دین و شریعت کے ان اصولوں سے لاعلم شخص، مجتہد کیسے ہوسکتا ہے؟

اور اس موقع پر موصوف کی طرف سے ’’کرتب دکھانے‘‘ کے الفاظ کا استعمال بھی ان کی مخصوص ذہنیت کا عکاس وشاہکار ہے، کیونکہ کرتب، یا کرتب بازی، جس کو انگریزی زبان میں ’’Stunt‘‘ کہا جاتا ہے، اس فن کے ماہرین کے بقول یہ فن زیادہ تر ’’سرکس، تھیٹر، ٹیلی ویژن، یا فلم‘‘ میں

---

[1] وأخرج الخطيب أن هارون الرشيد قال لمالك بن أنس :يا أبا عبد الله نكتب هذه الكتب يعني مؤلفات الإمام مالك ونفرقها في آفاق الإسلام لنحمل عليها الأمة، قال :يا أمير المؤمنين، إن اختلاف العلماء رحمة من الله تعالى على هذه الأمة، كل يتبع ما صح عنده، وكلهم على هدى، وكل يريد الله تعالى(رد المحتار على الدر المختار، ج ا ،ص۶۸ ،مقدمة)

www.idaraghufran.org

دکھایا جاتا ہے، بطورِ خاص مار دھاڑ والی فلموں کے لیے جزوِ لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے، اور شعبدہ باز وجادوگر بھی مختلف قسم کے ''کرتب'' دکھاتے ہیں، اور ان میں اپنی، اور اپنے تماشہ بینوں کی ھوائے نفس، وتسکینِ نفس کی خاطر، کمال ہوشیاری اور عیاری وغیرہ جیسی تمام چیزوں کا ہی کسی قید وشرط کا لحاظ کیے بغیر استعمال وارتکاب کر کے اپنی ''حبِ مال وحبِ جاہ'' کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس قسم کے ''کرتب اور شعبدے بازی، کمال ہوشیاری اور عیاری'' کا مجتہدین اور سلفِ صالحین کے ''تکفیر وعدمِ تکفیر'' جیسے اہم دینی مسئلہ سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔

پس دین کے مسئلہ میں جو موقف جمہور مجتہدین اور سلفِ صالحین کے اجتہاد پر مبنی ہو، اس کی طرف اتباعِ ھویٰ اور تسکینِ نفس، اور کرتب دکھانے، کمال ہوشیاری، یا عیاری، جیسی بدخصلتوں کی نسبت کی کیونکر گنجائش ہوسکتی ہے؟

موصوف کو اگر دین کے اس اہم باب میں قدم رکھنے کا زیادہ ہی شوق ہے، تو ان پر لازم ہے کہ ''ھوائے نفس اور کرتب وشعبدہ بازی'' کی دنیا سے نکل کر مجتہدینِ عظام، فقہائے کرام اور سلفِ صالحین کے ساتھ اپنا حقیقی رشتہ وناطہ قائم فرمائیں، اور اس کو مضبوط و مستحکم کریں۔

بہرحال جو کچھ بھی ہو، شکر ہے کہ موصوف کو کفِ افسوس مَلنے کے بعد صحتِ خیالات، یا پاکیزگیٔ مطالب وافکار کا اصولی تبادلہ کرنے، اور نفس کی تسکین کے لئے ذاتی کرتب دکھانے اور اخلاقِ عالیہ کے اظہار کی نعمتِ غیر مترقبہ حاصل ہونے پر بالآخر ایک گونہ مسرت کا سامان ہاتھ آ ہی گیا، جس کے بعد ہمیں بھی اکابر واسلاف کے خالص مخلصانہ ومنصفانہ افکار وجذبات کے اظہار سے کوئی چیز مانع نہیں ہوگی، جس طرح الحمدللہ تعالیٰ پہلے بھی مانع نہیں تھی۔

موصوف کی نسوانی دل فریبیوں کی حقیقت

مغالطہ:......پھر موصوف نے اپنے مضمون میں آگے لکھا:

> ''سب سے پہلے ہمارے ارسال کردہ سوالات کا مطالعہ کیجیے، اس کے بعد ان کے جوابات کے نام پر جو نسوانی دل فریبیوں سے دشمنانِ صحابہ کی وکالت اور اپنی بہشت مکانی بزرگانِ دین سے بغاوت کی گئی ہے، اس پر ہم اپنا تبصرہ درج کریں گے''۔

جوابِ مغالطہ: ...... موصوف اپنی لفاظی و چرب لسانی کی مہارت میں یہاں بھی پیچھے نہ رہ سکے، اس سے پہلے وہ اپنے خط کو''اعتراضات'' پر مشتمل قرار دے چکے ہیں، اوراب ان ''اعتراضات'' کو''سوالات'' کی تعبیر کے لبادہ میں ذکر کررہے ہیں، موصوف کے مضمون میں آگے بھی جابجا اس طرح کی لفاظیوں کے مناظر قارئین کو ملاحظہ کرنے کے مواقع حاصل ہوتے رہیں گے۔

یہ بات تو دلائل سے طے ہوگی کہ وہ جوابات نسوانی دل فریبیوں سے عبارت ہیں، یا اس کے بجائے جلیل القدر مجتہدین اور فقہائے کرام اور مفتیانِ عظام وغیرہ کی عبارات سے ماخوذ ہیں، جن کے مقابلے میں ان شاء اللہ تعالیٰ موصوف کی حیثیت نسوانی دل فریبیوں اور اکابر وسلف کی کسی بھی جماعت کے بجائے:''لَا إِلٰـى هٰـؤُلَاءِ وَلَا إِلٰى هٰؤُلَاءِ'' کا مصداق ہوکر تیسری دنیا کے افراد کے مماثل ومساوی ہی ثابت ہوگی، بلکہ کافی حد تک ثابت ہو بھی چکی ہے۔

اوراس کے بعد ان جلیل القدر مجتہدین اور فقہائے کرام کے موقف کی طرف نسوانی دل فریبیوں سے دشمنانِ صحابہ کی وکالت اور اپنی بہشت مکانی بزرگانِ دین سے بغاوت کرنے کے الزامات سے پردہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ، موصوف کے تبصرہ کے ساتھ ساتھ اٹھتا چلا جائے گا۔

اوراگر موصوف نسوانی دل فریبیوں کا مذکورہ حکم صادر فرمانے سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث کو ملاحظہ فرمالیتے، تو انہیں رات دن کفر ولعنت کے مشغلہ میں مصروف رہنے، اوراس مشغلہ میں دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے، اور گھسیٹنے کی فکر کا چہرہ، آئینہ میں نظر آجاتا، اوراس چیز سے پردہ اٹھ جاتا کہ نسوانی، یا تیسری دنیا کی دل فریبیوں میں وہ خود مبتلاء ہیں، یا کہ وہ حضرات جن کی جد وجہد، اور اتباع واقتداء کا دائرہ کار''نسوانی دل فریبیوں'' کے بجائے''نبوی دل نشینیاں'' ہیں۔

حضرت ابنِ عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ وَاَكْثِرْنَ الْاِسْتِغْفَارَ فَاِنِّيْ رَاَيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَتْ اِمْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ جَزْلَةٌ وَمَالَنَا يَارَسُوْلَ اللهِ اَكْثَرُ اَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ (مسلم، رقم الحديث ٧٩''١٣٢''كتاب

الایمان،باب بیان نقصان الإیمان بنقص الطاعات الخ، بخاری، رقم الحدیث ۳۰۴)

ترجمہ: اے خواتین کے گروہ!تم صدقہ دیا کرو،اور کثرت سے استغفار اوراپنے گناہوں کی مغفرت طلب کیا کرو، کیونکہ میں نے تمہیں کثرت سے جہنم میں دیکھا ہے،ایک سمجھدار عورت نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) سوال کیا کہ ہم کثرت سے جہنم میں کیوں جائیں گی؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ(اس کی وجہ یہ ہے کہ) ایک تو تم کثرت سے لعنت کرتی ہو،اوردوسرے تم اپنے ساتھ رہنے والے(یعنی شوہروغیرہ) کی ناشکری کرتی ہو(شوہر کی نعمت کا انکار کرتی ہواوراس کے احسانات کو بھول جاتی ہو)(مسلم،بخاری)

اورموصوف کا چونکہ دین کے اس اہم مسئلہ میں مخصوص متشددانہ ومتعصّبانہ موقف، مجتہدین اورسلفِ صالحین،اوراکابرین کی کسی جماعت کے موافق نہیں،اوروہ دین کے اس اہم باب میں اپنی نااہلی کے باوجود''بتکلف و بتشبه'' قدم گھسانے کے لیے کوشاں ہیں،جس کے لیے وہ دین وشریعت کی پاکیزہ تعلیمات کواپنے قلم پر لانا بھی گوارانہیں کرتے ،اس جیسے طرزِعمل کی حدیث میں وعید آئی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ (بخاری، رقم الحدیث ۵۸۸۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مَردوں اورمَردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے(بخاری)

موصوف نے مذکورہ ''تکفیر بازی کی مہم'' پر مشتمل دل فریبیوں کے بعد اپنے ارسال کردہ معترضانہ خط کو درج کیا ہے، جس کے درمیان میں بعض عبارات میں حذف وترمیم بھی کی گئی ہے، جو خط موصوف نے ہمیں ارسال کیا تھا،وہ بعینہٖ ہمارے پاس محفوظ ہے۔

اگران اعتراضات کے مطبوعہ جوابات سے موصوف کی تشفی نہ ہوئی ہو،اوران کی طبیعت ابھی تک صاف نہ ہوئی ہو،تو الحمد للہ تعالیٰ ہمارے پاس ان اعتراضات پر جمہور محققین ومجتہدین،اورسلفِ صالحین کے بیان فرمودہ مزید بھی متعدد اکسیر،اورشافی ،والزامی نوعیت کے نسخے موجود ہیں،جن کو

ان شاء اللہ تعالیٰ اوقات کار کا لحاظ کرتے ہوئے الگ الگ خوراکوں کی شکل میں قابلِ رحم، وقابلِ علاج مریضوں کو فراہم کیا جائے گا، جس کے بعد اگر موصوف کو شفاء حاصل نہ ہو، لیکن دوسرے صحت کے متلاشی اور اس کی طلبِ صادق رکھنے والے افراد کو، تو ان شاء اللہ تعالیٰ شفاء حاصل کرنے کا پورا پورا سامان میسر آ ہی جائے گا۔

موصوف کے ''ٹولہ'' کی حقیقت

مغالطہ: ......پھر اپنے اعتراضات نقل کرتے وقت شروع میں موصوف نے لکھا:

''یہاں ہم نے مکتوب الیہ کا نام درج کیا تھا، مگر یہاں اس لیے اندراج نہیں کر رہے کہ انہیں علمی خیالات کے تبادلوں میں اخلاقی طور پر بھی ناموں کے اظہار سے متلی ہوتی ہے، قارئین یہاں ''غفرانی ٹولہ'' تصور فرمالیں''۔

جوابِ مغالطہ: ......موصوف کو اب نام کا اندارج کرنے سے کیا چیز مانع ہوگئی، جبکہ موصوف نے تمام نسبتیں واضح کر دیں، اب موصوف کے سامنے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ علمی خیالات کے تبادلوں میں اخلاقی طور پر ناموں کے اظہار میں کس ٹولہ کو متلی، اور اس سے بڑھ کر منہ بھر قئی ہوتی ہے، کس کو نہیں، اور مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام، اور سلفِ صالحین اور اکابر و مشائخ کے مقابلہ میں کون ٹولہ کہلاتا ہے، کون نہیں؟

موصوف کے خیالات پر ان شاء اللہ تعالیٰ موصوف کی طرف سے تبصرہ سامنے آنے کے ساتھ ساتھ کلام کیا جائے گا، اور با حوالہ ثابت کیا جائے گا کہ موصوف درحقیقت نہ تو مطلق تکفیر کے قائل اکابر کے فریق سے تعلق رکھتے، اور نہ ہی عدمِ اطلاق کے قائل اکابر کے فریق سے تعلق رکھتے، بلکہ انہوں نے ان دونوں قسم کے اکابر سے الگ ایک ''ٹولہ'' اپنی دنیا میں اختراع کیا ہوا ہے، کیونکہ ان ہر دو قسم کے اکابر میں مذکورہ اختلاف کے باوجود کسی فریق نے دوسرے کی تضلیل وتفسیق اور دوسرے پر طعن وتشنیع نہ کی، اور نہ ہی ان میں سے کسی نے دوسرے فریق کو اپنے سے الگ ''ٹولہ'' کہا، جبکہ موصوف اس فریق کو ''ٹولہ'' سے تعبیر کر رہے ہیں، اور اس کی تضلیل وتفسیق اور طعن وتشنیع کے درپے ہیں۔

www.idaraghufran.org

اوراس طرح وہ اکابرین اوران کے متبعین کے درمیان دراڑ و بگاڑ،اورتفریق وتشویش پیدا کرنے کے لیے ساعی وکوشاں ہیں۔

اور یہ طرزِعمل ’’اھلُ السنة ‘‘ کے بجائے’’اھلُ البدعة ‘‘ کا ہے،جوکہ درحقیقت’’اھلُ الفرقة‘‘میں داخل ہے،اسی کو’’ٹولہ‘‘ بلکہ’’ٹولی‘‘ کہا جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ’’مجموعُ الفتاویٰ‘‘میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

وصف الفرقة الناجية بأنها أهل السنة والجماعة وهم الجمهور الأكبر والسواد الأعظم .وأما الفرق الباقية فإنهم أهل الشذوذ والتفرق والبدع والأهواء ولا تبلغ الفرقة من هؤلاء قريبا من مبلغ الفرقة الناجية فضلا عن أن تكون بقدرها بل قد تكون الفرقة منها فی غاية القلة. وشعار هذه الفرق مفارقة الكتاب والسنة والإجماع .فمن قال بالكتاب والسنة والإجماع كان من أهل السنة والجماعة (مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج٣،ص ٣٤٦، مجمل اعتقاد السلف، فصل فی ان العبادة متعلقة بطاعة الله ورسوله،ماهی الفرقة الناجية)

ترجمہ: فرقۂ ناجیہ کی جو صفت بیان کی گئی ہے، وہ اہلُ السنۃ والجماعۃ ہے، جو کہ ’’جمہورِاکبر‘‘اور’’سوادِاُعظم‘‘ ہے۔

جہاں تک اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علاوہ باقی فرقوں کا تعلق ہے،تو وہ اہلِ شذوذ اوراہلِ تفرق اوراہلِ بدعت واہلِ ھواء ہیں، اوران فرقوں کی مقدارفرقۂ ناجیہ کی مقدار کے قریب بھی نہیں پہنچتی، چہ جائیکہ ان کی مقدارفرقۂ ناجیہ کی مقدار کے برابر ہو، بلکہ اُن میں سے بعض فرقے تو انتہائی قلیل ہیں،اوران سب فرقوں کا شعار کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے الگ ہوجانا ہے،اورجس کا قول کتاب وسنت اوراجماعِ امت کے مطابق ہو،وہ اہلُ السنۃ والجماعۃ میں سے ہے(مجموع الفتاویٰ)

اسی ضمن میں سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے علامہ ابنِ تیمیہ آگے فرماتے ہیں:

بخلاف من والى موافقه وعادى مخالفه وفرق بين جماعة المسلمين وكفر وفسق مخالفه دون موافقه فی مسائل الآراء والاجتهادات؛

واستحل قتال مخالفه دون موافقه فهؤلاء من أهل التفرق والاختلافات .ولهذا كان أول من فارق جماعة المسلمين من أهل البدع "الخوارج "المارقون .وقد صح الحديث في الخوارج عن النبي صلى الله عليه وسلم من عشرة أوجه (مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج۳،ص ۳۴۹،کتاب مجمل اعتقاد السلف، فصل فی ان العبادة متعلقة بطاعة الله ورسوله،ماهی الفرقة الناجية)

ترجمہ: برخلاف اس شخص کے جو آراء اور اجتہاد پر مشتمل مسائل میں اپنے موافق سے محبت رکھے، اور اپنے مخالف سے عداوت قائم کرے، اور جماعتِ مسلمین میں تفریق ڈالے، اور اپنے مخالف کی تکفیر وتفسیق کرے، سوائے اس کے، جو اس کی موافقت کرے، اور اپنے مخالف کے قتال کو حلال سمجھے، سوائے اس کے، جو اس کی موافقت کرے، تو یہ لوگ ''اہلِ تفرق اور اہلِ اختلاف'' میں سے ہیں، اور اسی وجہ سے اہلِ بدعت میں سے جس گروہ نے سب سے پہلے مسلمانوں کی جماعت سے تفریق اختیار کی، وہ ''خوارج مارقون'' ہے، اور خوارج کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس طریقوں سے صحیح حدیث منقول ہے (مجموع الفتاویٰ)

نیز علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وتعلمون أن من القواعد العظيمة التي هي من جماع الدين :تأليف القلوب واجتماع الكلمة وصلاح ذات البين فإن الله تعالى يقول : (فاتقوا الله وأصلحوا ذات بينكم) ويقول :(واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا) ويقول :(ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء هم البينات وأولئك لهم عذاب عظيم) . وأمثال ذلك من النصوص التي تأمر بالجماعة والائتلاف وتنهى عن الفرقة والاختلاف .وأهل هذا الأصل :هم أهل الجماعة كما أن الخارجين عنه هم أهل الفرقة (مجموع الفتاوى،لابنِ تيمية، ج۲۸،ص ۵۱)

ترجمہ: اور تم یہ بات جانتے ہو کہ دین کو جمع کرنے والے قواعدِ عظیمہ میں سے ایک

دوسرے سے قلبی محبت اور اجتماعِ کلمہ اور صلح ذاتُ البین ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ’’فاتقوا اللہ وأصلحوا ذات بینکم ‘‘اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ’’واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ‘‘اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ’’ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء ھم البینات وأولئک لھم عذاب عظیم ‘‘اور ان کے مثل دوسری وہ نصوص، جن میں اجتماعیت اور باہمی الفت ومحبت کا حکم دیا گیا ہے، اور فُرقت واختلاف سے منع کیا گیا ہے، اور اس اصل کے اہل درحقیقت’’اھلُ الجماعۃ ‘‘ہیں، جیسا کہ اس اصل سے خارج ہونے والے درحقیقت’’اھلُ الفرقۃ‘‘ہیں (مجموع الفتاویٰ)

اس طرح کی اور بھی سینکڑوں تصریحات وعبارات موجود ہیں، جن میں’’اھلُ السنۃ والجماعۃ ‘‘کے باہمی اختلاف کے باوجود’’تالیفِ قلوب، اجتماعِ کلمہ، اور صلح ذات البین‘‘ کا حکم ہے، اسی مجموعہ کا نام’’اختلاف اور اجتماع وائتلاف‘‘ ہے، اور اس متفق علیہ اصول پر موصوف اور ان کے ہم مشرب متعصبین ومتشددین کے علاوہ بحمد اللہ تعالیٰ’’مطلق تکفیر وعدمِ تکفیر‘‘ کے قائل جملہ اکابرِ کرام ومشائخ عظام قائم ہیں، جیسا کہ پہلے گذرا۔ [1]

لیکن اس کے برعکس اگر موصوف جمہور مجتہدین وسلفِ صالحین کے متبعین کو’’ٹولہ‘‘ کہہ کر’’اھلُ السنۃ والجماعۃ ‘‘کے بجائے’’اھلُ الفرقۃ‘‘قرار دیں گے، تو اس کے بعد تو نعوذ باللہ تعالیٰ ’’اھلُ السنۃ والجماعۃ ‘‘کے منصب پر’’اھلُ البدعۃ واھل الفرقۃ ‘‘کی’’ٹولی‘‘کو براجمان کرنا لازم آ جائے گا، جس کے بعد موصوف اس منصب پر اس’’ٹولی‘‘ کے ساتھ ہی اپنی نشست لگا کر بیٹھیں گے، جن کے ساتھ، نہ تو’’اھلُ السنۃ ‘‘میں سے کسی ہستی کو جگہ میسر آ سکے

[1] إن اللہ تعالی أمرنا بالجماعۃ والائتلاف ونھانا عن الفرقۃ والاختلاف .وقال لنا فی القرآن :(واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا) وقال :(إن الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیء) وقال :(ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء ھم البینات)وربنا واحد وکتابنا واحد ونبینا واحد، وأصول الدین لا تحتمل التفرق والاختلاف(مجموع الفتاوی، ج۳،ص ۱۸۲)

والواجب أمر العامۃ بالجمل الثابتۃ بالنص والإجماع ومنعھم من الخوض فی التفصیل الذی یوقع بینھم الفرقۃ والاختلاف فإن الفرقۃ والاختلاف من أعظم ما نھی اللہ عنہ ورسولہ(مجموع الفتاوی، ج۱۲ ،ص۲۳۷)

گی، نہ ہی اکابر ومشائخ میں سے کسی کو ان کے ساتھ بیٹھنا پسند وگوارا ہو سکے گا۔

کیونکہ ان سب ''اھــلُ السـنۃ '' اور اُن کے اکابر ومشائخ، اور ان کے معتدل متبعین ومحبین کی نشست، موصوف کی ''ٹولی'' سے بالکل الگ تھلگ اور اس طرح کے اختلاف کے باوجود، ایک دوسرے سے باہم محبت ومودت اور عظمت وعقیدت پر مشتمل ومنظّم ہونے کی بناء پر ایک دوسرے کے ساتھ مجتمع ومرتبط ہوگی۔

مذکورہ بالا تفصیل وتنقیح سے معلوم ہوگیا کہ اس مسئلہ میں اطلاق اور عدمِ اطلاق کی بنیاد پر دوسرے سے تعصب وتشدد اور تفرق وتبعد اختیار کرنے، اور ان کے مابین تفریق وتبعید پیدا کرنے والے جتھے اور ٹولہ نے اکابر کے ایک فریق کا صرف ظاہری لیبل اپنے ساتھ لگا رکھا اور صورتِ متصنعہ اختیار کر رکھی ہے، اور درحقیقت وہ اس تفریق پیدا کرنے کی وجہ سے ''ٹھگوں کا ٹولا'' ہونے کا کردار نبھا رہا ہے۔

جواب کے ''منقار زیرِ پر'' اور ''الھڑ دہقانی'' ہونے کی حقیقت

مغالطہ: ......اپنے اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد موصوف نے لکھا کہ:

''کم وبیش دو سال تک تو غفرانی ادارہ کی ٹیم ہمارے ان سوالات کو لے کر ایسی منقار زیرِ پَر رہی کہ خط کا جواب تک دینے کی اخلاقی زحمت نہ فرمائی، اور اب دو سال کے بعد ایک مطبوعہ کتاب میں جواب دیئے بھی، تو بالکل الھڑ دھقانی جیسے جذباتی لہجے میں پیش کر کے، ہمیں افسوس کرنے پر مجبور کیا، کیونکہ بزعمِ خویش مفتی صاحبان کو جوشیلا نہیں ہونا چاہیے۔

اونٹ پالنے کا شوق ہو، تو گھر کے دروازے اونچے رکھنے پڑتے ہیں، صاحبِ علم بردبار اور متحمل ہوتا ہے، بالخصوص ''مفتی'' کو برف کی سِل کی طرح ٹھنڈا ٹھار رہنا چاہیے''۔

جوابِ مغالطہ: ......موصوف اگر اس زعم اور خود بینی کا شکار ہوں کہ وہ اپنی لفاظی وچرب لسانی کی مہارت سے، دنیا بھر کے لاکھوں، بچوں، بڑوں اور عورتوں ومَردوں پر مشتمل افراد کے سروں سے ''گذر'' یا ''پھلانگ'' کر تکفیر اور عدمِ تکفیر کے اس انتہائی اقدام اور نزاکت پر مشتمل معرکہ

کو آسانی طے کرلیں گے، اوران سب افراد کے نکاح وتوارث، اورنماز وروزہ اورحج کو باطل، بلکہ ساقط ٹھہرادیں گے، تو یہ ان کی خام خیالی ہے، اسی لیے وہ تمام تر کوششیں کرنے کے باوجود، آج تک اس تشدد پر مشتمل ''مطلق تکفیر بازی'' کی مہم میں اپنے ساتھ جملہ اصحابِ افتاء کو شامل کرنے میں کامیابی حاصل نہ کرسکے۔

البتہ وہ اس کوشش کے فوائد وثمرات کا ''پل صراط'' کا معرکہ طے کرنے سے پہلے مشاہدہ ضرور فرمالیں گے۔

موصوف کی طرح کی لفاظی وچرب لسانی کسی ناول، یا ڈائجسٹ وغیرہ کے کام تو آسکتی ہے، لیکن دین وشریعت کی نظر میں ان کی کوئی بھی وقعت واہمیت نہیں، بلکہ دین وشریعت کی نظر میں یہ مذموم، و مسموم صفات ہیں۔

موصوف کے اعتراضات کے جوابات کے دوسال، اورسوسال بعد ہونے پر کلام پہلے گزر چکا ہے، موصوف نے اپنے اس مضمون کا عنوان تو یہ قائم فرمایا کہ ''غفرانی ادارہ کے ایک غیر شعوری فتویٰ کا مُنصفانہ تجزیہ'' لیکن موصوف کو اس فتوے کو نقل کرکے اس کے غیر شعوری ہونے، اوراس پر منصفانہ تجزیہ کرنے کی توفیق نہ ہوسکی، اوراس کے بجائے، اپنے سفر کو مکمل خیال کرکے، انہیں گھسے پٹے اعتراضات کو درج کرنے میں عافیت سمجھی، جن پر ہماری مطبوعہ تالیف میں مفصل ومدلل کلام ہو چکا۔

اگر موصوف اپنے ان اعتراضات کو ہی ہمارے فتوے پر تبصرہ سمجھتے ہوں، تو اس بدفہمی کا علاج مشکل ہے، کیونکہ ''بدفہم'' کا علاج ''کم فہم'' کے علاج کے مقابلہ میں مشکل ہے۔

ان اعتراضات کے جوابات ہرگز کسی ''منقارزیرِ پر'' اور کسی پرندہ کے پر میں، اس طرح چھپے ہوئے نہیں تھے، جس طرح پرندہ اپنے پَر میں منہ چھپاتا ہے، کیونکہ ان جوابات کے اس طرح چھپنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی، بلکہ وہ جوابات ''پرندہ'' کے بجائے، اشرفُ المخلوقات کی جنس سے تعلق رکھنے والے، فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام، اورسلفِ صالحین کی مستند عبارات وحوالہ جات میں پہلے سے موجود تھے، اگر موصوف کو ''پرند وچرند'' کی دنیا سے نکل کر، اشرفُ المخلوقات کی دنیا میں

تشریف لاکر خود معتدل تحقیق اور صحیح مطالعہ کا ذوق وشوق ہوتا،اور لوگوں کے ساتھ روز روز کے قصوں، تنازعوں اور جھگڑوں سے ان کو فرصت وفراغت حاصل ہوتی،تو وہ ان اعتراضات کے جوابات حاصل کرنے کے لیے ہماری طرف رجوع کرنے کی اخلاقی زحمت نہ فرماتے، بلکہ اُن کو اپنے اعتراضات کے جوابات، کسی ''چرندوپرند'' کے پَر میں اپنی چونچ، یا منہ داخل کرکے تلاش کرنے کے بجائے،وہیں بیٹھے ہوئے فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام ،اور سلفِ صالحین کی عبارات وحوالہ جات میں دستیاب ہوسکتے تھے،لیکن چونکہ موصوف ،اشرفُ المخلوقات کے بجائے ''چرندوپرند'' کے''پَروں'' میں الجھ کر،اس نعمت سے محروم ہیں،اوراس کے بجائے لفاظی وچرب لسانی،اورلڑائی جھگڑوں کی پناہ گاہ کے متلاشی اورشوقین ہیں،اس لئے موصوف نے اپنا شوق پورا کرنے کے لیے اپنی پسندیدہ پناہ گاہ کے لبادہ میں چھپا کر وہ اعتراضات ہمارے پاس ارسال کردیئے۔

رہا مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام ،وسلفِ صالحین کی عبارات وحوالہ جات کی روشنی میں تحریر کردہ جوابات کو بالکل الھڑ دھقانی،واعرابی جیسے جذباتی لہجے میں پیش کرنے کا معاملہ،تو اس کا فیصلہ اگر کوئی غیرشعوری مخصوص خیالات وجذبات کی روشنی میں مطالعہ کے بعد کرے،تو اس کو واقعتاً ایسا ہی محسوس ہوگا،لیکن جو شخص اس کے بجائے،فقہائے کرام اور مجتہدینِ عظام اورسلفِ صالحین کی تحقیقات کا شعور وجذبہ رکھتا ہو،اوران کو اہمیت دیتا ہو،وہ ہرگز ان کی طرف ایسے الزامات عائد کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا،اور نہ ہی بزعمِ خویش اتنا جوشیلا ہوسکتا کہ اونٹ پالنے کا شوق ہو،اور گھر کے دروازے اتنے نیچے رکھے کہ جس میں سے فقہائے کرام،مجتہدینِ عظام،ائمہ متبوعین اور ان کے متبعین بھی نہ گزر سکیں ، بے شک اس میں سے کتنے اونٹ کیوں نہ گزر جائیں،فقہائے کرام ،مجتہدینِ عظام اورائمہ متبوعین ، انتہائی بردبار، متحمل ومعتدل مزاج،اوراتنے اونچے دروازے والے ہوتے ہیں،جن کے نیچے سے اونٹ تو کیا،اگر پوری امت بھی قدم جما کر گزر جائے،تو سیدھی جنت میں ہی پہنچتی ہے،ان کے متبعین کو بھی اسی طرح ہونا چاہیے،اس طرح برف کی سِل ، بلکہ برف کے گولہ کی طرح ''ٹھنڈا ٹھار'' اورآگ کے دریا،یا انگاروں کی طرح ''گرم حرار'' نہیں

ہونا چاہیے کہ کوئی اس پر قدم جما کر جنت تک کا سفر بھی طے نہ کر سکے۔

اور موصوف کی طرح کے بالکل الھڑ، دھقانی، یا اعرابی و دیہاتی وغیرہ کے طعنے تو منافقین ومعاندین نے بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دیئے تھے، اگر موصوف اس قسم کے معاندانہ طعنوں کی توپوں کا رخ ان کے متبعین کی طرف کر دیں، تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، ہم اللہ رب العزت کی ذاتِ عالی پر بحمداللہ تعالیٰ یقین اور توکل رکھتے ہیں کہ ان توپوں کے بارود پہلے ہی خاکستر ہو جائیں گے، یا پھر اُدھر رخ کرتے ہی موصوف کی طرف واپس لوٹ جائیں گے۔ [1]

''مسئلۂ تکفیر'' کو ٹیموں کا کھیل تماشا سمجھنے کی حقیقت

مغالطہ: ......پھر موصوف نے اپنے مضمون میں آگے لکھا:

''مگر یہاں تو غفرانی ٹیم مروت ومحبت کو کچلتے ہوئے ہمارے ان سوالات پر کچھ ایسی برہم ہوئی کہ غصیلے شعلوں کی تپش مطبوعہ کتاب کی سطروں تک سے آتی محسوس ہو رہی ہے۔

ان سوالات کے جو جوابات دیئے گئے ہیں، وہ بھی، اور ساتھ ساتھ ہمارا تجزیہ، مطالعہ فرمایئے، اور پھر ضمیر سے فیصلہ کیجیے کہ انصاف کے چبوترے پر کون کھڑا ہے؟

اللہ عزوجل کے لطفِ عمیم اور اصحابِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے ہم اس موضوع پر اپنی آراء سپردِ قلم کر رہے ہیں، امید ہے اہلِ علم بالغ نظری کے ساتھ اسے مطالعہ فرمائیں گے''۔

---

[1] عن أبى سعيد الأزدى قال :حدثنا زيد بن أرقم، قال :غزونا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان معنا أناس من الأعراب فكنا نبتدر الماء ، وكان الأعراب يسبقونا إليه، فسبق أعرابى أصحابه، فيسبق الأعرابى فيملأ الحوض ويجعل حوله حجارة ويجعل النطع عليه حتى يجىء أصحابه .قال :فأتى رجل من الأنصار أعرابيا فأرخى زمام ناقته لتشرب فأبى أن يدعه فانتزع قباض الماء ، فرفع الأعرابى خشبة فضرب بها رأس الأنصارى فشجه، فأتى عبد الله بن أبى رأس المنافقين فأخبره وكان من أصحابه، فغضب عبد الله بن أبى، ثم قال :(لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا) يعنى الأعراب -وكانوا يحضرون رسول الله صلى الله عليه وسلم عند الطعام، فقال عبد الله :إذا انفضوا من عند محمد فأتوا محمدا بالطعام، فليأكل هو ومن عنده، ثم قال لأصحابه :لئن رجعتم إلى المدينة ليخرجن الأعز منها الأذل(سنن الترمذى،رقم الحديث ۳۳۱۳)

جوابِ مغالطہ: ......’’تکفیر وعدمِ تکفیر‘‘ کا دینی اہم اور نازک و پر خطر مسئلہ کس قسم کا ’’کھیل‘‘ ہے؟ اور اس میں کون کون سی ’’ٹیمیں‘‘ حصہ لے رہی ہیں؟ اس طرح کے تصورات، وتخیلات، موصوف کے ذہن کا اختراع ہیں، ہم نہ اس تکفیر اور عدمِ تکفیر کے اہم اور نازک دین کے مسئلہ کو کھیل تماشہ سمجھتے، اور نہ ہی اس پر کلام کرنے والے مجتہدینِ عظام اور فقہائے کرام اور اکابر ومشائخ اور ان کے متبعین کو ایک دوسرے کے بالمقابل اس کھیل کی ایک دوسرے کے آمنے سامنے کسی میدان میں اُترنے والی ’’ٹیمیں‘‘ تصور کرتے۔

اگر موصوف کھیل کود اور تماشہ کے زیادہ ہی شوقین ہوں، تو یہ کھیل اپنے یہاں کے کسی گراونڈ میں ہی، اپنی جیسی کوئی ٹیم تلاش، یا تیار کر کے، کھیلیں، انہیں یہ تصور ذہن میں رکھ کر فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام اور کابر ومشائخ کے با مقصد، اور اہم ابواب میں قدم رنجہ فرمانے اور اترنے، ونزول فرمانے کا کوئی حق نہیں، جن کے یہاں نہ بے جا محبت ومروت، وغصہ وتپش ہے، نہ اس میں غلو ہے۔

اور اگر موصوف، دین کے اس اہم باب کو کھیل تماشہ بنا کر ریت کے ٹیلوں سے اپنا کوئی ’’چبوترہ‘‘ یا ’’چبوتری‘‘ تعمیر، یا کھڑی کرنے کی کوشش کریں گے، تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو ہر مرحلہ پر منہ کی کھانی پڑے گی، اور ان کو اس بوسیدہ ونا کارہ ’’چبوتری‘‘ پر کھڑا ہونا بھی مقدر نہ ہوگا۔

سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (سورة لقمان، رقم الآية ٦)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں، جو خریدتے ہیں ’’لہو الحدیث‘‘ کو تا کہ گمراہ کریں وہ اللہ کے راستہ سے، علم کے بغیر، اور بنالیں وہ اس (اللہ کے راستہ) کو مذاق، یہی لوگ ہیں کہ جن کے لئے اہانت والا عذاب ہے (سورہ لقمان)

اور اس مرحلہ پر قارئین سے ہم بھی یہ گزارش کریں گے کہ وہ بالغ نظری کے ساتھ بندہ کے فتوے، اس پر موصوف کی طرف سے کئے گئے اعتراضات، اور بندہ کی طرف سے ان کے تحریر کردہ جوابات کا بندہ کی اصل مطبوعہ تحریر میں مطالعہ فرمائیں۔

اور موصوف کی طرح کی ،غلط ترجمانی ، الزام تراشی ، بے شعوری ،تنگ نظری ،اوراس مسئلہ کو کھیل تماشہ بنانے سے اجتناب فرمائیں۔

لیکن اس مرحلہ پر موصوف نے چالاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ،اپنے ان اعتراضات کوتو کسی قدر حذف وترمیم کے ساتھ نقل کردیا ہے، جو دراصل ہمیں استفتاء کے طور پر ارسال نہیں کیئے گئے تھے،اور ہم سے جواصل استفتاء کیا گیا تھا،اوراس کا ہماری طرف سے جواب تحریر کیا گیا تھا،جس پر موصوف کے اعتراضات مبنی تھے،اس کو ہضم فرماگئے،تاکہ قارئین سے ہمارا اصل موقف مخفی ہی رہے،ان کے سامنے ظاہر نہ ہو،اوراس طرح پردہ کی آڑ میں رہ کروہ تمام کارروائیاں سرانجام دے سکیں، جووہ چاہتے ہیں،اور کسی کو یہ معلوم نہ ہوسکے کہ ہمارا بیان کردہ اصل موقف کیا ہے،اوراس کا مدارا کابرواسلاف کی کن عبارات وحوالہ جات پر مبنی ہے؟

جبکہ اس کے بغیر موصوف کے اس مضمون پرخود قائم کردہ اس عنوان کی بھی تکمیل ممکن نہ ہوسکے گی کہ:

''غفرانی ادارہ کے ایک غیر شعوری فتویٰ کا مُنصفانہ تجزیہ''

جس کے بعد موصوف نے اپنے اسی مضمون میں ادارہ غفران کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والے ماہنامہ التبلیغ کے'' اکتوبر2020ء کے شمارہ کا حوالہ خود ہی دیا ہے،جیسا کہ پیچھے ایک سے زیادہ مقامات پر موصوف کی عبارت میں گذرا۔

پس جب موصوف کی طرف سے منصفانہ تجزیہ کرتے وقت وہ فتوی درج ونقل کیا ہی نہیں گیا،تو پھر اس فتویٰ پر منصفانہ،یا غیر منصفانہ تجزیہ کو وجود کیونکر حاصل ہوسکے گا،اوراس فتوے کے شعوری،یا غیر شعوری ہونے کا علم قارئین کو کس طرح ہوسکے گا؟

پھر حیرت ہے کہ موصوف خود ہی بار بار اپنے اس خط کو کہیں''اعتراضات''اور کہیں''سوالات'' کہہ رہے ہیں،لیکن اسی کے ساتھ ان اعتراضات وسوالات کو ہی''منصفانہ تجزیہ'' بھی قرار دے رہے ہیں،مثل اس شترمرغ کے،جس کو وزن لادنے کے لئے کہا جاتا ہے،تو وہ اپنے''مرغ'' ہونے کا عذر بیان کرتا ہے،اور جب اڑنے کو کہا جاتا ہے،تو وہ اپنے''شتر'' ہونے کا عذر بیان کرتا ہے،اور کسی کام کاج کے لئے بھی آمادہ نہیں ہوتا'' کاہل، کا کاہل'' رہنا پسند کرتا ہے۔

خیر اگر موصوف اس بارے میں کوئی کٹ حجتی کریں، تو ہم آئندہ کے لئے موصوف کو اسی وقت دعوتِ کاملہ وعاجلہ دیتے ہیں کہ جس طرح ہم نے اپنے ماہنامہ کا مکمل مضمون، اور اس پر موصوف کے مکمل اعتراضات کو نقل کیا، اور پھر موصوف کی تحریر کے تمام اجزاء پر سیر حاصل بحث کر کے اس کی اشاعتِ عام کی، جو دنیا جہان کے ہر منصف وباشعور کے لئے میسر ہے، جن کو خود اپنا شعور حاصل ہے، اور ان کو موصوف کے شعور اور تجزیہ کی بھی ضرورت نہیں، اور اب بھی ہماری طرف سے بحمد اللہ تعالیٰ اسی معمول کے مطابق عمل جاری ہے، جس میں موصوف کی مکمل عبارت کو درج کیا جا رہا ہے، تاکہ کسی قسم کی خیانت ودنائت کا ارتکاب واکتساب لازم نہ آئے۔

اسی طرح موصوف کے تجزیہ کو منصفانہ وشعورانہ، اور ہمارے فتوے وتجزیہ کو غیر منصفانہ وغیر شعورانہ ثابت کرنے کے لئے ہم موصوف کو دعوتِ کاملہ وعاجلہ دیتے ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں ہمارے ہم پلہ وہم عصر بن کر مذکورہ ماہنامہ میں اپنے منصفانہ تجزیہ کے تحت، اپنے اعتراضات سے پہلے کے ہمارے مکمل فتوے، اس کے بعد، اپنے اعتراضات پر ہمارے مکمل تفصیلی جوابات کو بمع حواشی کسی ترمیم اور حذف واضافہ کے بغیر شائع فرمائیں، اور ساتھ ساتھ اس پر اپنی نظر میں جتنا چاہیں، مفصل ومدلل منصفانہ وعادلانہ تجزیہ پیش فرمائیں۔

اس کے بغیر موصوف کے تجزیہ کی علم وشعور، اور عدل وانصاف کے باب میں کوئی بھی ادنیٰ وقعت وحیثیت نہ ہوگی، چہ جائیکہ اس کے منصفانہ ہونے کی نوبت آئے۔

اور ہم اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی پر توکل وبھروسہ کر کے پیشگی چیلنج کرتے ہیں کہ موصوف کے لئے زہر کا پیالہ پینا، ہماری اس دعوتِ کاملہ وعاجلہ کو قبول کرنے سے سستا سودا ہوگا۔

پھر اگر موصوف کسی حیلہ بہانہ کو اختیار کر کے ہماری اس دعوتِ کاملہ وعاجلہ سے راہِ فرار اختیار کریں گے، تو عدل وانصاف کے قانون میں نہ تو ان کا تبصرہ منصفانہ شمار ہوگا، نہ ہی ہمارا فتویٰ غیر شعوری کہلائے جانے کا مستحق ہوگا۔

لیکن موصوف کی طرف سے اس جارحانہ وخادعانہ کھیل کا قضیہ وقصہ تمام بامرام ہونے کے باوجود جہاں کہیں موصوف ہمارے بیان واختیار کردہ موقف اور قول میں اپنی لفاظی، چرب لسانی، اور غلط

بیانی کی وجہ سے تلبیس وتخلیط،اور اشتباہ وخداع پیدا کرنے کی کوشش کریں گے،اور وہ ہمارے سامنے آئے گا،تو ہم ''ان شاء اللہ تعالیٰ'' مجتہدین وسلفِ صالحین کے حوالہ جات وعبارات کے تناظر میں موصوف کی خیانتوں کا پردہ چاک،اور اپنے شائع شدہ فتوے،اور تفصیلی مضمون کی تصریحات وتوضیحات نقل کرکے اسی وقت قلع قمع کریں گے۔

جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام،اور سلفِ صالحین کے حوالہ جات وعبارات کی روشنی میں ''دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی'' ہوکر منصف اور باشعور افراد کے سامنے یہ مسئلہ بالکل منقح ومجلیٰ،اور مسویٰ ومصفیٰ ہوجائے گا،اور بار بار کے تنازعات وفسادات سے نجات حاصل ہوجائے گی،اور واضح وروشن ہوجائے گا کہ طرفین میں سے کس کا موقف،کن مجتہدین کے موافق،اور کس کا موقف،کن مجتہدین کے خلاف ہے؟اور اس مسئلہ میں موصوف کا حقیقی ومعنوی تعلق کس گروہ وجتھے،اور کس قبیل وسبیل سے ہے؟اور اس مسئلہ میں ''سلفی'' صاحب کی نسبت کس قسم کے ''سلف'' سے ہے؟

اور ''سلفی'' صاحب کے پیچھے کون ہے؟اور وہ خود کس کے پیچھے چھپ کر،اور کس کس کا لیبل لگا کر اپنا ناکارہ چورن فروخت کرنا چاہتے ہیں۔

اور موصوف،یا ان کے ہم خیال متشددین کی طرف سے،جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم ہستیوں وشخصیتوں کی حفاظتِ ناموس کے مقدس اور پاکیزہ عنوان سے ''تکفیر بازی'' اور اس میں ''تشدد وتعصب پرستی'' کی جومہم جوئی اور وطیرہ بازی اختیار کی جاتی ہے،اس کے بارے میں خود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نہایت پاکیزہ ومعتدل،اور احوط واطہر سیرت وطریقہ کیا ہے؟

اور موصوف،جن وجوہات واسباب کی بناء پر اہلِ تشیع کی طرف علی الاطلاق تکفیر،اور اس میں تشدید کو اختیار کرتے ہیں،اُن میں سے کون کون سی وجوہات اور اسباب،کن کن دیگر ''اھلُ الاھواء، واھلُ البدعة ''فرقوں،مثلاً خوارج،معتزلہ،مرجئہ،قدریہ،جبریہ،مشبہہ اور معطلہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں،اور کن عقائد وافکار میں اہلِ تشیع وروافض نے دیگر اہل الاھواء فرقوں کی اتباع وپیروی کی ہے،اور اُن کے متعلق اصل مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام اور سلفِ صالحین کا

موقف کیا ہے؟ تاکہ معلوم ہوسکے کہ وہ ان’’ اھلُ الاھواء، واھلُ البدعة ‘‘فرقوں پر بھی اپنے بابرکت اجتہاد کی روشنی میں اسی نوعیت کا، تشدد پر مبنی علی الاطلاق تکفیر کا حکم لگاکر، جمہور مسلمین سے الگ تھلگ موقف ومسلک اختیار کرکے جملہ فرقوں کو’’ابدی ودوامی اور کفری طور پر‘‘ جہنم کا مستحق اور جنت کے تمام’’ابتدائی وانتہائی، اور بالائی وتحتانی، اور عالی وسفلی‘‘ درجات ومرحلات کا صرف ’’اھلُ السنة والجماعة ‘‘ کے ایک فرقہ کو ہی حق دار اور وارث سمجھتے ہیں، اور’’حبہ ورائی‘‘ کے برابر، اور اس سے بھی کم درجہ کے دل میں ایمان والے کسی بھی فردِ بشر کو’’ زمان ومکان کی جہت سے‘‘ جنت میں داخل ہونے سے روکنے میں’’اللہ تعالیٰ‘‘ کا مقابلہ وسامنا کرنے کی سکت وہمت رکھتے ہیں؟ یا پھر وہ اس سلسلہ میں جمہور مسلمین کے سایہ تلے رہنے میں اپنی سلامتی وعافیت محسوس کرتے ہیں؟ اور ہمیں موصوف اور ان کے ہم فکر اصحاب کی عرصۂ دراز سے جاری تحریرات وتقریرات کے مطالعہ وملاحظہ کی بناء پر’’الحمد للّٰہ ‘‘اس وقت بھی بخوبی علم ہے کہ اس سخت ترین وسنگین ترین موقف وروبیہ کے پیچھے ان کی دن ورات کی جدوجہد واجتہاد میں مشغولی کے نتیجہ میں’’مطلق تکفیر بازی‘‘ اور اس میں’’تشدید سازی‘‘ کے کیا کیا عوامل ومستدلات ہیں؟ اور ان کے اس بابرکت اجتہاد کی اصل مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام اور سلفِ صالحین کے اجتہادات ومستدلات کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے؟ اور مجتہدینِ عظام کے اجتہادات ومستدلات سے اِن کا کس کس طرح سے معارضہ ومقابلہ لازم آتا ہے؟

اور’’تکفیر وعدمِ تکفیر‘‘ میں اختلاف، یا مختلف اقوال، یا ایک بھی ضعیف احتمال ہونے کی صورت میں فقہائے محققینِ حنفیہ کی تصریحات کس قول، واحتمال کے راجح ہونے، اور کس کی طرف مائل ومتوجہ ہونے کی تصریح کرتی، اور دعوت دیتی ہیں؟

اور کیا کسی کو دنیوی ظاہری احکام میں احتیاطی قیود وشروط کا لحاظ کرکے محدود درجہ میں’’مسلم‘‘ قرار دینے سے، یہ بات لازم آتی ہے کہ اس کو عنداللہ اور آخرت کے اعتبار سے بھی مومن قرار دیا جائے، اور اس کے ساتھ لازمی طور پر اسلام کے تمام امور بلاتردد اختیار کئے جائیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، منافقین کا حال تھا، جن کی طرف سے درپردہ کفریہ امور پر مشتمل

www.idaraghufran.org

کارروائیوں کا بھی، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو علم تھا۔

ایسی صورت میں اگر کسی گروہ کی طرف منتسب مواد میں کفریہ امور پر مشتمل کارروائیوں کا مطالعہ وتحقیق کے بعد علم ہوجائے، لیکن اس کا ظاہری انتساب، اسلام کی طرف ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرتِ طیبہ وعادتِ مطہرہ کی روشنی، اور فقہائے محققین کے بیان کردہ قواعد وضوابط کے تناظر میں بھی، اس انتساب کو برقرار رکھنے کی گنجائش ہو، ایسی صورت میں ان سب چیزوں کو نظر انداز کرکے، محض اُن کارروائیوں کی بنیاد پر علی الاطلاق اس نوعیت کے تمام گروہوں کی طرف ''التزامِ کفر'' کا حکم لگانے کا درجہ ومرتبہ کیا ہے؟

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو بکثرت منافقین پائے جاتے تھے، اور وہ اپنا ظاہری انتساب اسلام کی طرف کرتے تھے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کے واسطہ سے بعض صحابۂ کرام کو بھی ان کا علم تھا، اور اللہ تعالیٰ نے بھی متعدد آیات میں ان کی کفریہ سازشوں، اور کارروائیوں سے پردہ اٹھا دیا تھا، لیکن ان سب باتوں کے باوجود ان کے ساتھ ظاہری اسلام والا، جو برتاؤ اور سلوک اختیار کیا گیا، اس کی علت، حکمت ومصلحت کیا تھی، اور ان کی علی الاطلاق ظاہری تکفیر کرنے میں کونسی چیز مانع تھی؟ [1]

اور اب موصوف کو اِن امور کی تحقیق وتنقیح، اور توضیح وتشریح کے لیے پہلے کی طرح، ان شاء اللہ تعالیٰ دوسال کی بھی زحمت وکلفت برداشت کرنے کی نوبت وضرورت پیش نہیں آئے گی۔

کیونکہ اب موصوف نے اپنی بے چینی وبے صبری کا اظہار کرکے بتوضیح وتعجیل ان امور سے پردہ اٹھانے کی ضرورت پیدا کردی ہے۔

اور اب چونکہ موصوف نے حجاب کا پردہ چاک کردیا ہے، اس لئے اب اس قسم کے امور پر کلام بھی ان شاء اللہ تعالیٰ بلا حجاب وبلا جھجک ہوگا، اور ہمیں جگہ جگہ الزامی نوعیت کے کلام کی ضرورت پیش آئے گی۔ (جاری ہے............)

---

[1] بخلاف الكاتم فإنه ليس شرا من المنافقين الذين كان النبی صلی الله عليه وسلم يقبل علانيتهم ويكل سرائرهم إلى الله مع علمه بحال كثير منهم(مجموع الفتاوی،لابنِ تيمية، ج۲۸،ص۲۰۵)

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی تحقیق (قسط4)

علی رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت شعبی سے روایت ہے کہ:

جَاءَ قَرَظَةُ بْنُ كَعْبٍ فِي رَهْطٍ مَعَهُ ، وَقَدْ صلَّى عَلِيٌّ على ابْنِ حُنَيْفٍ وَدُفِنَ ,فَأَمَرَهُ عَلِيٌّ أَنْ يُصَلِّيَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ عَلَى الْقَبْرِ ,فَفَعَلَ(مُصنف ابن أبی شیبة ، رقم الحدیث : ١٢٠٥٩ ،فی المیت یصلی علیه بعد ما دفن من فعله)

ترجمہ: قرظہ بن کعب چند لوگوں کے ہمراہ تشریف لائے ،اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ابنِ حنیف (نام کے متوفیٰ) کی نمازِ جنازہ پڑھ چکے تھے،اوران کو دفن بھی کیا جاچکا تھا،تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو یہ حکم فرمایا کہ وہ قبر پر نمازِ جنازہ پڑھیں، پھرانہوں نے قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

اور مصنف عبدالرزاق میں حنش بن معتمر سے روایت ہے کہ:

جاء ناس بعد ما صلی علی سهل بن حنیف فأمر علی قرظة الانصاری أن یؤمهم ویصلی علیه بعد ما دفن (مصنف عبد الرزاق ، رقم الحدیث : ٦٥٤٣، باب الصلاة علی المیت بعد ما یدفن)

ترجمہ: کچھ لوگ سہل بن حُنیف کی نمازِ جنازہ پڑھے جانے کے بعد آئے ،تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرظہ انصاری کو تدفین ہو جانے کے بعد یہ حکم فرمایا کہ وہ ان (آنے والے)لوگوں کی امامت کر کے نمازِ جنازہ پڑھائیں (مصنف عبدالرزاق)

امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ کو روایت کیا ہے،جس میں اس بات کا ذکر ہے

www.idaraghufran.org

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھے جانے کے بعد نمازِ جنازہ پڑھا۔ [1]

ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ واقعات، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کے ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفۂ راشد ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نمازِ جنازہ سے رہ گیا ہو، اور میت کو دفن کیا جا چکا ہو، اس کو قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا، بدعت و گناہ نہیں، اور کسی موقع پر نمازِ جنازہ دوبارہ پڑھنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت حکم سے روایت ہے کہ:

جَاءَ سَلْمَانُ بْنُ رَبِيعَةَ وَقَدْ صَلَّى عَبْدُ اللهِ عَلَى جِنَازَةٍ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ :تَقَدَّمْ فَصَلِّ عَلَى أَخِيكَ بِأَصْحَابِكَ (مُصنف ابن أبی شیبة ، رقم الحدیث : ۱۲۰۶۰ ،فی المیت یصلی علیه بعد ما دفن من فعله)

ترجمہ: سلمان بن ربیعہ تشریف لائے، اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، نمازِ جنازہ پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے، تو ان (سلمان بن ربیعہ) کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ آگے بڑھیں، اور اپنے بھائی کی اپنے ساتھیوں کو نمازِ جنازہ پڑھائیں (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

حضرت سلمان بن ربیعہ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔

اور عبداللہ صحابی نے ان کو دوبارہ باجماعت نمازِ جنازہ پڑھنے، بلکہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔

اس واقعہ سے بھی فی الجملہ میت کی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کے بدعت نہ ہونے، اور جائز عمل ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت ہے کہ:

---

[1] أخبرنا أبو نصر بن قتادة، أنبأ أبو عمرو بن نجيد، أنبأ أبو مسلم، ثنا أبو عاصم، عن سفيان، عن شبيب بن غرقدة، عن المستظل، أن عليا رضي الله عنه " :صلى على جنازة بعد ما صلي عليها(السنن الكبرى، للبيهقي،رقم الحديث ٦٩٩٦)

أَنَّه بَلَغَهُ أَنَّ أَنَسًا صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ بعد أَنَّ صُلِّيَ عَلَيْهَا (مُصنف ابن أبی شيبة ، رقم الحديث : ۱۲۰۶۱ ،فی الميت يصلی عليه بعد ما دفن من فعله)

ترجمہ: انہیں یہ خبر پہنچی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھی، جبکہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جا چکی تھی (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

یہ واقعہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ایک صحابی کا ہے، جو ایک مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھے جانے کے بعد دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کے جائز ہونے، اور دوبارہ نمازِ جنازہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہ ہونے کا مؤید ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

حضرت ابنِ ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ:

تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فِي مَنْزِلٍ كَانَ فِيهِ فَحَمَلْنَاهُ عَلَى رِقَابِنَا سِتَّةَ أَمْيَالٍ إِلَى مَكَّةَ وَعَائِشَةُ غَائِبَةٌ فَقَدِمَتْ بَعْدَ ذَلِكَ ، فَقَالَتْ أَرُونِي قَبْرَهُ فَأَرُوهَا فَصَلَّتْ عَلَيْهِ (مُصنف ابن أبی شيبة ، رقم الحديث : ۱۲۰۶۲ ، فی الميت يصلی عليه بعد ما دفن من فعله)

ترجمہ: عبد الرحمان بن ابی بکر (جو حضرت عائشہ کے بھائی تھے) کی ایک گھر میں وفات ہوگئی، جس میں وہ موجود تھے، تو ہم نے ان کو اپنی گردنوں پر اٹھا کر چھ میل کی مسافت طے کر کے مکہ تک پہنچایا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موجود نہیں تھیں، جو بعد میں تشریف لائیں، تو انہوں نے کہا کہ مجھے اُن کی قبر دکھلاؤ، لوگوں نے ان کو قبر دکھلائی، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اس وقت وفات کو ایک ماہ گذر چکا تھا۔ [1]

اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر میں تمہاری وفات کے وقت موجود ہوتی، تو تمہیں اسی جگہ دفن کرتی، جہاں تم فوت ہوئے، جس سے

---

[1] حدثنا يحيى، قال :ثنا أبو الربيع، قال :ثنا حماد، قال :ثنا أيوب، عن ابن أبی مليكة، قال :قدمت عائشة بعد موت أخيها بشهر، فقالت :أين قبر أخي؟ فأتت فصلت عليه(الأوسط لابن المنذر،رقم الحديث ۳۱۱۱)

www.idaraghufran.org

بعض حضرات نے میت کو منتقل کرنے کے ناجائز ہونے پر استدلال کیا ہے، اور بعض نے اس کو ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے خلافِ سنت وخلافِ افضل ہونے پر محمول کیا ہے، جس پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔ [1]

اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہ اپنے بھائی کی تدفین، بسترِ مرگ والی مخصوص جگہ میں چاہتی تھیں۔ [2]

اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کے محلِ وفات میں روایات مختلف ہیں، بعض میں ہے کہ ان کی وفات حبشہ میں ہوئی تھی، اور ان کو اعلیٰ مکہ میں دفن کیا گیا تھا۔ [3]

بہرحال جو کچھ بھی ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات سے بھی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنے، اور ایک مرتبہ نمازِ جنازہ ہو چکنے کے بعد دوبارہ نمازِ جنازہ کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے۔

یہ واقعہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ، ایک صحابیہ اور اُمُّ المومنین رضی اللہ عنہا کا ہے، جو مرفوع احادیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول کرنے کی نفی کرتا ہے۔

---

[1] وقوله :(لو حضرتک) أی :وقت وفاتک (ما دفنت) بلفظ المجهول المخاطب، (إلا حيث مت) أی :منعت أن تنقل منه إلى مكة؛ لأن عدم النقل هو السنة والأفضل(لمعات التنقيح فی شرح مشكاة المصابيح، ج۴، ص ۱۷۹،باب دفن الميت،الفصل الثالث)

(وحمل الميت إلى غير بلده لغير حاجة مكروه) لما نقل عن عائشة أنه "لما مات عبد الرحمن بن أبی بكر بالحبش، وهو مكان بينه وبين المدينة اثنا عشر ميلا ونقل إلى مكة أتت قبره وقالت :والله لو حضرتک ما دفنتک إلا حيث مت ولو شهدتک ما زرتک رواه الترمذی وهو محمول على أنها لم تر غرضا صحيحا فی نقله، وأنه تأذى به فإن كان لغرض صحيح فلا كراهة، لما فی الموطأ عن مالک أنه سمع غير واحد يقول " إن سعد بن أبی وقاص وسعيد بن زيد ماتا بالعقيق فحملا إلى المدينة ودفنا بها وقال سفيان بن عيينة :مات ابن عمر هاهنا، وأوصى أن لا يدفن هاهنا وأن يدفن بسرف ذكره ابن المنذر(كشاف القناع عن متن الإقناع، ج۲، ص۸۷، كتاب الجنائز)

[2] عن ابن جريج، أخبرنی كثير بن كثير، عن أمه عائشة بنت أبی عقرب، عن عائشة أم المؤمنين، أنها قالت :لو حضرته ۔ تعنی أخاها ۔ دفن تحت فراشه(المصنف،لعبد الرزاق،رقم الحديث ۶۵۳۷)

[3] هكذا ذكر ابن البر قصة عائشة، أن موت أخيها كان بمكة، ثم دفن بالحبشی، وخالفه غيره، فذكر أنه مات بالحبشی، ودفن بمكة، والظاهر أن الصواب ما قاله غيره، فقد ساق القصة ابن المنذر -رحمه الله تعالى -بسند صحيح، فقال :حدثنا إسحاق، عن عبد الرزاق، عن ابن جريج، قال :سمعت ابن أبی مليكة، يقول :قالت عائشة :لو حضرت عبد الرحمن -تعنی أخاها -ما دفن إلا حيث مات، وكان مات بالحبشی، فدفن بأعلى مكة، والحبشی قريب من مكة(ذخيرة العقبى فی شرح المجتبى،لمحمد بن علی الإثيوبی، ج ۱۹، ص ۳۴۷، كتاب الجنائز،أين يدفن الشهيد؟)

www.idaraghufran.org

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت خیثمہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا مُوسَى صَلَّى عَلَى الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ بَعْدَ مَا صُلِّيَ عَلَيْهِ،أَدْرَكَهُمْ فِي الْجَبَّانَةِ،فَصَلَّى عَلَيْهِ بَعْدَ مَا صُلِّيَ عَلَيْهِ ، قَالَ يَحْيَى:وَقَالَ شَرِيكٌ مَرَّةً:أَمَّ أَبُو مُوسَى عَلَيْهِ وَاسْتَغْفَرَ لَهُ(مُصنف ابن أبی شيبة ،رقم الحديث : ١٢٠٦٦)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حارث بن قیس کی نمازِ جنازہ پڑھی، جبکہ اُن کی نمازِ جنازہ پڑھی جا چکی تھی ، انہوں نے لوگوں کو عید گاہ میں پایا، جہاں انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھی، جبکہ اُن کی نمازِ جنازہ پڑھی جا چکی تھی ، اور شریک راوی نے ایک مرتبہ روایت میں یہ بھی بیان کیا کہ حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے (نمازِ جنازہ میں) امامت کی ،اور اُن (حارث بن قیس) کے لیے استغفار کیا (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

اس روایت سے بھی ایک مرتبہ نمازِ جنازہ ہونے کے بعد دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھے جانے کا بدعت نہ ہونا، اور جائز عمل ہونا ثابت ہوتا ہے،اورواقعہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابی کا ہے۔ (جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط82 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ کی عجلت سے متعلق سوال کا جواب

بنی اسرائیل کے وادی میں قیام کے دوران اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلایا تھا، تاکہ وہ وہاں چالیس دن تک اعتکاف کریں، تو انہیں تورات عطا کی جائے گی، شروع میں بنی اسرائیل کے کچھ منتخب لوگوں کے بارے میں بھی یہ طے ہوا تھا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ جائیں گے، لیکن حضرت موسیٰ جلدی روانہ ہوگئے، اوران کا خیال تھا کہ باقی ساتھی بھی پیچھے آرہے ہوں گے، لیکن وہ لوگ نہیں آئے۔

کوہِ طور میں جب آپ کے اعتکاف کی چالیس دن کی مدت پوری ہوگئی، تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی بنی اسرائیل کی گمراہی کی خبر دی کہ آپ نے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر تنہا آنے کی کیوں عجلت کی، جبکہ آپ کو حکم یہ تھا کہ انہیں ساتھ لے کر آتے؟

تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں، اور میں نے شدتِ شوق میں جلدی کی تھی، تاکہ آپ کے حکم کی بجاآوری میں مجھ سے ذرا بھی تاخیر نہ ہو، اور آپ مجھ سے راضی ہوجائیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ ہم نے آپ کی روانگی کے بعد آپ کی قوم کو آزمائش میں ڈال دیا ہے، اور سامری نے انہیں گمراہ کردیا ہے۔

یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام کو بہت افسوس ہوا، اور بنی اسرائیل کے حال پر کف افسوس ملنے لگے، اور واپس آکران سے بازپرس کی، اورانہیں اللہ کا وعدہ یاد دلایا کہ اس نے تو مجھے کوہ طور کے اس پاس لیے بلایا تھا کہ تمہیں تورات دے، لیکن تم احسان فراموش نکلنے، اور چند دن بھی میرا انتظار نہ کرسکے، اور مجھ سے عقیدہ توحید پر ثابت قدمی کا جو وعدہ کیا تھا، اس کی خلاف ورزی کر کے اللہ کے غضب کو

دعوت دے دی۔

قرآن مجید کی سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَآ اَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی. قَالَ ھُمۡ اُولَاۤءِ عَلٰۤی اَثَرِیۡ وَعَجِلۡتُ اِلَیۡکَ رَبِّ لِتَرۡضٰی. قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَکَ مِنۡ بَعۡدِکَ وَاَضَلَّھُمُ السَّامِرِیُّ (سورۃ طٰہٰ، رقم الآیات ۸۳ الٰی ۸۵)

یعنی ”اور کیا (چیز) تجھے جلدی لے آئی تیری قوم سے اے موسیٰ۔ (موسیٰ نے) کہا وہ لوگ میرے پیچھے (آرہے) ہیں، اور میں نے جلدی کی تیری طرف (آنے کی) اے میرے رب تاکہ تو راضی ہوجائے۔ فرمایا (اللہ نے) پس بے شک ہم نے یقیناً آزمائش میں ڈال دیا ہے، تیری قوم کو تیرے بعد، اور گمراہ کردیا ہے انہیں سامری نے“۔

بہرکیف حضرت موسیٰ اپنے رب سے ملاقات اور فرطِ شوق کی بنا پر وعدہ کے مقام پر جلد پہنچ گئے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی محبتِ الٰہی کا طبعی تقاضا تھا، لیکن ان کی یہی عجلت پیچھے ان کی قوم کے لیے سخت ابتلاء وآزمائش کا ذریعہ بن گئی، قوم کے شریر لوگوں نے آپ کی اس عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قوم کو بچھڑا پرستی کے ہولناک اور تباہ کن فتنے میں مبتلا کردیا، اور حضرت ہارون اپنی پوری کوشش کے باوجود اس پر قابو نہ پاسکے۔ [1]

---

[1] لما نهض موسى عليه السلام ببنى إسرائيل إلى جانب الطور الأيمن حيث كان الموعد أن يكلم الله موسى بما فيه شرف العاجل والآجل، رأى على وجه الاجتهاد أن يقدم وحده مبادرا إلى أمر الله وحرصا على القرب منه وشوقا إلى مناجاته، واستخلف هارون على بنى إسرائيل وقال لهم موسى: تسيرون إلى جانب الطور فلما انتهى موسى عليه السلام وناجى ربه، زاده فى الأجل عشرا وحينئذ وقفه على استعجاله دون القوم ليخبره موسى أنهم على الأثر فيقع الإعلام له بما صنعوا ،وما استفهام أى أى شىء عجل بك عنهم(البحر المحيط ، ج۷ص ۳۶۵، ۳۶۶، سورة طٰهٰ)

فسارع موسى عليه السلام مبادرا إلى الطور، واستخلف على بنى إسرائيل أخاه هارون، ولهذا قال تعالى: وما أعجلك عن قومك يا موسى قال هم أولاء على أثرى أى قادمون ينزلون قريبا من الطور وعجلت إليك رب لترضى أى لتزداد عنى رضا قال فإنا قد فتنا قومك من بعدك وأضلهم السامرى أخبر تعالى نبيه موسى بما كان بعده من الحدث فى بنى إسرائيل وعبادتهم العجل الذى عمله لهم ذلك السامرى(تفسير ابنِ كثير، ج۵ص ۲۷۲، سورة طٰهٰ)

طب وصحت حکیم مفتی محمد ناصر

پنیر

پنیر کوعربی میں جبن اور انگریزی میں Cheese کہا جاتا ہے۔

پنیر دودھ کی مصنوعات میں سے ہے، پنیر بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ضرورت کے مطابق دودھ لے کر اُبلنے رکھ دیں، اور جب دودھ اُبلنے لگے، تو اس میں ایک یا دو لیموں نچوڑ دیں، اس طرح کرنے سے دودھ پھٹ جائے گا، اب اسے کسی ململ کے کپڑے یا باریک چھاننی سے چھان لیں، پانی الگ ہوجائے گا، جو گاڑھا سا مادہ دہی کی طرح کا بچے گا، یہی اصل پنیر ہے، جو اکثر مٹھائیوں میں استعمال ہوتا ہے، پنیر کا خالص اور عمدہ ہونا، دودھ کے خالص اور عمدہ ہونے پر منحصر ہے۔

اس کے برعکس بناسپتی گھی میں چند انڈوں کی سفیدی ڈال کر معمولی نمک اور سبز یا کالی مرچ ڈال کر بلینڈ کردینے سے ایک گاڑھی سی چیز بنتی ہے، یہ نقلی پنیر ہے، جو بازاروں کی خوشنما ملاوٹ شدہ اشیاء میں شامل ہوتا ہے، اور صحت کے بجائے بیماریاں پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

کئی احادیث میں پنیر کھانے کا ذکر ہے۔

مثلاً ضحاک بن مزاحم کی سند سے روایت ہے کہ:

أتـى رَسُـولُ الـلَّـهِ صَـلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبُنَّةٍ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَقِيلَ يَا رَسُـولَ الـلَّـهِ إِنَّ هَـذَا طَـعَامٌ يَصْنَعُهُ أَهْلُ فَارِسٍ أَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِيهِ مَيْتَةً قَالَ: سَمُّوا اللَّهَ عَلَيْهِ، وَكُلُوا (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ٨٧٩٥) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غزوۂ تبوک میں پنیر لایا گیا، اور عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ ایسا کھانا ہے جسے اہلِ فارس تیار کرتے ہیں، اور مجھے خوف ہے کہ وہ اہلِ فارس اس میں مُردار شامل کرتے ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[1] قال شعيب الارنؤوط: هذا مرسل صحيح (حاشية سنن ابى داؤد، تحت رقم الحديث ٣٨١٩، باب فى اكل الجبن)

وسلم نے فرمایا کہ اس کھانے پر اللہ کا نام لو، اور کھاؤ (عبدالرزاق)

پنیر کا مزاج اور فوائد و خواص

پنیر کا مزاج سرد تر ہے۔

اصل پنیر نہایت مقوی غذا ہے، معدے، اور آنتوں کی قوتِ ماسکہ بڑھاتا ہے، گُردوں کو طاقت فراہم کرتا ہے، اور بدن کو فربہ اور موٹا اور طاقت ور بناتا ہے۔

اسہال اور پیچس کے لئے پنیر فائدہ مند ہے۔

پنیر کا مزاج کیونکہ سرد تر ہے، اس لئے علاج بالضد کے اُصول کی رو سے گرم خشک مزاج والے حضرات کے لئے پنیر مفید ہے، اسی طرح گرم خشک یعنی صفراوی امراض میں بھی پنیر کا استعمال مفید ہے، اسی طرح منہ سے خون آنے کے مرض میں بھی پنیر کا استعمال فائدہ مند ہوتا ہے۔

پنیر ثقیل ہونے کی وجہ سے دیر ہضم ہوتا ہے، اس لئے خالص حالت میں ناشتہ میں کھانا بہتر ہے، مگر رات کے وقت میں کھانا مناسب نہیں ہے۔

پنیر سے خاص طور پر رَس ملائی تیار کی جاتی ہے، جو بہت مزیدار اور لذیذ ہوتی ہے، پنیر میں جلد ہی تعفن پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے تازہ تازہ ہی استعمال کرنا چاہئے، اور پرانا پنیر جس میں سے بدبو آتی ہو، اسے ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

ایک اونس یعنی تقریباً ساڑھے 28 گرام پنیر کے سخت ٹکڑے میں جس کی مقدار نارمل انگوٹھے کے برابر ہے، مندرجہ ذیل غذائی اجزاء پائے جاتے ہیں:

کیلریز	120
پروٹین یعنی موادِ لحمیہ	8 گرام
فیٹ (یعنی خالص چربی یا موادِ شحمیہ)	6 گرام
کیلشیم	180 ملی گرام
کاربوہائیڈریٹ (یعنی موادِ نشائیہ)	نہ ہونے کے برابر

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

❑...... 26/صفرُ المظفر ،اور3/10/17/ربیع الاول1444ھ بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

❑...... 28صفرُ المظفر ،5/12/ربیعُ الاول 1444ھ،بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

❑...... 22/صفرُ المظفر بروز اتوار،مفتی صاحب مدیر کے عزیز جناب شمیم خان صاحب مرحوم کے داماد صاحب کے جنازہ میں بعض اراکینِ ادارہ نے شرکت کی،اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرتِ کاملہ فرمائے۔آمین۔

❑...... 25/صفرُ المظفر بروز جمعرات طالبِ علم حافظ مجیب احمد اور حافظ ظفر صاحبان کی تکمیلِ حفظِ قرآن کے سلسلہ میں تقریب ہوئی،جس میں مفتی محمد یونس صاحب مدظلہ نے طلبہ میں اصلاحی بیان فرمایا۔

❑...... 10/ربیع الاول،بروز جمعہ،مفتی صاحب مدیر نے،اپنے کزن جمیل انور صاحب (بحریہ ٹاؤن) کے ہاں،بمع اہلِ خانہ،عشائیہ میں شرکت فرمائی۔

❑...... 12/ربیع الاول، بروز اتوار،مفتی صاحب مدیر نے، جناب مشکور صاحب کے بھتیجے کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت فرمائی،مولانا طارق محمود صاحب بھی ہمراہ تھے۔

www.idaraghufran.org